# ایمان کو مضبوط کرنا آزادی اور آسانی کا مذہب

Shaykh Pod BOOKS

Shaykh Pod URDU

## مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے

ایمان کو مضبوط کرنا۔ آزادی اور آسانی کا مذہب

شیخ پوڈ کتب

شیخ پوڈ کتب، 2024 کے ذریعہ شائع کیا گیا۔

اگرچہ اس کتاب کی تیاری میں تمام احتیاط برتی گئی ہے، ناشر غلطیوں یا کوتاہی یا یہاں موجود معلومات کے استعمال کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کے لیے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ہے۔

ایمان کو مضبوط کرنا۔ آزادی اور آسانی کا مذہب

**دوسرا ایڈیشن۔ 22 مارچ 2024۔**

کاپی رائٹ ©2024 شیخ پوڈ کتب۔

شیخ پوڈ کتب کے ذریعہ تحریر کردہ۔

# فہرست کا خانہ


فہرست کا خانہ

اعترافات

مرتب کرنے والے کے نوٹس

تعارف

ایمان کو مضبوط کرنا۔ آزادی اور آسانی کا مذہب

ایمان کو مضبوط کرنا - 1

ایمان کو مضبوط کرنا - 2

ایمان کو مضبوط کرنا - 3

ایمان کو مضبوط کرنا - 4

ایمان کو مضبوط کرنا - 5

ایمان کو مضبوط کرنا - 6

ایمان کو مضبوط کرنا - 7

ایمان کو مضبوط کرنا - 8

ایمان کو مضبوط کرنا - 9

ایمان کو مضبوط کرنا - 10

ایمان کو مضبوط کرنا - 11

ایمان کو مضبوط کرنا - 12

ایمان کو مضبوط کرنا - 13

ایمان کو مضبوط کرنا - 14

ایمان کو مضبوط کرنا - 15

ایمان کو مضبوط کرنا - 16

ایمان کو مضبوط کرنا - 17
ایمان کو مضبوط کرنا - 18
ایمان کو مضبوط کرنا - 19
ایمان کو مضبوط کرنا - 20
ایمان کو مضبوط کرنا - 21
ایمان کو مضبوط کرنا - 22
ایمان کو مضبوط کرنا - 23
ایمان کو مضبوط کرنا - 24
ایمان کو مضبوط کرنا - 25
ایمان کو مضبوط کرنا - 26
ایمان کو مضبوط کرنا - 27
ایمان کو مضبوط کرنا - 28
ایمان کو مضبوط کرنا - 29
ایمان کو مضبوط کرنا - 30
ایمان کو مضبوط کرنا - 31
ایمان کو مضبوط کرنا - 32
ایمان کو مضبوط کرنا - 33
ایمان کو مضبوط کرنا - 34
ایمان کو مضبوط کرنا - 35
ایمان کو مضبوط کرنا - 36
ایمان کو مضبوط کرنا - 37
ایمان کو مضبوط کرنا - 38
ایمان کو مضبوط کرنا - 39
ایمان کو مضبوط کرنا - 40

[ایمان کو مضبوط کرنا - 41]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 42]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 43]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 44]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 45]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 46]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 47]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 48]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 49]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 50]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 51]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 52]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 53]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 54]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 55]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 56]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 57]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 58]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 59]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 60]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 61]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 62]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 63]
[ایمان کو مضبوط کرنا - 64]

ایمان کو مضبوط کرنا - 65
ایمان کو مضبوط کرنا - 66
ایمان کو مضبوط کرنا - 67
ایمان کو مضبوط کرنا - 68
ایمان کو مضبوط کرنا - 69
ایمان کو مضبوط کرنا - 70
ایمان کو مضبوط کرنا - 71
ایمان کو مضبوط کرنا - 72
ایمان کو مضبوط کرنا - 73
ایمان کو مضبوط کرنا - 74
ایمان کو مضبوط کرنا - 75
ایمان کو مضبوط کرنا - 76
ایمان کو مضبوط کرنا - 77
ایمان کو مضبوط کرنا - 78
ایمان کو مضبوط کرنا - 79
ایمان کو مضبوط کرنا - 80
ایمان کو مضبوط کرنا - 81
ایمان کو مضبوط کرنا - 82
ایمان کو مضبوط کرنا - 83
ایمان کو مضبوط کرنا - 84
ایمان کو مضبوط کرنا - 85
ایمان کو مضبوط کرنا - 86
ایمان کو مضبوط کرنا - 87
ایمان کو مضبوط کرنا - 88

ایمان کو مضبوط کرنا - 89
ایمان کو مضبوط کرنا - 90
ایمان کو مضبوط کرنا - 91
ایمان کو مضبوط کرنا - 92
ایمان کو مضبوط کرنا - 93
ایمان کو مضبوط کرنا - 94
ایمان کو مضبوط کرنا - 95
ایمان کو مضبوط کرنا - 96
ایمان کو مضبوط کرنا - 97
ایمان کو مضبوط کرنا - 98
ایمان کو مضبوط کرنا - 99
ایمان کو مضبوط کرنا - 100
ایمان کو مضبوط کرنا - 101
ایمان کو مضبوط کرنا - 102
ایمان کو مضبوط کرنا - 103
ایمان کو مضبوط کرنا - 104
ایمان کو مضبوط کرنا - 105
ایمان کو مضبوط کرنا - 106
ایمان کو مضبوط کرنا - 107
ایمان کو مضبوط کرنا - 108
ایمان کو مضبوط کرنا - 109
ایمان کو مضبوط کرنا - 110
ایمان کو مضبوط کرنا - 111
ایمان کو مضبوط کرنا - 112

ایمان کو مضبوط کرنا - 113

ایمان کو مضبوط کرنا - 114

ایمان کو مضبوط کرنا - 115

ایمان کو مضبوط کرنا - 116

ایمان کو مضبوط کرنا - 117

ایمان کو مضبوط کرنا - 118

ایمان کو مضبوط کرنا - 119

ایمان کو مضبوط کرنا - 120

ایمان کو مضبوط کرنا - 121

ایمان کو مضبوط کرنا - 122

ایمان کو مضبوط کرنا - 123

ایمان کو مضبوط کرنا - 124

ایمان کو مضبوط کرنا - 125

ایمان کو مضبوط کرنا - 126

ایمان کو مضبوط کرنا - 127

آزادی - 1

آزادی - 2

آزادی - 3

آسانی کا مذہب - 1

آسانی کا مذہب - 2

آسانی کا مذہب - 3

آسانی کا مذہب - 4

اچھے کردار پر 400 سے زیادہ مفت ای بکس

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

# اعترافات

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے، جس نے ہمیں اس جلد کو مکمل کرنے کی تحریک، موقع اور طاقت بخشی۔ درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا راستہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نجات کے لیے چنا ہے۔

ہم شیخ پوڈ کے پورے خاندان، خاص طور پر اپنے چھوٹے ستارے یوسف کے لیے اپنی تہہ دل سے تعریف کرنا چاہیں گے، جن کی مسلسل حمایت اور مشورے نے شیخ پوڈ کتب کی ترقی کو متاثر کیا ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا کرم مکمل فرمائے اور اس کتاب کے ہر حرف کو اپنی بارگاہِ عالی میں قبول فرمائے اور اسے روزِ آخرت میں ہماری طرف سے گواہی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بے شمار درود و سلام ہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

# مرتب کرنے والے کے نوٹس

ہم نے اس جلد میں انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے تاہم اگر کوئی شارٹ فال نظر آئے تو مرتب کرنے والا ذاتی طور پر ذمہ دار ہے۔

ہم ایسے مشکل کام کو مکمل کرنے کی کوشش میں غلطیوں اور کوتاہیوں کے امکان کو قبول کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم نے لاشعوری طور پر ٹھوکر کھائی ہو اور غلطیوں کا ارتکاب کیا ہو جس کے لیے ہم اپنے قارئین سے درگزر اور معافی کے لیے دعا گو ہیں اور ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے گی۔ ہم تہہ دل سے تعمیری تجاویز کی دعوت دیتے ہیں جو ShaykhPod.Books@gmail.com - پر دی جا سکتی ہیں

# تعارف

مندرجہ ذیل مختصر کتاب عظیم کردار کے تین پہلوؤں پر بحث کرتی ہے :ایمان کو مضبوط کرنا، آزادی اور آسانی کا مذہب۔

زیر بحث اسباق کو نافذ کرنے سے ایک مسلمان کو اعلیٰ کردار حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود حدیث کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ قیامت کے ترازو میں سب سے وزنی چیز حسن اخلاق ہوگی۔ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں سے ایک ہے جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سورہ نمبر 68 القلم آیت نمبر 4 میں فرمائی ہے:

‘‘اور بے شک آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔’’

لہٰذا تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اعلیٰ کردار کے حصول کے لیے قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو حاصل کریں اور اس پر عمل کریں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا۔ آزادی اور آسانی کا مذہب

## ایمان کو مضبوط کرنا - 1

جامع ترمذی نمبر 2317 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ مسلمان اس وقت تک اپنے اسلام کو بہترین نہیں بنا سکتا جب تک کہ وہ ان چیزوں سے اجتناب نہ کرے جن سے ان کا تعلق نہیں ہے۔

اس حدیث میں ایک ہمہ گیر نصیحت ہے جس کا اطلاق زندگی کے ہر پہلو پر ہونا چاہیے۔ اس میں ایک شخص کی تقریر کے ساتھ ساتھ ان کے دیگر جسمانی اعمال بھی شامل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان اپنے ایمان کو کامل کرنا چاہتا ہے اسے ایسی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے، قول و فعل کے ذریعے، جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس کے بجائے وہ خود کو ان کاموں میں مشغول رکھیں جو کرتے ہیں۔ انسان کو ان باتوں کو بہت سنجیدگی سے لینا چاہیے جو اس کے ساتھ ہیں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی سوچ یا خواہشات کے مطابق چیزوں سے گریز کرے تو وہ اپنا ایمان مکمل نہیں کر سکے گا۔ لیکن جو اپنا ایمان کامل کرتا ہے وہ ان چیزوں سے اجتناب کرتا ہے جن سے بچنے کی اسلام نے نصیحت کی ہے۔ یعنی اپنے تمام فرائض کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، تمام گناہوں اور اسلام میں ناپسندیدہ چیزوں سے بچنا چاہیے اور غیر ضروری حلال چیزوں کے زیادہ استعمال سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ اس فضیلت کو حاصل کرنا ایمان کی فضیلت کی ایک خصوصیت ہے جس کا ذکر صحیح مسلم نمبر 99 کی حدیث میں ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہے کہ گویا وہ اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے یا وہ کم از کم اللہ سے پوری طرح واقف ہو جاتا ہے۔ ان کے ہر خیال اور عمل کا مشاہدہ کرنے والا ۔ اس الٰہی نگرانی سے آگاہ ہونا ایک مسلمان کو ہمیشہ گناہوں سے پرہیز کرنے اور اعمال صالحہ کی طرف جلدی کرنے کی ترغیب دے گا۔ جو ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرتا جن سے کوئی سروکار نہیں وہ اس درجہ فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا۔

ان چیزوں سے اجتناب کرنے کا ایک بڑا پہلو جن سے انسان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا اس کا تعلق تقریر سے ہے۔ گناہوں کی کثرت اس وقت ہوتی ہے جب انسان ایسے الفاظ کہے جن سے کوئی تعلق نہ ہو، جیسے غیبت اور غیبت۔ فضول گفتگو کی تعریف یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایسے الفاظ کہے جو گناہ کے تو نہ ہوں لیکن بیکار ہوں اور اس لیے ان کی فکر نہ ہو۔ جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 2408 میں موجود حدیث سے ثابت ہے کہ لغو بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ لاتعداد دلائل، لڑائیاں اور یہاں تک کہ جسمانی نقصان بھی صرف اس لیے ہوا ہے کہ کسی نے ایسی بات کی جس سے انہیں کوئی سروکار نہ ہو۔ کئی خاندان تقسیم ہو چکے ہیں۔ بہت سی شادیاں ختم ہو چکی ہیں کیونکہ کسی کو ان کے کاروبار پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مفید کلام کی مختلف اقسام کی نصیحت فرمائی ہے جس سے لوگوں کو فکر مند ہونا چاہیے۔ باب 4 النساء، آیت 114:

" ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا حکم دیتے ہیں یا جو حق ہے یا لوگوں کے درمیان صلح کرواتے ہیں۔ اور جس نے یہ کام اللہ کی رضامندی کے لیے کیا تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔

درحقیقت ایسے الفاظ کا بولنا جو انسان کے لیے فکرمند نہ ہوں، لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کی بنیادی وجہ ہو گی۔ جامع ترمذی نمبر 2616 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2412 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی کہ تمام تقریریں شمار ہوں گی۔ کسی شخص کے خلاف جب تک کہ اس کا تعلق نیکی کی نصیحت، برائی سے منع کرنے یا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تقریر کی دیگر تمام شکلیں کسی شخص کی فکر نہیں ہیں کیونکہ ان سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اچھی نصیحت کرنا ہر اس چیز کو شامل کرتا ہے جو کسی کی دنیاوی اور مذہبی زندگی میں فائدہ مند ہو، جیسے کہ وہ پیشہ۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے قول و فعل کے ذریعے ان باتوں سے بچنے کی کوشش کریں جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے تاکہ وہ اپنے ایمان کو مکمل کر سکیں۔ سیدھے الفاظ میں، جو شخص

ان چیزوں کے لیے وقت لگاتا ہے جن سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، وہ ان چیزوں میں ناکام ہو جاتا ہے جو ان سے متعلق ہیں۔ اور جو اپنے آپ کو ان چیزوں میں مشغول رکھتا ہے جو ان سے متعلق ہیں وہ ان چیزوں پر خرچ کرنے کے لئے وقت نہیں پائے گا جو ان سے متعلق نہیں ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کریں گے۔

آخر میں، جو اپنے آپ کو ان چیزوں میں مشغول رکھتا ہے جو ان سے متعلق ہیں، وہ تمام مفید دنیوی اور دینی چیزوں کو مکمل کر لے گا جن کے وہ ذمہ دار ہیں اور اس طرح ذہنی سکون حاصل کر لیتے ہیں۔ تناؤ کے اہم ذرائع میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو ایسی چیزوں میں مشغول کر لیتا ہے جن سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، کیونکہ یہ اسے اپنی دنیاوی اور مذہبی ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے روکتا ہے۔ صحیح طریقے سے برتاؤ کرنے سے کسی کو اپنی اہم ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا موقع ملے گا اور اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ ان کے پاس آرام کرنے اور ان چیزوں کو کرنے کے لیے کافی وقت ملے جن سے وہ لطف اندوز ہوں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 2

صحیح مسلم نمبر 159 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مختصر مگر دور رس نصیحت فرمائی۔ انہوں نے لوگوں کو نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کا صدق دل سے اعلان کریں اور پھر اس پر ثابت قدم رہیں۔

اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں جدوجہد کریں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تکمیل پر مشتمل ہے، جو اس سے متعلق ہیں، جیسے فرض روزے اور جو لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں، جیسے کہ دوسروں سے حسن سلوک کرنا۔ اس میں اسلام کی ان تمام ممنوعات سے پرہیز کرنا بھی شامل ہے جو ایک شخص اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں اور جو دوسروں کے درمیان ہیں۔ ایک مسلمان کو بھی صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا چاہیے اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

آخر میں ان پہلوؤں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق پورا کرنا شامل ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31:

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ’’ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔‘‘

ثابت قدمی میں دونوں قسم کے شرک سے پرہیز شامل ہے۔ سب سے بڑی قسم وہ ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کی عبادت کرتا ہے۔ معمولی قسم یہ ہے کہ جب کوئی نیک کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خاطر، جیسے دکھاوا کرنا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3989 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لہٰذا استقامت کا ایک پہلو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔

اس میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا اور چیری چننے سے پرہیز کرنا شامل ہے کہ کب اور کن اسلامی تعلیمات پر کوئی شخص اپنی خواہشات کے مطابق عمل کرے گا۔

ثابت قدمی میں شامل ہے خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، بجائے اس کے کہ اپنے آپ کو یا دوسروں کو خوش کیا جائے۔ اگر کوئی مسلمان اپنے آپ کو یا دوسروں کو خوش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ نہ ان کی خواہشات اور نہ ہی لوگ انہیں اللہ تعالیٰ سے محفوظ رکھیں گے۔ دوسری طرف جو اللہ تعالیٰ کا سچے دل سے فرمانبردار ہے وہ ہر چیز سے محفوظ رہے گا خواہ یہ حفاظت ان پر ظاہر نہ ہو۔

اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے میں یہ شامل ہے کہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا اور اس سے ہٹنے والے راستے کو اختیار نہ کرنا۔ جو شخص اس راہ کو اختیار کرنے کی کوشش کرے گا اسے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ یہی ان کے ایمان پر ثابت قدم رہنے کے لیے کافی ہے۔ باب 4 النساء آیت 59:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم " میں سے حاکم ہیں..."

جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ثابت قدم رہنے کا ایک پہلو ہر اس شخص کی اطاعت ہے جس کے احکام و نصیحت کی جڑیں اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ اطاعت میں ہیں۔

چونکہ لوگ کامل نہیں ہیں وہ بلاشبہ غلطیاں کریں گے اور گناہ کریں گے۔ لہٰذا ایمان کے معاملات میں ثابت قدم رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان کامل ہو جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر سختی سے عمل کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اور اگر کوئی گناہ ہو جائے تو سچے دل سے توبہ کریں۔ اس کی طرف باب 41 فصیلات، آیت 6 میں اشارہ کیا گیا ہے:

’’...تو سیدھا اس کی طرف چلو اور اس سے معافی مانگو‘‘

اس کی مزید تائید جامع ترمذی نمبر 1987 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور کسی نیک عمل سے سرزد ہونے والے (معمولی) گناہ کو مٹانے کی تلقین کی گئی ہے۔ امام مالک کی موطا، کتاب 2، حدیث نمبر 37 میں موجود ایک اور حدیث میں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی پوری کوشش کریں، اگرچہ وہ اس پر عمل کریں۔ یہ مکمل طور پر کرنے کے قابل نہیں ہے. لہٰذا ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی نیت اور جسمانی عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ثابت قدمی میں اس کو حاصل کرنے کی صلاحیت کو پورا کرے۔ انہیں کمال حاصل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ کوئی شخص اپنے جسمانی اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا جب تک کہ وہ اپنے روحانی قلب کو پہلے پاک نہ کرے۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 3984 میں موجود ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جسم کے اعضاء صرف اسی صورت میں کام کریں گے جب روحانی قلب پاک ہو۔ دل کی پاکیزگی صرف قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

ثابت قدمی کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی زبان پر قابو رکھے جیسا کہ یہ دل کا اظہار کرتی ہے۔ زبان پر قابو رکھے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ممکن نہیں۔ جامع ترمذی نمبر 2407 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

آخر میں اگر اللہ تعالیٰ کی ثابت قدمی میں کوئی کمی واقع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرنی چاہیے اور لوگوں سے معافی مانگنی چاہیے، اگر اس میں ان کے حقوق شامل ہوں۔ باب 46 الاحقاف، آیت 13:

’’بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ راہ راست پر رہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘

# ایمان کو مضبوط کرنا - 3

صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان کی فضیلت کا مفہوم بیان فرمایا۔ اس فضیلت سے مراد اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ سلوک اور برتاؤ ہے۔ فضیلت کے ساتھ عمل کرنے کا تذکرہ پورے قرآن میں کیا گیا ہے، جیسے کہ باب 10 یونس، آیت 26:

"...جن لوگوں نے بہترین کام کیا ان کے لیے بہترین ]اجر [ہے - اور اضافی"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 449 اور 450 میں موجود احادیث میں اس آیت کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس آیت میں اضافی لفظ سے مراد یہ ہے کہ جب اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو گا۔ ، عالی۔ یہ انعام اس مسلمان کے لیے موزوں ہے جو کمال کے ساتھ کام کرتا ہے کیونکہ فضیلت کا مطلب اپنی زندگی گزارنا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ کی گواہی دے سکتا ہے، ہر وقت اپنے ظاہری اور باطن کا مشاہدہ کرتا ہے۔ ایک ایسا شخص جو ایک طاقتور اتھارٹی کو دیکھ سکتا ہے کہ وہ ان کے خوف سے کبھی بدتمیزی نہیں کرے گا۔ درحقیقت، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار کسی کو نصیحت کی کہ وہ ہمیشہ ایسا برتاؤ کرے جیسے کہ وہ ایک نیک آدمی جس کا وہ احترام کرتا ہے، اسے مسلسل دیکھ رہا ہو۔ امام طبرانی کی المعجم الکبیر نمبر 5539 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جو شخص اس طرح عمل کرے گا وہ بہت کم گناہوں کا ارتکاب کرے گا اور ہمیشہ نیکیوں میں جلدی کرے گا۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرتا ہے اور دنیا میں آزمائش کی آگ اور آخرت میں جہنم کی آگ سے ڈھال کا کام کرتا ہے۔ یہ چوکسی اس بات کو یقینی بنائے گی کہ انسان نہ صرف اللہ تعالیٰ کے تئیں اپنے تمام فرائض کو پورا کرتا ہے بلکہ یہ مخلوق کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ جس کی چوٹی خلوص دل سے دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ یہ شخص جامع ترمذی نمبر 251 میں موجود حدیث کو پورا کرے گا جس میں یہ نصیحت ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

فضیلت کا یہ درجہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ صحیح نیت کے ساتھ عمل کیا جائے، جو کہ ایمان کی بنیاد ہے، صحیح بخاری میں موجود حدیث نمبر 1 کے مطابق۔ کامیابی اس کے لیے یقینی ہے جو نیک عمل کرتا ہے اور صحیح نیت کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے۔ ایک شخص جتنا اچھا عمل کرتا ہے، اس کا ایمان اتنا ہی مضبوط ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسلمان بن جاتا ہے جو غفلت سے دور رہتا ہے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی آخرت اور دنیاوی زندگی کو سنوارنے کے لیے ہمیشہ جدوجہد کرتا رہتا ہے۔

اندیشہ ہے کہ اس انعام کے برعکس ان لوگوں کو ملے گا جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی۔ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر نگاہوں سے بے خوف زندگی گزاری، اس لیے وہ آخرت میں اس کے دیدار سے پردے میں رہیں گے۔ باب 83 المطففین، آیت 15:

‘‘نہیں !یقیناً اس دن ان کے رب کی طرف سے وہ الگ الگ ہو جائیں گے۔"

جو لوگ عمل کے اس درجے تک پہنچنے میں ناکام رہتے ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ کی گواہی دے رہے ہیں، ان پر لازم ہے کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں دی گئی نصیحت کے دوسرے حصے پر عمل کریں، یعنی یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مسلسل نگرانی کر رہا ہے۔ .اگرچہ یہ حالت درجے میں اس شخص کے مقابلے میں کم ہے جو اس طرح عمل کرتا ہے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے، کوئی بھی کم نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے سچے خوف کو اپنانے کا بہترین طریقہ ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ رویہ کسی کو گناہوں سے روکے گا اور نیک کاموں کی طرف ترغیب دے گا۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام طبرانی کی کتاب المعجم الکبیر نمبر 7935 میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اس ذہنیت کو اپنانے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے سایہ عطا فرمائے گا۔ سربلند

اللہ تعالیٰ کی الوہی موجودگی کا تذکرہ پورے قرآن میں موجود ہے، جیسے کہ باب 57 الحدید، آیت 4:

’’آپ جہاں کہیں بھی ہوں وہ آپ کے ساتھ ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی احادیث میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ الٰہی کے حقیقی شعور کو اپنانے کی تلقین فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 7405 میں موجود ایک الہی حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہے جو اسے یاد کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہلیۃ الاولیاء جلد 1 صفحہ 84 اور 85 میں امیر المومنین علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ شان و شوکت سے کنارہ کش ہو گئے۔ مادی دنیا کا اور تنہا رات میں سکون ملا۔ یعنی لوگوں کی صحبت کے بجائے اللہ تعالیٰ کی صحبت طلب کی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ الٰہی کی بیداری کو اپنانا نہ صرف گناہوں سے روکتا ہے اور نیک اعمال کی ترغیب دیتا ہے بلکہ یہ تنہائی اور افسردگی سے بھی بچاتا ہے۔ ایک شخص ذہنی صحت کے مسائل سے بہت کم متاثر ہوتا ہے جب وہ مسلسل کسی ایسے شخص سے گھرا رہتا ہے جو ان سے پیار کرتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر مخلوق سے کوئی محبت نہیں کرتا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہر طرح کی مدد کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا، فضیلت کے ساتھ کام کرنے سے کسی کے ایمان، اعمال، جذباتی کیفیت اور وسیع تر معاشرے کو فائدہ ہوتا ہے۔

ایک مسلمان کو ان لوگوں کی طرح بننے سے گریز کرنا چاہیے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ان پر نظر رکھنے والوں میں سب سے زیادہ حقیر سمجھتے ہیں۔ یہ ایک شدید روحانی بیماری ہے جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ ہر قسم کے گناہوں اور برے سلوک کی طرف لے جاتی ہے۔

جو شخص مسلسل نظر الٰہی کو یاد کرتے ہوئے نچلے درجے پر عمل کرتا ہے وہ آخر کار بلندی تک پہنچ جاتا ہے اور اس طرح زندگی گزارتا ہے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور ان کی ظاہری اور باطنی حالتوں کا مسلسل مشاہدہ کر رہا ہے۔ اس طریقے سے زندگی گزارنا ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کو یقینی بناتا ہے۔

ایمان کی فضیلت کے دونوں درجے اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب کوئی اسلامی علم سیکھتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ جتنا زیادہ وہ یہ کریں گے، اتنا ہی زیادہ وہ خدائی موجودگی سے آگاہ ہوں گے۔ اس طرز عمل پر ثابت قدم رہنا پھر ایمان کی فضیلت کا باعث بنے گا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 4

صحیح بخاری نمبر 6407 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے اور نہ کرنے والے کے درمیان فرق ایک زندہ انسان جیسا ہے۔ ایک مردہ شخص کو.

ان مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں، تاکہ وہ دنیا اور آخرت کی تمام مشکلات پر کامیابی سے قابو پا سکیں، اللہ تعالیٰ کو زیادہ سے زیادہ یاد کریں۔ سادہ الفاظ میں، وہ جتنا زیادہ اسے یاد کریں گے، اتنا ہی وہ اس اہم مقصد کو حاصل کریں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے تین درجوں پر عملاً عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ پہلا درجہ اللہ تعالیٰ کو اندرونی اور خاموشی سے یاد کرنا ہے۔ اس میں اپنی نیت کو درست کرنا بھی شامل ہے تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عمل کرے۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کو زبان سے یاد کرنا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے طریقوں سے بات کرنا، یا خاموش رہنا شامل ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 176 میں موجود حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے کہ جب کسی کے پاس کہنے کو کچھ اچھا نہ ہو تو خاموش رہنا ایک نیک عمل ہے اور اس لیے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کا سب سے اعلیٰ اور مؤثر طریقہ عملاً اسے اعضاء کے ساتھ یاد کرنا ہے۔ یہ اس کے احکام کو پورا کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ جو ایسا کرے گا وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ لیکن اس کے لیے اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، جو کہ دونوں جہانوں میں تمام بھلائیوں اور کامیابیوں کی جڑ ہے۔

پہلے دو درجوں پر رہنے والوں کو ان کی نیت کے اعتبار سے ثواب ملے گا لیکن ان کے ایمان اور تقویٰ میں اس وقت تک اضافہ ہونے کا امکان نہیں ہے جب تک کہ وہ ذکر الٰہی کے تیسرے اور اعلیٰ درجے تک نہ پہنچ جائیں۔

تینوں سطحوں کو پورا کرنے والے کو دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کی سلامتی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28:

‘‘بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔’’

اور باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان جو اپنے واجبات کو پورا کرتے ہیں اور رضاکارانہ عبادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ان درجات کو نظر انداز کرتے ہیں اور ان کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں، اور نتیجتاً وہ اپنی عبادت اور نیک اعمال کے باوجود اس دنیا میں سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 5

صحیح بخاری کی حدیث نمبر 574 میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی کہ جو شخص دو ٹھنڈی نمازیں قائم کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔

دو ٹھنڈی فرض نمازوں سے مراد فجر اور ظہر کی فرض نمازیں ہیں )فجر اور عصر (کیونکہ ان دونوں اوقات میں موسم دیگر اوقات کے مقابلے میں ٹھنڈا ہوتا ہے یعنی طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔

فرض نمازوں کو قائم کرنے میں ان کی تمام شرائط اور آداب کو صحیح طریقے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق پورا کرنا شامل ہے، جیسے کہ انہیں وقت پر ادا کرنا۔ درحقیقت ان کے پیش آنے کے ساتھ ہی پیش کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ایک ہے۔ صحیح مسلم نمبر 252 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

اگرچہ پانچ فرض نمازیں ہیں جن کا ابھی قائم ہونا ضروری ہے لیکن زیر بحث مرکزی حدیث میں صرف دو کا ذکر ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں غالباً قائم کرنا مشکل ترین ہیں۔ فجر کی فرض نماز ایسے وقت میں ہوتی ہے جب اکثر لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ لہذا، اسے صحیح طریقے سے پیش کرنے کے لیے اپنے آرام دہ بستر کو چھوڑنے کے لیے بہت زیادہ توانائی اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ظہر کی فرض نماز زیادہ تر ایسے وقت میں ہوتی ہے جب زیادہ تر لوگ اپنے کام کا دن مکمل کر چکے ہوتے ہیں اور تھکے ہارے گھر لوٹ چکے ہوتے ہیں۔ لہٰذا فرض نماز کو صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے تھکا دینے والے اور حتیٰ کہ دباؤ والے دن کے بعد آرام چھوڑنا مشکل ہے۔ لہٰذا، اگر کوئی ان دونوں نمازوں کو صحیح طور پر قائم کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے، دوسری فرض نمازوں کو جو عام طور پر زیادہ آسان اوقات میں ادا کرتا ہے، آسانی سے ادا کرے گا۔

لہٰذا مسلمانوں کو اپنی تمام فرض نمازوں کو قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ اسلام کی اصل ہے اور یہ حقیقت میں عقیدہ کو کفر سے الگ کرتی ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2618 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

آخر میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ زیر بحث مرکزی حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص صرف پانچ فرض نمازوں کی ادائیگی سے ہی کامیابی حاصل کر سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے اپنے دیگر واجبات اور ذمہ داریوں سے غافل ہو سکتا ہے۔ درحقیقت ان کی فرض نمازوں کو قائم کرنے والا اپنے تمام واجبات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا کیونکہ یہ فرض نمازوں کے قیام کا ایک نتیجہ ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45:

"...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے..."

اس کے علاوہ حدیث اس شخص کے لیے جنت کی ضمانت دیتی ہے جو اپنی فرض نمازیں قائم کرتا ہے لیکن اس بات کی ضمانت نہیں دیتا کہ وہ اپنے گناہوں کے نتیجے میں پہلے جہنم میں داخل نہیں ہوں گے۔ اس لیے ہمیشہ کی طرح قرآن مجید کی آیات اور احادیث کو ان کے صحیح تناظر میں سمجھنا چاہیے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 6

سنن ابن ماجہ نمبر 4168 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مضبوط مؤمن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ محبوب ہے۔

یہ لازمی طور پر جسمانی طاقت کا حوالہ نہیں دیتا، جسے کوئی نیک اعمال انجام دینے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس سے مراد ایمان کا یقین حاصل کرنے کے لیے اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا بھی ہے۔ پختہ ایمان رکھنے والا اپنے علم کے مطابق ہر مشکل اور آسانی کے وقت اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے اپنے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔ جب کہ ایک کمزور مومن اللہ تعالیٰ اور مشکل حالات میں لوگوں کے لیے اپنے فرائض میں آسانی سے ناکام ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ، کمزور مومن کا ایمان دوسروں کی اندھی تقلید پر مبنی ہے، نہ کہ اسلامی علم پر۔ اندھی تقلید نئے علم کے حصول کے ذریعے اپنے رویے کو بہتر بنانے سے روکتی ہے اور یہ اکثر منحرف طریقوں کی طرف لے جاتی ہے، خاص طور پر جب نقل کرنے والا شخص خود جاہل ہوتا ہے۔ اندھی تقلید اس وقت کافی نہیں ہوتی جب کسی کو مشکل حالات کا سامنا ہو، جس کے لیے ثابت قدمی کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی جڑ خود اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔ مثال کے طور پر، جس کے پاس اسلامی علم نہیں ہے وہ آسانی سے تقدیر سے سوال کرتا ہے اور چیلنج کرتا ہے۔

جس کا ایمان جتنا مضبوط ہو گا، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ان کی کامیابی میں اضافہ ہوتا ہے۔ باب 41 فصیلات، آیت 53:

ہم اُن کو اپنی نشانیاں افق اور اُن کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر واضح ہو جائے گا کہ یہ ’’حق ہے‘‘۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 7

صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک آسمانی حدیث میں اللہ تعالیٰ نے چند اہم باتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے خلاف اعلان جنگ فرماتا ہے جو اپنے کسی نیک دوست سے دشمنی کرتا ہے۔

ایسا اس طرح ہوتا ہے کہ جو شخص کسی کے دوست سے دشمنی ظاہر کرتا ہے وہ درحقیقت اس شخص سے بالواسطہ دشمنی دکھا رہا ہوتا ہے۔ یہ بالواسطہ طور پر مسلمانوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دوستی رکھیں اور ان کے لیے کبھی بھی کسی قسم کی دشمنی یا ناپسندیدگی کا اظہار نہ کریں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں جیسا کہ شیطان کا رویہ ہے۔ باب 60 الممتحنہ، آیت 1:

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔“

یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی کوئی بھی صورت اس کے خلاف جنگ ہے۔ لہٰذا، ایک مسلمان کو ہر قسم کی نافرمانی سے بچنا چاہیے، بشمول اس کی اطاعت میں کوشش کرنے والوں کو ناپسند کرنا، کیونکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 3862 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ کوئی شخص کبھی بھی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین نہ کرے کیونکہ ان کی توہین کرنا توہین کے مترادف ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جس نے آپ کو نقصان پہنچایا اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی ہے۔ اور اس گنہگار کو جلد ہی سزا ملے گی، بشرطیکہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ نیکی، جو کہ کسی کی نیت پر مبنی ہے، لوگوں سے پوشیدہ ہے، مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں کو ناپسند کرنے سے بچنا چاہیے، کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کا نیک دوست کون ہے۔ لہٰذا مرکزی حدیث کا یہ حصہ تمام مسلمانوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، ان کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہوئے جو لوگ چاہتے ہیں۔

اگلی بات جو زیر بحث اہم الٰہی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان صرف اپنے فرائض کی ادائیگی کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اور وہ رضاکارانہ عمل صالح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ وضاحت اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دو قسموں میں تقسیم کرتی ہے۔ پہلا گروہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے واجبات جیسے فرض نماز اور لوگوں کے حوالے سے جیسے فرض صدقہ کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اس کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر پر صبر کرنے سے ہو سکتا ہے۔

دوسری قسم کے وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا جاتا ہے وہ پہلے گروہ سے برتر ہیں کیونکہ وہ نہ صرف اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے ہیں بلکہ رضاکارانہ طور پر نیک کاموں میں بھی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا یہی واحد راستہ ہے۔ جو اس کے علاوہ کوئی راستہ اختیار کرے گا وہ اس اہم مقصد کو حاصل نہیں کر سکے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد کیے بغیر ولیت حاصل کرنے کے تصور کو یکسر مسترد کرتا ہے۔ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے وہ محض جھوٹا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 4094 میں موجود حدیث کی تصدیق کی ہے کہ جب روحانی قلب پاک ہوتا ہے تو باقی جسم بھی پاک ہوجاتا ہے۔ یہ عمل صالح کی طرف لے جاتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص اعمال صالحہ مثلاً اپنے واجبات کو ادا نہ کرے تو اس کا جسم نجس ہے یعنی اس کا روحانی دل بھی نجس ہے۔ یہ شخص کبھی اللہ تعالیٰ کے قرب تک نہیں پہنچ سکتا۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ سب سے بڑا رضاکارانہ عمل وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر مبنی ہو۔ جو کوئی بھی اپنی روایات پر مبنی رضاکارانہ اعمال صالحہ انجام دینے کا انتخاب کرتا ہے اسے شیطان نے بے وقوف بنا دیا ہے کیونکہ کوئی بھی راستہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں لے جائے گا سوائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے اور اعمال کے۔ باب 3. علی عمران، آیت 31:

’’کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔‘‘

دوسرے اعلیٰ گروہ میں شامل متقی مسلمان بھی وہ ہیں جو اس مادی دنیا کی فضول اور فضول چیزوں سے بچتے ہیں۔ یہ رویہ انہیں اپنی کوششوں کو رضاکارانہ نیک اعمال انجام دینے پر مرکوز کرنے میں مدد کرتا ہے۔ یہی وہ گروہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت، عداوت، دے کر اور سب کچھ روک کر اپنے ایمان کو مکمل کیا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

مزید برآں، اس اعلیٰ گروہ کے مسلمان کوشش کرتے ہیں کہ انہیں جو بھی نعمت دی گئی ہے، جیسے کہ ان کی توانائی اور وقت، ان طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کریں۔ وہ انہیں ایسے طریقوں سے استعمال کرنے سے گریز کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوں گے اور نہ ہی آخرت میں ان کو فائدہ پہنچائیں گے، خواہ یہ طریقے جائز ہوں۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی فرد فرائض کی ادائیگی اور نفلی اعمال کو انجام دینے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پانچوں حواس کو برکت دیتا

ہے تاکہ وہ ان کو اس کی اطاعت میں استعمال کریں۔ یہ نیک بندہ بہت کم گناہ کرے گا۔ ہدایت میں اس اضافے کی طرف باب 29 العنکبوت، آیت 69 میں اشارہ کیا گیا ہے:

‘‘اور جو لوگ ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں، ہم ان کو اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے۔’’

یہ مسلمان فضیلت کے اس درجے کو پہنچ جاتا ہے جس کا ذکر صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود حدیث میں آیا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک مسلمان عمل کرتا ہے جیسے نماز، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ جو اس درجے تک پہنچ جائے گا وہ اپنے دماغ اور جسم کو گناہوں سے محفوظ رکھے گا۔ یہ وہ ہے جو جب بولتے ہیں تو اللہ کے لیے بولتے ہیں، جب خاموش ہوتے ہیں تو اللہ کے لیے خاموش رہتے ہیں۔ جب وہ کام کرتے ہیں تو اس کے لیے کام کرتے ہیں اور جب وہ ساکت ہوتے ہیں تو اس کی خاطر ہوتے ہیں۔ یہ توحید اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سمجھنے کا ایک پہلو ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس بااختیاریت میں مشکلات سے صبر کے ساتھ نمٹنا اور شکر کے ساتھ آسانی کے اوقات شامل ہیں، جس میں ان نعمتوں کا استعمال شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ اس بااختیاریت میں ذہنی سکون حاصل کرنا بھی شامل ہے، کیونکہ جو شخص بااختیار ہے اس کی ذہنی حالت آسانی سے متزلزل نہیں ہوگی اور نہ ہی اس دنیا میں مختلف حالات سے ٹوٹے گی۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کی یہ دعا پوری ہوگی اور انہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت حاصل ہوگی۔ یہ ان لوگوں کے لیے ایک واضح سبق ہے جو حلال دنیاوی چیزوں کے خواہش مند ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے سوا کسی ذریعہ سے ان کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ کوئی روحانی استاد یا کوئی اور شخص کسی شخص کو اس وقت تک چیزیں نہیں دے سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش نہ کرے اور ان چیزوں کو حاصل کرنا ان کا مقدر ہو۔ اس کے علاوہ کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب سے

دونوں جہانوں میں دوسری پناہ اور حفاظت نہیں کر سکتا اور نہ دے گا۔ یہ حفاظت اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس سے کچھ لوگوں کی خواہش مندانہ سوچ ختم ہو جاتی ہے جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہ سکتے ہیں اور پھر بھی اس کے عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہیں، خاص طور پر آخرت میں، کسی اور کی شفاعت کے ذریعے۔ حالانکہ قیامت کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ایک حقیقت ہے، لیکن اس طنزیہ انداز سے کم تر سلوک کسی کو اس سے محروم نہیں کر سکتا۔

اس حدیث کو ختم کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب صرف اس کی سچی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر پر صبر کرنے سے۔ ، السلام علیکم باقی تمام مشروع طریقے باطل ہیں اور خواہش مندانہ سوچ کے سوا کچھ نہیں، جس کی اسلام میں کوئی قدر و وزن نہیں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 8

صحیح بخاری نمبر 6806 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سات گروہوں کا تذکرہ کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا۔

یہ سایہ ان کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے گا جس میں سورج کو تخلیق کے دو میل کے اندر اندر لانے کی وجہ سے ناقابل برداشت گرمی بھی شامل ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

ان گروہوں میں سے ایک نوجوان بھی شامل ہے جس کی پرورش اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوئی۔ یہ ایک عظیم عمل ہے کیونکہ جوانی میں دنیاوی چیزوں کی خواہش اور ان کے حصول کے لیے ذہنی اور جسمانی قوت کا ہونا سب سے بڑا کام ہے۔ مثال کے طور پر، بزرگوں کا مسجد میں باقاعدگی سے جانا عام ہے لیکن کسی نوجوان کا مشاہدہ کرنا بہت کم ہے۔ پس اگر وہ اپنی خواہشات کو ایک طرف رکھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کو پہلے پورا کرنے کی کوشش کریں تو ان کا اجر عظیم ہوگا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ یہ حدیث کسی ایسے نوجوان کی طرف اشارہ نہیں کرتی جو مسلسل اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہو۔ اس سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے فرائض کو پورا کرتا ہے، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق فرض نمازیں اور لوگوں کے لیے ان کے فرائض۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اسے دوسرے حلال کاموں کے لیے کافی وقت ملے گا۔ لیکن یہ رویہ کسی نوجوان میں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے کیونکہ زیادہ تر مسلمان اپنے فرائض کی ادائیگی کی اہمیت کو صرف اس وقت سمجھتے ہیں جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ اس لیے والدین اور بزرگوں کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی اپنے فرائض کی ادائیگی کی ترغیب دیں۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 495 میں موجود ایک حدیث میں والدین کو بھی نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو

فرض نمازیں پڑھنے کی ترغیب دیں قبل اس کے کہ وہ اس عمر کو پہنچ جائیں جب وہ ان پر فرض ہو جائیں۔ .یہ تیاری اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ جب وہ ان پر پابند ہوں گے تو وہ اپنے فرائض کو پورا کریں گے۔ بدقسمتی سے، یہ بچوں کی پرورش کا ایک پہلو ہے جسے مسلمان اکثر نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے بچوں کو دنیاوی معاملات میں کامیاب ہونے کی ترغیب دیتے ہیں اور ان کی مذہبی تعلیم میں تاخیر کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت تک وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے اپنی راہیں متعین کر لیتے ہیں۔

قیامت کے دن اگلا سایہ وہ مسلمان ہوگا جس کا دل مساجد سے لگا ہوا ہے۔ اس میں وہ مسلمان بھی شامل ہے جو اپنی فرض نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 1481 میں موجود حدیث کو سمجھ کر اس عمل کو انجام نہ دینے کی سنگینی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں کے گھروں کو حکم دینا چاہا جو ان کی نماز ادا کرنے میں ناکام رہے۔ مسجد میں باجماعت نمازیں بغیر کسی عذر کے جلا دی جائیں۔

اس دن اور دور میں ایک محنت کش مسلمان کے لیے اپنی تمام فرض نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنا مشکل ہے۔ لیکن پھر بھی چند کو چھوڑ کر ہر مسلمان ہر روز مسجد میں جماعت کے ساتھ کم از کم چند فرض نمازیں ادا کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر جو لوگ رات کی شفٹوں میں کام کرتے ہیں وہ فرض نمازیں پڑھ سکتے ہیں جو دن میں ہوتی ہیں۔ اور جو لوگ دن کی شفٹوں میں کام کرتے ہیں وہ فرض نمازیں پڑھ سکتے ہیں جو رات کو مسجد میں جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔

اس حدیث میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسلامی علم سکھانے یا سیکھنے کے لیے باقاعدگی سے مساجد میں آتے ہیں کیونکہ یہ عمل ان کے دلوں کو مسجد کی طرف لوٹنے کا باعث بنتا ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری شخص جس کو قیامت کے دن سایہ ملے گا وہ ہے جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور روتا ہے۔ اولاً یہ کہ یہ ردعمل خلوت میں ہوتا ہے مسلمانوں کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے، ان کا رد عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ یہ ردعمل بہت سے عوامل کی وجہ سے ہو سکتا ہے جس میں کسی کو ان بے شمار نعمتوں کا ادراک بھی شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں حالانکہ وہ ان کا غلط استعمال کرکے ان کے لیے شکرگزاری کی کمی کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو سمجھنا جب وہ مخلوق سے ان کے گناہوں کو چھپاتا ہے۔ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل برکتیں مل رہی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ گناہ کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کا ان کے اپنے اعمال کی عکاسی اور تشخیص جو انہیں خلوص دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ کسی کا یہ احساس کہ انہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بخشا اور جنت عطا کی جائے گی، نہ کہ ان کے اعمال صالحہ کی وجہ سے، جس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6467 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ ردعمل صرف اس وقت ہوتا ہے جب کوئی اس مادی دنیا، آخرت، موت، قیامت اور ان کے اعمال پر صحیح معنوں میں غور کرتا ہے۔ جو اس سے غافل رہے گا وہ کبھی یہ نتیجہ حاصل نہیں کر سکے گا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 9

جامع ترمذی نمبر 1987 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند اہم نصیحتیں فرمائیں۔ سب سے پہلے تقویٰ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔

یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لاتا ہے، اس کی ممانعتوں سے باز آتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے۔ یہ صرف قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ نصیحت اسلام کی تمام تعلیمات اور فرائض کا احاطہ کرتی ہے۔ جب کوئی اس طریقے سے کوشش کرتا ہے تو بالآخر وہ ایمان کے اعلیٰ درجے تک پہنچ جاتا ہے جسے فضیلت کہتے ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی عمل کرتا ہے، جیسے کہ نماز پڑھنا، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، ان کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور مخلوق دونوں کے لیے اپنے فرائض کو پورا کرے۔ مؤخر الذکر میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا شامل ہے۔ یہ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنے سے بہترین طریقے سے پورا ہوتا ہے جیسا کہ کوئی شخص لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے۔

دوسری نصیحت جو زیر بحث مرکزی حدیث میں دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ گناہ کے بعد نیک عمل کرے تاکہ اس سے گناہ مٹ جائے۔ اس سے مراد صرف چھوٹے گناہ ہیں کیونکہ بڑے گناہوں کے لیے سچی توبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی اپنے عمل صالح میں سچے دل سے توبہ کا اضافہ کرے تو اس سے چھوٹے یا بڑے تمام گناہ مٹ جائیں گے۔ لیکن عمل صالح کا ایک حصہ یہ ہے کہ اس گناہ کو دوبارہ نہ دہرانے کی کوشش کی جائے، کیونکہ نیک عمل کے ساتھ عمل کرنے کی نیت سے گناہ کرنا ایک خطرناک گمراہ کن ذہنیت ہے۔ گناہ نہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جب وہ سرزد ہو جائیں تو سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے۔ سچی توبہ میں پچھتاوا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، شامل ہے، جب تک کہ اس سے مزید پریشانی نہ ہو، اس کے لیے خلوص نیت سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ اسی یا اس سے ملتے جلتے گناہوں سے اجتناب کرے گا اور اس کی تلافی کرے گا۔ وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے بارے میں پامال ہوئے ہیں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 10

سنن ابن ماجہ نمبر 3371 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ مسلمان کو ہرگز شراب نہیں پینی چاہیے کیونکہ یہ تمام برائیوں کی کنجی ہے۔

بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ کبیرہ گناہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا ہے۔ یہ تمام برائیوں کی کنجی ہے کیونکہ یہ دوسرے گناہوں کو جنم دیتی ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کیونکہ شرابی اپنی زبان اور جسمانی افعال پر قابو کھو دیتا ہے۔ صرف اس خبر کو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ شراب پینے سے کتنا جرم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ اعتدال سے پیتے ہیں وہ صرف اپنے جسم کو نقصان پہنچاتے ہیں، جسے سائنس نے ثابت کیا ہے۔ الکحل سے منسلک جسمانی اور ذہنی بیماریاں بے شمار ہیں اور نیشنل ہیلتھ سروس اور ٹیکس دہندگان پر بھاری بوجھ کا باعث بنتی ہیں۔ یہ تمام برائیوں کی کلید ہے کیونکہ یہ انسان کے تینوں پہلوؤں پر منفی اثر ڈالتی ہے :ان کا جسم، دماغ اور روح۔ یہ لوگوں کے درمیان تعلقات کو تباہ کر دیتا ہے، کیونکہ الکحل کسی کے رویے کو منفی طور پر متاثر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، شراب نوشی اور گھریلو تشدد کے درمیان واضح تعلق ہے۔ باب 5 المائدۃ، آیت 90:

’’ اے ایمان والو، بے شک نشہ، جوا، پتھروں پر قربانی کرنا، اور طاغوت کے تیر شیطان کے کام سے ناپاک ہیں، لہٰذا اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔‘‘

اس آیت میں شراب پینے کو ان چیزوں کے ساتھ رکھا گیا ہے جن کا تعلق شرک سے ہے، اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ اس سے بچنا کتنا ضروری ہے۔

یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 3376 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ شراب باقاعدگی سے پینے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

سنن ابن ماجہ، نمبر 68 کی ایک حدیث کے مطابق امن کے اسلامی سلام کو پھیلانا جنت کے حصول کی کلید ہے۔ امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 1017 میں پائی جانے والی ایک حدیث، مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو سلام نہ کریں۔ باقاعدگی سے شراب پیتا ہے.

شراب ایک انوکھا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 3380 میں اس پر دس مختلف طریقوں سے لعنت کی گئی ہے۔ ان میں شراب خود، اسے بنانے والا، اس کے پیدا کرنے والا، جس کے لیے تیار کیا گیا، شامل ہے۔ اسے بیچنے والا، اسے خریدنے والا، اسے اٹھانے والا، جس تک پہنچایا جائے، وہ جو اسے بیچ کر حاصل کردہ مال کو استعمال کرے، اسے پینے والا اور اس کو ڈالنے والا۔ جو شخص ایسی لعنت کا معاملہ کرے گا وہ اس وقت تک حقیقی کامیابی حاصل نہیں کرے گا جب تک وہ سچے دل سے توبہ نہ کرے۔

اگرچہ، شراب کی لت کو توڑنا مشکل ہے، لیکن کسی کو بھی ان تمام چیزوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے جو اسے اس کی طرف مائل کریں، جیسے برے دوست۔ انہیں ان کے لیے دستیاب تمام مدد کا استعمال کرنا چاہیے، جیسے کہ کونسلنگ سیشن۔ انہیں کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر ایسا بوجھ نہیں ڈالتا جس کو وہ پورا نہ کر سکے۔ باب 2 البقرہ، آیت 286:

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

یہ چیزیں ان کو اس بڑے گناہ سے نیکی سے باز آنے میں مدد دیں گی۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 11

صحیح بخاری نمبر 6464 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اعمال صحیح، خلوص اور اعتدال کے ساتھ کئے جائیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ انسان کے اعمال اسے جنت میں نہیں لے جائیں گے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اعمال وہ ہیں جو باقاعدگی سے ہوں خواہ وہ کم ہوں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ صحیح معنوں میں اعمال کو انجام دیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق، کیونکہ اس ہدایت کے بغیر اعمال انجام دینے سے اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور ہو جائے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 31:

’’کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔‘‘

اس کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے، نہ کہ کسی اور وجہ سے، جیسے دکھاوے کے لیے۔ ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اپنا اجر حاصل کریں جن کے لیے انہوں نے قیامت کے دن عمل کیا، جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اوپر زیادہ بوجھ ڈالے بغیر اعتدال کے ساتھ رضاکارانہ نیک اعمال انجام دیں کیونکہ یہ اکثر ترک کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس کے بجائے، انہیں اپنی استطاعت اور اسباب کے مطابق باقاعدگی سے عمل کرنا چاہیے، خواہ یہ اعمال حجم اور تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ یہ ان بڑے اعمال سے کہیں زیادہ برتر ہے جو وقتاً فوقتاً کیے جاتے ہیں۔ اعتدال انسان کو ان کے فرائض اور ذمہ داریوں میں سے کسی کو نظرانداز کرنے سے بھی روکتا ہے،

خواہ وہ اللہ تعالیٰ، بزرگی، یا لوگوں کے حوالے سے ہوں۔ اعتدال انسان کو اپنی تمام ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اس کے پاس ضرورت سے زیادہ، اسراف یا فضول خرچی کے بغیر حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے کافی وقت ہو۔

آخر میں، ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ان کے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہیں، کیونکہ انہیں انجام دینے کا الہام، علم، طاقت اور موقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ لہٰذا مسلمان صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کے علاوہ، خواہ کتنے ہی اچھے اعمال کیوں نہ کیے جائیں، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ان گنت نعمتوں کا کبھی بھی مناسب شکر ادا نہیں کر سکتا۔ ان حقائق کو سمجھنا انسان کو تکبر کی مہلک خصوصیت کو اپنانے سے روکتا ہے۔ ایک ایٹم کی قیمت کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 266 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 12

جامع ترمذی نمبر 2389 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ نیکی حسن اخلاق ہے اور گناہ ایک منفی اندرونی احساس پیدا کرتا ہے اور اس کے کرنے والا ناپسندیدہ ہوگا کہ دوسروں کو اس کا پتہ چلے۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نیکی اور نیکی کی جڑ حسن اخلاق ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اس میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے حقوق کی ادائیگی بھی شامل ہے۔ یہ اس وقت پورا ہو سکتا ہے جب کوئی لوگوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ درحقیقت ایک شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک حسن اخلاق کو اپنانا ضروری ہے کیونکہ یہ قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گی اور اچھے اخلاق والے شخص کے لیے۔ نماز اور روزے رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2003 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث اس بات کی بھی نشاندہی کرتی ہے کہ کسی کے اعمال کا فیصلہ کیسے کیا جائے۔ گناہ ایک ایسی چیز ہے جو ایک منفی اندرونی احساس پیدا کرتی ہے اور گناہ گار دوسروں کو اپنے اعمال کے بارے میں تلاش کرنا ناپسند کرتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس نصیحت پر عمل کرتا ہے تو وہ گناہوں کی کثرت سے بچ جائے گا، کیونکہ انسانوں کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ جب وہ اکثر گناہ کرتے ہیں تو انہیں خبردار کرتا ہے۔ یہ مجرمانہ ضمیر درحقیقت اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کی روح کو قیامت کے دن ان کے جوابدہی پر یقین کرنے کی پیش گوئی کی گئی ہے، جیسا کہ انسان گناہوں کے بارے میں منفی محسوس کرتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ مکمل طور پر یقین رکھتا ہو کہ لوگوں کی طرف سے ان کا احتساب نہیں کیا جائے گا، جیسے کہ پولیس کے طور پر.

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ مسلمانوں کو اب بھی اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ یہ اندرونی تنبیہ تمام گناہوں کے ساتھ نہیں ہوتی اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہے تو وہ اس تنبیہاتی نظام سے محروم ہو جائیں گے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4244 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ گناہوں سے بہترین روک تھام ہے، جس پر مسلمانوں کو دھیان دینا چاہیے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 13

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 28 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو خصلتوں کی نصیحت فرمائی جو ایک مسلمان کو جنت میں لے جاتی ہیں۔

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 28 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین خصلتوں کی نصیحت فرمائی جو مسلمان کو جنت میں لے جاتی ہیں۔

پہلا حلال کھانا کھایا جائے۔ اس میں کسی کی زندگی کے کسی بھی پہلو میں غیر قانونی، جیسے دولت، حاصل کرنے اور استعمال کرنے سے گریز کرنا شامل ہے۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ حرام رزق استعمال کرنے والے مسلمان کے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوں گے۔ حلال رزق کا حصول اسلام کی بنیاد ہے، اس کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔ جیسا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے حلال رزق مختص کیا گیا تھا، صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود حدیث کے مطابق، ایک مسلمان کو چاہیے کہ اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی طاقت اور وسائل کو پورا یقین رکھتے ہوئے استعمال کرے۔ وہ اسے وصول کریں گے .یہ انہیں غیر قانونی کی پیروی کرنے سے روک دے گا۔

دوسری خصوصیت جس کا ذکر مرکزی حدیث میں کیا گیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر عمل کرنا ہے۔ اس کا مطلب صرف انہیں سیکھنا نہیں ہے بلکہ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ ان پر عمل کرنا بھی شامل ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ ایک مسلمان کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے کبھی بھی یہ نہیں لینا چاہیے کہ کن روایات پر عمل کیا جائے اور نہ ہی ان کی غلط تشریح کرے۔ وہ اپنی روایات کے معنی کی ترجیح کی ترتیب کو دوبارہ ترتیب نہ دیں، پہلے قائم شدہ روایات پر عمل کیا جائے اور اس کے بعد غیر قائم شدہ مفہوم یعنی غیر منظم روایات پر عمل کیا جائے۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کا عملی نمونہ ہیں،

ان کے نقش قدم پر عمل پیرا ہوئے بغیر دنیا یا آخرت میں کامیابی اور امن کا حصول ممکن نہیں۔
باب 3 علی عمران، آیت 31:

”کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

# 14 - ایمان کو مضبوط کرنا

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 30 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قرآن کریم قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔ جو لوگ زمین پر اپنی زندگی کے دوران اس کی پیروی کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کے ذریعہ جنت میں لے جائیں گے۔ لیکن جو لوگ زمین پر اپنی زندگی کے دوران اس کو نظرانداز کرتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ یہ انہیں قیامت کے دن جہنم میں دھکیل دے گا۔

قرآن پاک ہدایت کی کتاب ہے۔ یہ محض تلاوت کی کتاب نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک کے تمام پہلوؤں کو پورا کرنے کی کوشش کریں تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ یہ دونوں جہانوں میں کامیابی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ پہلا پہلو اسے صحیح اور باقاعدگی سے پڑھنا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسے کسی معتبر عالم کے ذریعے سمجھ لیا جائے۔ اور آخری پہلو یہ ہے کہ اس کی تعلیمات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق عمل کیا جائے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ قرآن پاک پر صحیح طریقے سے عمل کریں، جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی، قرآن پاک کا عملی نفاذ ہے۔ ایسا سلوک کرنے والوں کو دنیا کی ہر مشکل سے راہنمائی اور قیامت کے دن اس کی شفاعت کی بشارت دی جاتی ہے۔
باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

لیکن جیسا کہ مرکزی حدیث سے متنبہ کیا گیا ہے کہ قرآن کریم صرف ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو اس کے پہلوؤں پر صحیح طریقے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں یا جان بوجھ کر اس کی غلط تشریح کرتے ہیں اور بجائے اپنی خواہشات کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اس صحیح ہدایت اور اس کی شفاعت سے محروم رہیں

گے۔ درحقیقت دونوں جہانوں میں ان کا مکمل نقصان اس وقت تک بڑھے گا جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

آخر میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قرآن پاک اگرچہ دنیاوی مسائل کا علاج ہے لیکن مسلمان کو صرف اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ یعنی قرآن کریم کو ایک آلے کی طرح سمجھ کر نہ صرف اس کی تلاوت کریں تاکہ وہ اپنے دنیوی مسائل کو حل کر سکیں، جسے مشکل کے وقت دور کیا جاتا ہے اور پھر مسئلہ حل ہونے پر اسے دوبارہ ٹول باکس میں رکھ دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کا بنیادی کام دنیا کی مشکلات میں رہنمائی کرنا ہے تاکہ آخرت میں محفوظ طریقے سے پہنچ سکے۔ یہ مقصد قرآن کریم کو سمجھے اور اس پر عمل کیے بغیر پورا ہونا ممکن نہیں۔ اندھی تلاوت ہی کافی نہیں ہے۔ اس اہم کام کو نظر انداز کرنا اور اسے صرف اپنے دنیوی مسائل کے حل کے لیے استعمال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو بہت سے مختلف لوازمات کے ساتھ کار خریدتا ہے لیکن اسے نہیں چلایا جا سکتا، جو کہ کار کا بنیادی مقصد ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص محض بے وقوف ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 82:

’’اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔‘‘

# ایمان کو مضبوط کرنا - 15

صحیح مسلم نمبر 1528 کی ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب جگہیں مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہیں بازار ہیں۔

اسلام مسلمانوں کو مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ جانے سے منع نہیں کرتا اور نہ ہی انہیں ہمیشہ مساجد میں رہنے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ باجماعت نماز کے لیے مساجد میں جانے اور مذہبی اجتماعات میں شرکت کو ترجیح دیں، بازاروں اور دیگر مقامات پر غیر ضروری طور پر جانے سے زیادہ۔

جب ضرورت پیش آئے تو دوسری جگہوں مثلاً شاپنگ سینٹرز میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن مسلمان کو غیر ضروری طور پر وہاں جانے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ جب بھی وہ دوسری جگہوں پر جاتے ہیں تو انہیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں، جس میں دوسروں پر ظلم کرنا بھی شامل ہے۔ انہیں ضرورت سے زیادہ میل جول سے بچنا چاہیے، کیونکہ یہ معاشرے میں ہونے والے اکثر گناہوں کا سبب ہے۔

مساجد سے مراد گناہوں سے پناہ گاہ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے ایک آرام دہ جگہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ مقدس روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس طرح ایک طالب علم لائبریری سے استفادہ کرتا ہے، جیسا کہ یہ مطالعہ کے لیے ایک ماحول ہے، اسی طرح مسلمان مساجد سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، کیونکہ ان کا مقصد مسلمانوں کو مفید علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دینا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر سکیں۔ صحیح طریقے سے

مساجد اپنے ایک مقصد کو یاد دلانے کے لیے بھی ایک بہترین جگہ ہیں، جو کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتے ہوئے خلوص دل سے اللہ کی اطاعت کرنا ہے۔ مساجد بھی لوگوں کو اپنی سرگرمیوں کو صحیح طریقے سے ترجیح دینے کی ترغیب دیتی ہیں، تاکہ وہ اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کر سکیں، آخرت کے لیے مناسب تیاری کر سکیں اور اعتدال کے ساتھ حلال لذتوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔ جو شخص مساجد سے اجتناب کرتا ہے وہ اکثر اپنا وقت اور وسائل فضول اور فضول کاموں میں ضائع کرتا ہے اور اس وجہ سے وہ دونوں جہانوں میں فائدہ اٹھانے سے محروم رہتا ہے۔

ایک مسلمان کو نہ صرف مساجد کو دوسری جگہوں پر ترجیح دینی چاہیے بلکہ وہ دوسروں کو بھی، جیسے کہ اپنے بچوں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ درحقیقت یہ نوجوانوں کے لیے گناہوں، جرائم اور بری صحبت سے بچنے کے لیے بہترین جگہ ہے جس سے دونوں جہانوں میں مصیبت اور پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 16

سنن ابن ماجہ نمبر 1081 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ ان کے رزق میں برکت، الہٰی نصرت اور اپنی حالت و حالت میں بہتری کیسے لائی جائے۔

پہلی چیز یہ ہے کہ انسان مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرے۔ چونکہ موت کا وقت معلوم نہیں ہے، اس لیے یہ حدیث درحقیقت جب بھی کوئی گناہ کرے، توبہ کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں ندامت محسوس کرنا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس کے ساتھ بھی ظلم ہوا ہے، ایک پختہ وعدہ کرنا کہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کیا جائے اور اگر ممکن ہو تو ان حقوق کی تلافی کی جائے جس کی خلاف ورزی ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے احترام میں۔

اس کے بعد جو اہم حدیث میں نصیحت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کو ذمہ داریوں، بیماری یا کسی مشکل میں مشغول ہونے سے پہلے اپنے وقت کا استعمال کرنا چاہیے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے وسائل مثلاً اپنے وقت کو ایسے کاموں میں استعمال کرے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور فضول اور گناہوں سے اجتناب کرے۔ کسی کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن انہیں کس بڑے پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا جب وہ ان لوگوں کو انعام کا مشاہدہ کریں گے جنہوں نے اپنے وسائل کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کیا، اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے۔ وہ نیکی کو ایسے وقت یا دن تک ملتوی نہیں کریں گے جس تک پہنچنے کی ان کی ضمانت نہ ہو اور اگر وہ اس تک پہنچ بھی جائیں تو ممکن ہے کہ وہ نیکی کرنے کی صحیح حالت میں نہ ہوں۔ امید کی جاتی ہے کہ اس طرح کا برتاؤ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ملے گی جب کہ حالات کی تبدیلی کی وجہ سے وہ مزید اعمال صالحہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ادب المفرد نمبر 500 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کو سب سے پہلے یہ ارادہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنے وقت کو کم سے کم ان چیزوں پر خرچ کرے جن سے اسے دنیا یا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کے بعد وہ ان چیزوں کو کم کرنے کی کوشش کریں جو انہیں صرف اس دنیا میں فائدہ پہنچاتی ہیں اور ان کاموں پر زیادہ توجہ مرکوز کریں جو آخرت میں ان کے لیے فائدہ مند ہوں، جو کہ تعریف ہو، خود بخود اس دنیا میں بھی فائدہ مند ہوں۔ جو اس پر ثابت قدم رہے گا وہ اپنے وسائل جیسے کہ اپنے وقت کو صحیح طریقے سے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرے گا۔

اس کے بعد جو اہم حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو زیادہ سے زیادہ یاد کرکے مضبوط کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا حقیقی ذکر تین درجوں پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے اندرونی ذکر کا مطلب ہے، کسی کی نیت کو درست کرنا تاکہ وہ صرف اس کی خوشنودی کے لیے عمل کریں۔ یہ اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کسی کو لوگوں سے واپسی یا شکرگزاری کی امید نہ ہو اور نہ ہی امید ہو۔ دوسرا درجہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے، اچھی بات کہنے اور لغو اور گناہ کی باتوں سے اجتناب پر مشتمل ہے۔ اور اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے، اپنے اعمال کے ذریعے ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ اس پر قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بحث ہوئی ہے۔

اصل حدیث میں جو آخری چیز مذکور ہے وہ پوشیدہ اور کھلا کثرت سے صدقہ دینا ہے۔ اس میں واجب اور رضاکارانہ صدقہ دونوں شامل ہیں۔ غور طلب ہے، اس کا مطلب ہے صدقہ دینا اپنے وسائل کے مطابق، خواہ وہ زیادہ ہو یا تھوڑا۔ اللہ تعالیٰ مقدار کا مشاہدہ نہیں کرتا، وہ معیار کے معنی، اخلاص کی بنیاد پر اعمال کا مشاہدہ اور فیصلہ کرتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس سے مسلمانوں کے پاس اپنے وسائل کے مطابق صدقہ دینے کے علاوہ کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ صدقہ ایک بار دینے کی بجائے باقاعدگی سے دیا جائے کیونکہ معمول کے اعمال اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں خواہ وہ تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ صحیح بخاری نمبر 6465 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ آخر میں جو لوگ دوسروں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دینا چاہتے ہیں وہ اسے کھلے عام دے سکتے ہیں۔ اس سے انہیں وہی اجر ملے گا جو ان لوگوں کو ملے گا جو ان کی تحریک کی وجہ سے عطیہ کرتے ہیں۔ صحیح مسلم نمبر 2351 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ دکھاوے سے ڈرتے ہیں جس سے ان کا اجر منسوخ ہو جاتا ہے تو وہ نجی طور پر ایسا کریں۔ اسلام نے مسلمانوں کو دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ اجر حاصل کرنے کے لیے بہت سے اختیارات اور مواقع فراہم کیے ہیں۔ کسی کو یاد رکھنا چاہیے کہ صدقہ میں وہ تمام نیک اعمال شامل ہیں جو دوسروں کی مدد کرتے ہیں، نہ کہ صرف دولت۔ لہٰذا جس کے پاس مال نہیں ہے اسے چاہیے کہ وہ دوسرے طریقوں سے صدقہ کرے، جیسے کہ دوسروں کو اپنا وقت، توانائی اور جذباتی مدد دینا۔ کم از کم کوئی ایسا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں سے دور رکھے، کیونکہ یہ اپنے آپ کو صدقہ دینا سمجھا جاتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 250 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 17

سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں شمار ہوتا ہے۔

تمام مسلمان اپنے ایمان کی مضبوطی سے قطع نظر یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کا شمار اگلے جہان میں صالحین کے ساتھ ہو۔ لیکن یہ حدیث واضح طور پر تنبیہ کرتی ہے کہ مسلمان صرف اسی صورت میں صالح سمجھا جائے گا جب وہ صالحین کی تقلید کرے گا۔ یہ تقلید ایک عملی چیز ہے نہ کہ صرف الفاظ کے ذریعے اعلان۔ یہ تقلید صحیح طور پر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کی جاتی ہے۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ باب 29 العنکبوت، آیت 9:

’’اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں ضرور نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔‘‘

لیکن جو لوگ زبانی طور پر صالحین سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی نقل کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور ان خصوصیات کی نقل کرتے ہیں جو منافقوں اور گنہگاروں میں پائی جاتی ہیں انہیں ان میں سے ایک سمجھا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنا ایمان کھو دیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو نافرمان مسلمان سمجھا جائے گا۔ ایک نافرمان مسلمان کو فرمانبردار مسلمان کیسے شمار کیا جا سکتا ہے اور نیک لوگوں پر ختم کیا جا سکتا ہے؟ یہ صرف خواہش مندانہ سوچ ہے جس کی اسلام میں کوئی قدر نہیں۔ باب 40 غافر، آیت 58:

اور اندھا اور بینا برابر نہیں اور نہ ہی ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے اور بدکار " "برابر نہیں ہیں، تم بہت کم یاد رکھتے ہو۔

آخر میں، اہم حدیث اچھے لوگوں سے دوستی کرنے کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے، جیسا کہ کوئی ان کے ساتھیوں سے منفی یا مثبت طور پر متاثر ہوتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرنا چاہے تو دنیا میں ان سے دوستی کرے۔ یہ صحبت اور مشابہت نیک لوگوں کے لیے محبت میں اضافہ کرے گی۔ یہ حقیقی محبت آخرت میں اپنے محبوب سے جوڑ دیتی ہے۔ صحیح بخاری نمبر 3688 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 18

سنن نسائی نمبر 2219 میں موجود الٰہی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ تمام اعمال صالحہ جو لوگ انجام دیتے ہیں سوائے روزے کے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ براہ راست اس کا بدلہ دیں گے۔

یہ حدیث روزے کی انفرادیت پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے اس انداز میں بیان ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ باقی تمام اعمال صالحہ لوگوں کو نظر آتے ہیں، جیسے نماز، یا وہ لوگوں کے درمیان ہیں، جیسے خفیہ صدقہ۔ جبکہ، روزہ ایک منفرد نیک عمل ہے، کیونکہ دوسرے یہ نہیں جان سکتے کہ کوئی شخص صرف روزہ رکھنے سے روزہ رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ، روزہ ایک نیک عمل ہے جو اپنے آپ کے ہر پہلو پر قفل لگاتا ہے۔ یعنی جو شخص صحیح طریقے سے روزہ رکھتا ہے اسے زبانی اور جسمانی گناہوں سے روک دیا جائے گا جیسے کہ حرام چیزوں کو دیکھنا اور سننا۔ یہ بھی نماز کے ذریعے حاصل ہوتا ہے لیکن نماز صرف تھوڑی دیر کے لیے ادا کی جاتی ہے اور دوسروں کو دکھائی دیتی ہے جبکہ روزہ دن بھر ہوتا ہے اور دوسروں کو نظر نہیں آتا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45:

‘‘...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے’’

مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص بغیر کسی جواز کے فرض روزے پورے نہیں کرتا وہ سچا مومن نہیں ہو گا کیونکہ دونوں کا براہ راست تعلق ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 183:

" اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ"

درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 723 میں موجود حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ اگر کوئی مسلمان بغیر کسی شرعی عذر کے ایک فرض روزہ بھی پورا نہ کرے تو اس کی قضا نہیں ہو سکتی۔ ثواب اور برکتیں ضائع ہو جائیں، خواہ وہ ساری زندگی روزے رکھے۔

اس کے علاوہ جیسا کہ پہلے نقل کی گئی آیت سے اشارہ کیا گیا ہے کہ روزہ صحیح طور پر تقویٰ کی طرف لے جاتا ہے۔ یعنی صرف دن کو بھوکا رہنے سے تقویٰ حاصل نہیں ہوتا بلکہ روزے کی حالت میں گناہوں سے بچنے اور اعمال صالحہ کی طرف زیادہ توجہ دینے سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 707 میں موجود حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر کوئی جھوٹ بولنے اور اس پر عمل کرنے سے پرہیز نہ کرے تو روزہ اہم نہیں ہوگا۔ اسی طرح کی ایک حدیث سنن ابن ماجہ نمبر 1690 میں ہے کہ بعض روزہ داروں کو بھوک کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جب کوئی شخص روزے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ ہوشیار اور ہوشیار ہو جاتا ہے تو آخرکار یہ عادت ان پر اثر انداز ہوتی ہے اس لیے وہ روزہ نہ رکھتے ہوئے بھی اسی طرح کا برتاؤ کرتے ہیں۔ یہ دراصل حقیقی تقویٰ ہے۔

اس آیت میں جس نیکی کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اس کا تعلق روزے سے ہے، کیونکہ روزہ انسان کی بری خواہشات اور شہوتوں کو کم کرتا ہے۔ یہ غرور اور گناہوں کی ترغیب سے روکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ پیٹ کی بھوک اور نفسانی خواہشات کو روکتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں بہت سے گناہوں کو جنم دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان دونوں چیزوں کی خواہش دیگر حرام چیزوں کی خواہش سے زیادہ ہے۔ پس جو شخص روزے کے ذریعے ان پر قابو پالے گا اس کے لیے کمزور خواہشات پر قابو پانا آسان ہو جائے گا۔ یہ حقیقی راستبازی کی طرف جاتا ہے۔

جیسا کہ مختصراً پہلے اشارہ کیا گیا، روزے کے مختلف درجات ہیں۔ روزہ کا پہلا اور ادنیٰ درجہ وہ ہے جب کوئی ایسی چیزوں سے پرہیز کرے جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جیسے کہ کھانا۔ اگلا

درجہ ان گناہوں سے پرہیز کرنا ہے جو روزہ کو نقصان پہنچاتے ہیں اور روزے کے ثواب کو کم کر دیتے ہیں، جیسے جھوٹ بولنا۔ سنن نسائی نمبر 2235 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ روزہ جس میں جسم کے ہر عضو کو شامل کیا جائے اگلا درجہ ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب جسم کا ہر عضو گناہوں سے بچتا ہے، مثلاً آنکھ حرام کو دیکھنے سے، کان حرام کو سننے سے، وغیرہ۔ اگلا درجہ وہ ہے جب کوئی روزہ نہ رکھتے ہوئے بھی اس طرح کا برتاؤ کرے۔ آخر میں، روزہ کا اعلیٰ ترین درجہ ان تمام چیزوں سے پرہیز کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ سے مربوط نہیں ہیں، یعنی کوئی شخص ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے گریز کرتا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ ان کا وقت، ایسے طریقوں سے جو گناہ یا باطل ہیں۔

ایک مسلمان کو باطنی طور پر بھی روزہ رکھنا چاہئے جیسا کہ ان کا جسم گناہ یا لغو خیالات سے پرہیز کرتے ہوئے ظاہری طور پر روزہ رکھتا ہے۔ انہیں اپنی خواہشات کے حوالے سے اپنے منصوبوں پر قائم رہنے سے روزہ رکھنا چاہئے اور اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے پر توجہ دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے علاوہ، انہیں اللہ تعالیٰ کے فرمان کو باطنی طور پر چیلنج کرنے سے روزہ رکھنا چاہیے، اور اس کے بجائے تقدیر کے علاوہ اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے، وہ صرف اپنے بندوں کے لیے بہترین انتخاب کرتا ہے، چاہے وہ ان انتخاب کے پیچھے حکمت کو نہ سمجھیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ اپنے روزے کو پوشیدہ رکھ کر اجر عظیم کا ارادہ کرے اور اگر اس سے بچنا ممکن ہو تو دوسروں کو مطلع نہ کرے، کیونکہ غیر ضروری طور پر دوسروں کو بتانے سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دکھاوے کا ایک پہلو ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 19

صحیح بخاری نمبر 1773 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ قبول شدہ حج کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں۔

حج کا اصل مقصد مسلمانوں کو آخرت کے آخری سفر کے لیے تیار کرنا ہے۔ جس طرح ایک مسلمان حج کے لیے اپنے گھر، کاروبار، دولت، خاندان، دوست احباب اور سماجی حیثیت کو پیچھے چھوڑتا ہے، یہ اس کی موت کے وقت ہوگا، جب وہ آخرت کا سفر طے کرے گا۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ کسی شخص کے اہل و عیال ان کو قبر پر چھوڑ دیتے ہیں اور ان کے اچھے اور برے اعمال ہی ان کے پاس رہتے ہیں۔

جب کوئی مسلمان اپنے حج کے دوران اس بات کو ذہن میں رکھے گا تو وہ اس فرض کے تمام پہلوؤں کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔ یہ مسلمان ایک بدلے ہوئے انسان کے گھر واپس آئے گا، کیونکہ وہ اس مادی دنیا کے اضافی پہلوؤں کو جمع کرنے کے بجائے آخرت کے اپنے آخری سفر کی تیاری کو ترجیح دیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں جدو جہد کریں گے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کریں گے، جس میں ان کی تکمیل کے لیے اس دنیا سے لے جانا بھی شامل ہے۔ ضرورتیں اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضرورتیں بغیر فضول خرچی یا اسراف کے۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ حج کو تعطیل اور خریداری کے سفر کے طور پر نہ سمجھیں کیونکہ یہ رویہ اس کے مقصد کو ختم کر دیتا ہے۔ اسے مسلمانوں کو ان کے آخرت کے آخری سفر کی یاد دلانا چاہیے، ایسا سفر جس کی واپسی اور کوئی دوسرا موقع نہیں ہے۔ صرف اسی سے انسان کو حج کی صحیح تکمیل اور آخرت کے لیے مناسب تیاری کرنے کی ترغیب ملے گی۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اس کو ان کی مقدس زیارت سے جنت میں لے جایا جائے گا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 20

جامع ترمذی نمبر 2305 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے اختیار کرنے کے لیے چند اہم خصوصیات کی طرف اشارہ فرمایا۔

پہلا یہ کہ بہترین عبادت کرنے والا وہ ہے جو حرام سے اجتناب کرے۔ اس میں ہر قسم کے زبانی اور جسمانی گناہوں سے بچنا شامل ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنا بھی شامل ہے کیونکہ ان کو ترک کرنا ناجائز ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے گریز کرنا بھی شامل ہے جو گناہانہ طریقوں سے عطا کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ، ایک مسلمان کو کبھی بھی مال جیسے حرام رزق کو حاصل اور استعمال نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ اس کے تمام اعمال صالحہ کو رد کر دے گا، کیونکہ نیک اعمال کی بنیاد حلال ہونی چاہیے۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کا حصول اور استعمال ہے۔ ایک مسلمان کو مشتبہ چیزوں سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ اکثر حرام کی طرف لے جاتا ہے۔ شک پیدا کرنے والی چیزوں سے بچنا کسی کے ایمان اور عزت کی حفاظت کرے گا۔ جامع ترمذی نمبر 1205 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جب کوئی ایسا سلوک کرے گا تو اس کی تمام صالح عبادات اور نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوں گے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری بات یہ ہے کہ بہت زیادہ ہنسنا روحانی قلب کو مار ڈالتا ہے۔ یہ ذہنیت انسان سے ہمیشہ مضحکہ خیز مسائل پر سوچنے اور ان پر بحث کرنے اور سنگین مسائل سے بچنے کا مطالبہ کرتی ہے۔ موت اور آخرت کی تیاری کا معاملہ سنگین مسائل ہیں اور اگر کوئی ان کے بارے میں سوچنے اور بحث کرنے سے گریز کرے تو وہ ان کے لیے کبھی بھی صحیح طریقے سے تیاری نہیں کرے گا۔ یہ ایک مردہ روحانی دل کی طرف لے جائے گا۔ ایک مسلمان کو دوسروں کو راحت محسوس کرنے کے لیے خوش مزاج اور پر امید ہونا چاہیے، لیکن اسے مستقل مذاق کا رویہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ رویہ فضول اور گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 21

جامع ترمذی نمبر 2012 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ غور و فکر کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جب کہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

یہ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے ایک انتہائی اہم تعلیم ہے، کیونکہ جو مسلمان بہت زیادہ نیک اعمال انجام دیتے ہیں وہ انہیں جلد بازی سے تباہ کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، وہ غصے میں کچھ برے الفاظ کہہ سکتے ہیں جس کی وجہ سے وہ قیامت کے دن جہنم میں جا سکتے ہیں۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

زیادہ تر گناہ اور مشکلات، جیسے دلائل، اس لیے پیش آتے ہیں کیونکہ لوگ چیزوں کو سوچنے میں ناکام رہتے ہیں اور اس کے بجائے جلد بازی میں کام کرتے ہیں۔ ذہانت کی نشانی یہ ہے کہ جب کوئی بولنے یا عمل کرنے سے پہلے سوچتا ہے اور صرف اس وقت آگے آتا ہے جب وہ جانتا ہو کہ اس کی بات یا عمل دنیاوی اور دینی معاملات میں اچھا اور فائدہ مند ہے۔

اگر چہ ایک مسلمان کو اعمال صالحہ میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، پھر بھی ان کو انجام دینے سے پہلے غوروفکر کرنا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی نیک عمل کا بدلہ محض اس لیے نہیں ملتا کہ اس کی شرائط اور آداب جلد بازی کی وجہ سے پورے نہ ہوئے ہوں۔ اس سلسلے میں، کسی بھی معاملے میں سوچنے کے بعد ہی آگے بڑھنا چاہیے۔

جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ نہ صرف اپنے گناہوں کو کم کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کرے گا بلکہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں پیش آنے والی مشکلات مثلاً جھگڑے، مشکلات اور اختلاف کو کم کر دے گا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 22

جامع ترمذی نمبر 2306 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو سات چیزوں کے واقع ہونے سے پہلے اعمال صالحہ میں جلدی کرنے کی تلقین کی۔

پہلی زبردست غربت ہے۔ اس سے مراد وہ مالی مشکلات ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل کردیتی ہیں، جن میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق سامنا کرنا شامل ہے۔ . اس کے علاوہ، دولت پر زور دینا کسی کو حرام کی طرف دھکیل سکتا ہے۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو بھی نیک عمل حرام سے جڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے رد کر دے گا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث نمبر 2342 میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کے لیے رزق مختص کیا ہے، صحیح مسلم میں موجود ایک حدیث کے مطابق، تعداد 6748۔ لہٰذا، ایک مسلمان کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ جب تک وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق حلال طریقوں سے اس کے لیے کوشش کرتے رہیں گے تو اس کا حلال رزق ان تک پہنچے گا۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی لامتناہی حکمت کے مطابق اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ وہ کسی کی خواہش کے مطابق نہیں دیتا، کیونکہ یہ ان کی تباہی کا باعث بنے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

اور باب 42 اشورہ، آیت 27:

’’ اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ زمین پر ظلم کرتے۔ لیکن وہ جس مقدار میں چاہتا ہے اسے اتارتا ہے..."

آخر میں حدیث کا یہ حصہ اس بات کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کسی کے زائد مال کو استعمال کرنے کی اہمیت، اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے جب وہ صدقہ کرنا چاہیں لیکن ایسا کرنے کے لیے صحیح مالی حالت میں نہ ہوں۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نیک اعمال میں جلدی کریں قبل اس کے کہ وہ مال کی طرف متوجہ ہوں۔ دولت بذات خود برائی نہیں ہے لیکن اس پر منحصر ہے کہ کوئی اسے کیسے حاصل کرتا ہے اور اسے استعمال کرتا ہے یا تو اسے ان کے لیے بڑی نعمت یا دونوں جہانوں میں ان کے لیے بڑا بوجھ بنا سکتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے فرائض میں کوتاہی کرتے ہوئے زائد مال حاصل کرنے کی کوشش کرے اور مال جمع کرے یا ضائع کرے تو یہ دونوں جہانوں میں اس کے لیے بڑی لعنت ہے۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 124:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

لیکن اگر کوئی مسلمان اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بغیر کسی زیادتی، فضول خرچی اور اسراف کے اتنا حاصل کر لے اور اپنی نعمتوں مثلاً مال کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دوسرے طریقوں سے استعمال کرے تو وہ دونوں جہانوں میں حقیقی دولت حاصل کرے گا۔ .باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔" "

اگلی چیز جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے جو اعمال صالحہ سے روکتی ہے وہ ایک کمزور کرنے والی بیماری ہے۔ یہ ایک انتباہ ہے کہ کسی کی بیماری کا سامنا کرنے سے پہلے اس کی اچھی صحت کا استعمال کریں۔ جو لوگ بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے اپنی صحت سے محروم ہو گئے ہیں ان کا مشاہدہ کرنا چاہیے اور اس لیے دین کو دنیا پر فوقیت دیتے ہوئے دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی اچھی صحت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی اچھی صحت کو استعمال کرتے ہوئے باقاعدگی سے مساجد کا سفر کرے تاکہ جماعت کے ساتھ اپنی فرض نمازیں ادا کرنے کے لیے ایک وقت آنے سے پہلے جب وہ ایسا کرنے کی خواہش رکھتا ہو لیکن اس کے لیے جسمانی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اپنی صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آخرکار اس سے محروم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں وہی اجر عطا کرتا رہتا ہے جو ان کی صحت کے دوران اچھے کام کرنے پر ملتا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث المفرد نمبر 500 میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ غفلت میں رہتے ہیں اور اپنی صحت کو استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں انہیں ان کی صحت یابی کے دوران کوئی اجر نہیں ملے گا۔

اس کا تعلق اس اگلی چیز سے ہے جس کا ذکر مرکزی حدیث میں زیر بحث ہے یعنی بوڑھا۔ ایک مسلمان کو اپنی جوانی اور مضبوط ذہانت کو بڑھاپے کو پہنچنے سے پہلے استعمال کرنا چاہیے۔ اس میں علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اپنی ذہنی قوت کو استعمال کرنا، اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ .اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ کسی کو اس بات میں دیر نہیں کرنی چاہیے کہ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہوئے کہ وہ اسلامی علم سیکھ سکتے ہیں اور اس پر عمل کر سکتے ہیں جب وہ بڑے ہوں گے کیونکہ اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ وہ بڑی عمر تک پہنچ جائیں گے۔ اس کے علاوہ، اگر وہ بوڑھے ہو بھی جائیں، تب بھی ان کے لیے اسلامی علم سیکھنا مشکل ہو جائے گا، کیونکہ سیکھنے کی اولین عمر چھوٹی عمر میں ہوتی ہے۔ آخر میں، اگر وہ بڑی عمر میں اسلامی علم حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں، تب بھی ان کے لیے اس علم کو نافذ کرنا مشکل ہو جائے گا، کیونکہ بوڑھے لوگ آسانی سے اپنی عادات کے عادی ہو جاتے ہیں اور اس لیے انہیں اپنے طرز عمل کو مثبت انداز میں بدلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا، کسی کو اپنی ذہنی

طاقت کا استعمال کرتے ہوئے کم عمری میں مفید علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ آخر میں ضروری ہے کہ بڑھاپے سے پہلے اس طرح کا برتاؤ کیا جائے جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6390 میں موجود حدیث میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑھاپے سے پناہ مانگی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی چیز جو عمل صالح سے روکتی ہے وہ ناگہانی موت ہے۔ موت یقینی ہے لیکن وقت نامعلوم ہے۔ ایک مسلمان کو یہ خیال کرتے ہوئے غفلت میں نہیں رہنا چاہئے کہ ان کی موت بہت دور ہے، جیسا کہ لاتعداد لوگ اپنی عمر کو پہنچنے سے بہت پہلے مر چکے ہیں اور مر جائیں گے۔ اور نہ ہی اس طرح جینا چاہیے کہ وہ بالکل مرنے والے ہی نہیں۔ لمبی عمر کی امید رکھنے کو تمام برائیوں کی جڑ سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ عمل صالح کو انجام دینے میں تاخیر کا باعث بنتا ہے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ انہیں ہمیشہ کل انجام دے سکتے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ مخلصانہ توبہ میں تاخیر کرتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس بہتر کے لیے بدلنے کے لیے کافی وقت ہے۔ اور لمبی زندگی کی امیدیں انسان کو اس زمین پر اپنی متوقع لمبی زندگی کو آرام دہ بنانے کے لیے دنیاوی چیزوں جیسے کہ دولت کے حصول کو ترجیح دینے کا سبب بنتی ہے۔ یہ چیزیں انسان کو آخرت کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روکتی ہیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ لمبی عمر کے لیے اپنی امیدوں کو کم کر دیں تاکہ وہ بہتری کے لیے بدلیں اور اپنی توجہ مستقل آخرت کی طرف مرکوز کریں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ تاخیر نہ کریں اور آج کے دن کے طور پر کام کریں جس کل کی وہ امید کرتے ہیں کہ شاید وہ کبھی نہ آئے۔ ایک عقلمند شخص اس دن کی تیاری کو ترجیح نہیں دیتا جس تک وہ کبھی نہ پہنچ سکے، جیسے کہ ان کی ریٹائرمنٹ، عملی طور پر اس دن کی تیاری کو ترجیح نہیں دیتا جس کا تجربہ کرنے کی اسے ضمانت دی جاتی ہے، جیسے کہ وہ دن جس کی وہ مرے گی۔ اس کے علاوہ انہیں ایسے اعمال صالحہ کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے جو ان کی زندگی کے غیر متوقع طور پر ختم ہونے کی صورت میں ان کے لیے فائدہ مند ہوں، جیسے جاری صدقہ، جس سے عطیہ کرنے والے کو فائدہ ہوتا ہے، جب تک کہ صدقہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا رہے۔ جامع ترمذی نمبر 1376 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات جو کہ مخالف مسیح کی آمد ہے۔ یہ واقعہ کسی کو اعمال صالحہ سے روکے گا اور اسے کفر کی طرف مائل کرے گا۔ اس سے سیکھنے کا ایک سبق یہ ہے کہ مشکوک چیزوں سے بچنے کی اہمیت ہے۔ جس طرح ایک شخص جو کسی سرحد کے قریب سے سفر کرتا ہے اس کے اس کو عبور کرنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان جو فتنوں میں گھرا ہوا ہے اس کے گمراہ ہونے اور اعمال صالحہ میں ناکام ہونے کا امکان زیادہ ہوتا

ہے۔ جو ان جگہوں اور چیزوں سے بچتا ہے جو اسے گناہوں پر آمادہ کرتی ہیں وہ اس کے ایمان اور عزت کی حفاظت کرے گا۔ جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کریں اور ان چیزوں، جگہوں اور ان لوگوں سے بچیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دیتے ہیں یا فتنہ میں ڈالتے ہیں، اور ان کے کفیلوں کو یقینی بنانا چاہیے۔ ان کے بچوں کے طور پر، وہی کرتے ہیں.

زیر بحث مرکزی حدیث میں جس آخری چیز کا ذکر کیا گیا ہے جو عمل صالح سے روکتی ہے وہ قیامت ہے۔

یہ وہ وقت ہے جب صور پھونکا جائے گا۔ صور پھونکا مخلوق کی موت کا باعث بنے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 7381 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ جاننے کی اہم بات یہ ہے کہ یہ ایک ایسی اذان ہے جس کا جواب نہ کوئی دے سکتا ہے اور نہ ہی رد کرے گا۔ یہ قیامت اور آخری فیصلے کی طرف لے جائے گا۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہنے کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرتے ہوئے خلوص نیت سے اطاعت کریں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ باب 8 انفال، آیت 24:

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور رسول کی بات مانو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشتی ہے۔"

اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔

جو کوئی اس دنیا میں اس پکار کا مثبت جواب دے گا وہ آخری کال کو برداشت کرنے اور اس کا جواب دینے میں آسان پائے گا۔ جبکہ جو شخص اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پکار سے غافل رہتا ہے اسے اس دنیا میں سکون نہیں ملے گا اور وہ صور کی پکار پر لبیک کہنے پر مجبور ہو جائیں گے جو ان کے لیے برداشت کرنا بہت بڑا بوجھ ہو گا۔ اور جواب دیں .ایک شخص اللہ تعالیٰ کی پکار کو صرف اس وقت تک نظر انداز کر سکتا ہے جب تک کہ آخری دعوت جلد یا بدیر واقع ہو گی اور کوئی بھی اس سے بچنے یا نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ اگر یہ ناگزیر ہے، تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی شخص غفلت میں رہنے کے بجائے، آج، اس کا جواب دے۔ اگر کوئی غافل ہو کر صور پھونکنے کی آواز سنتا ہے تو کوئی عمل یا پشیمانی اس کو فائدہ نہیں دے گی اور اس شخص کے بعد جو کچھ آئے گا وہ اس سے بھی زیادہ خوفناک ہوگا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 23

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 2556 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل صفات کے حامل کو بشارت دی ہے۔

ان خصوصیات میں سے ایک حلال رزق کمانا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگر کسی کی زندگی کی بنیاد ہی حرام ہے تو اس کے اوپر جو بھی تعمیر ہو وہ نجس ہو گی۔ حرام کو حاصل کرنے اور استعمال کرنے والے کے نیک اعمال جیسے صدقہ رد کر دیا جائے گا۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جس طرح اسلام کی اندرونی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی بیرونی بنیاد حلال کا حصول اور استعمال ہے۔ ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ان کا رزق جس میں مال بھی شامل ہے، زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص کیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ تقسیم کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی، اس لیے حرام کو حاصل کرنے اور استعمال کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس سے دنیا میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں، کیونکہ حرام کے ذریعے حاصل ہونے والی ہر چیز بن جاتی ہے۔ ان کے لیے تناؤ کا باعث ہے، اور یہ ایک عظیم دن پر سخت عذاب کا باعث بنتا ہے۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی خصوصیت جو ذکر کی گئی ہے وہ حسن سلوک ہے یہاں تک کہ جب کوئی شخص تنہائی میں ہو اور دوسروں کے مشاہدے سے دور ہو۔ یہ مسلمان اس بات سے پوری طرح واقف ہو جاتا ہے کہ الٰہی بصارت ان کے باطن اور ظاہری وجود کا مسلسل مشاہدہ کر رہی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا اخلاص ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہوئے بھی نیک سلوک کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان مسلمانوں نے اسلامی علم حاصل کیا ہے اور اس پر عمل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس

کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ جدوجہد کی ہے۔ اس پر، انہوں نے ایمان کی فضیلت حاصل کی ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی عمل کرتا ہے، جیسے کہ نماز پڑھنا، گویا وہ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک حدیث میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ یہ انہیں لوگوں کی بینائی کے بارے میں پریشان ہونے سے روکتا ہے کیونکہ وہ نظر الٰہی پر بہت زیادہ توجہ اور چوکنا ہوتے ہیں۔ اس اخلاص کو اپنانا ضروری ہے تاکہ انسان صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کام کرے اور خلوت میں بھی اس کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 24

جامع ترمذی نمبر 1660 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے زیادہ نیک لوگوں کا تذکرہ فرمایا۔ یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خلوص نیت سے جہاد کرتا ہے۔

اس میں اپنی نفسانی خواہشات اور دوسروں کی بری خواہشات کے خلاف جدوجہد کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ رسول اللہ ﷺ کی روایات کے مطابق صبر سے کرنا شامل ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے تئیں اپنے فرائض کو پورا کرنا، جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اور لوگوں کے تئیں فرائض کو پورا کرنا، مثال کے طور پر، اس مادی دنیا میں اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر پورا کرنے کی کوشش کرنا شامل ہے۔ اور اس میں اسلامی علم کے مطابق نرمی سے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کوئی شخص ان تمام نعمتوں کو استعمال کرے گا جو اسے عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ کوئی مسلمان اس حدیث کو اس وقت تک پورا نہیں کرے گا جب تک کہ وہ اپنے فرائض کے دونوں پہلو پورے نہ کرے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 25

جامع ترمذی نمبر 2324 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مادی دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک مخصوص ضابطے کے تحت زندگی بسر کریں یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کریں، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کریں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کریں۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اس فرض میں یہ بھی شامل ہے کہ مخلوق کے ساتھ اس طرح سلوک کیا جائے جس طرح سے کوئی چاہتا ہے کہ دوسرے ان کے ساتھ سلوک کریں۔ اس ضابطہ کی وجہ سے مسلمان مستقل نگرانی میں رہتے ہیں اور ان کا پورا یقین ہے کہ ہر عمل لکھا ہوا ہے اور قیامت کے دن اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس حقیقت کی وجہ سے ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ان کی شیطانی اور باطل خواہشات کو رد کرتا ہے۔ وہ اسی طرح جاری رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس قید سے رہا ہو کر آخرت کی ابدی سعادت تک پہنچ جاتے ہیں۔

دوسری طرف، ایک غیر مسلم اس ضابطے کے مطابق زندگی نہیں گزارتا اور اس کے بجائے اپنی خواہشات میں مگن رہتا ہے، اس لیے یہ دنیا ان کے لیے جنت بن جاتی ہے، جہاں وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں، اپنے لیے خوشنما طریقے سے۔ لیکن اگر وہ اسی حالت میں مر گئے تو آخرت ان کا ابدی قید خانہ بن جائے گی۔

لہٰذا، ایک مسلمان کو چاہیے کہ جب تک وہ آزاد نہ ہو جائیں، دنیا کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی کو آسان بنائے۔ لیکن اگر وہ ان کو توڑتے رہیں تو انہیں صرف ایک کے بعد ایک مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا، جس طرح ایک قیدی کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر وہ اپنے جیل کے قوانین کو توڑتے رہیں۔

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان کی زندگی خراب ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان کا مسلسل مشاہدہ کیا جا رہا ہے اور کامیاب ہونے کے لیے انہیں ایک ضابطے کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے، انہیں اپنی نعمتوں کو ایسے طریقوں سے استعمال کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہو۔ سچی بات یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی صحیح اطاعت کرتا ہے وہ دل اور جسم کو سکون پاتا ہے خواہ ظاہری طور پر وہ مشکل میں کیوں نہ ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو دلوں کا مالک ہے، ان کے دلوں میں اطمینان رکھتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

یہ ان لوگوں کے خلاف ہے جو ان نعمتوں کا استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں اور وہ اپنے آپ کو خوش کرتے ہیں، وہ لوگ جو ظاہری طور پر دنیا کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے نظر آتے ہیں لیکن انہیں پریشانی، تناؤ، ڈپریشن اور خودکشی کے خیالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ انہیں ذہنی سکون نہیں ملتا۔ یا جسم .اس لیے ایک مسلمان کو ظاہری صورتوں سے کبھی بھی دھوکہ نہیں دینا چاہیے۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

# ایمان کو مضبوط کرنا - 26

صحیح مسلم نمبر 6833 میں موجود الہی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے، اس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ رحمت ہو گی، انہیں حاصل ہو گا۔ ہر معاملے میں، ایک مسلمان کی کم سے کم کوشش زیادہ رحم حاصل کرنے کا باعث بنے گی۔ یہ رحمت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ ان کو درپیش ہر صورت حال میں ان کی صحیح رہنمائی کی جائے تاکہ وہ ان پر قابو پا سکیں تاکہ ذہنی، جسمانی سکون اور دونوں جہانوں میں حقیقی پائیدار کامیابی حاصل کی جا سکے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔" "

لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باز رہے اور جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اپنے لیے راضی کرنے کے لیے استعمال کرے تو وہ یہ رحمت حاصل نہیں کرے گا اور اس لیے وہ اپنی زندگی میں صحیح رہنمائی حاصل نہیں کر سکے گا۔ اس کے بجائے وہ ایک کے بعد ایک مشکل کا سامنا کریں گے، ایک کے بعد ایک تاریکی کا ایک لمحہ۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 124:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

# ایمان کو مضبوط کرنا - 27

جامع ترمذی نمبر 2451 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ مسلمان اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ کسی ایسی چیز سے اجتناب نہ کرے جو اس کے دین کے لیے نقصان دہ نہ ہو، اس احتیاط کے ساتھ کہ اس سے کسی چیز کو نقصان پہنچے گا۔ جو کہ نقصان دہ ہے.

تقویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لانا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنا اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ اس میں لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا بھی شامل ہے، جس میں دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا شامل ہے جیسا کہ کوئی شخص لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے۔

تقویٰ کا ایک پہلو ان چیزوں سے بچنا ہے جو مشتبہ ہوں نہ کہ حرام۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مشتبہ چیزیں ایک مسلمان کو حرام سے ایک قدم آگے لے جاتی ہیں۔ حرام کے جتنا قریب ہے اس میں پڑنا اتنا ہی آسان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ جو شخص حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچتا ہے اور صرف حلال چیزوں کو استعمال کرتا ہے وہ اپنے دین اور عزت کی حفاظت کرے گا۔

اگر معاشرے میں گمراہی کا شکار ہونے والوں کا مشاہدہ کیا جائے تو اکثر صورتوں میں یہ اچانک نہیں بلکہ بتدریج ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حرام میں پڑنے سے پہلے وہ شخص پہلے مشکوک چیزوں میں ملوث ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنی زندگی میں غیر ضروری اور فضول چیزوں سے بچنے کی ضرورت پر زور دیتا ہے کیونکہ وہ انہیں حرام کی طرف لے جا سکتی ہیں۔ مثلاً فضول اور فضول کلام کے معنی، ایسی بات جس سے نہ کوئی فائدہ ہو اور نہ ہی گناہ، اکثر بد کلامی کا باعث بنتا ہے، جیسے غیبت، جھوٹ اور غیبت۔ اگر کوئی شخص لغو باتوں میں مبتلا نہ ہو کر پہلے قدم سے بچتا ہے تو وہ بری بات سے بچتا ہے۔ یہ عمل ان تمام چیزوں پر لاگو کیا جا سکتا ہے جو فضول، غیر ضروری اور خاص طور پر مشکوک ہوں۔ اس لیے ایک مسلمان

کو تقویٰ اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، جس کی ایک شاخ یہ ہے کہ باطل اور مشتبہ چیزوں سے اس خوف سے بچیں کہ وہ حرام کی طرف لے جائیں گے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 28

جامع ترمذی نمبر 2618 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ فرض نمازوں کو چھوڑنا ایمان اور کفر میں فرق ہے۔

اس دن اور عمر میں یہ بہت عام ہو گیا ہے۔ بہت سے لوگ معمولی وجوہات کی بنا پر اپنی فرض نمازیں ترک کر دیتے ہیں، جو کہ بلاشبہ رد ہیں۔ اگر جنگ کرنے والے پر نماز کی فرضیت ختم نہیں ہوئی تو کسی اور سے کیسے ہٹائی جائے گی؟ باب 4 النساء، آیت 102:

"اور جب آپ ان کے درمیان ہوں اور ان کی نماز پڑھائیں تو ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو اور وہ اپنے ہتھیار اٹھائے ہوں۔ اور جب وہ سجدہ کر لیں تو وہ آپ کے پیچھے ہوں اور دوسرے گروہ کو آگے آنے دیں جنہوں نے ]ابھی تک [نماز نہیں پڑھی ہے اور وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں، احتیاط کرتے ہوئے اور اپنے ہتھیار اٹھائے ہوئے..."

نہ مسافر اور نہ بیمار اپنی فرض نمازوں سے مستثنیٰ ہیں۔ مسافر کو بعض فرض نمازوں میں چکروں کی مقدار کو کم کرنے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ ان پر بوجھ کم ہو جائے لیکن وہ ان کی ادائیگی سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 101:

‘‘...اور جب تم پورے ملک میں سفر کرتے ہو تو تم پر نماز قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں’’

بیماروں کو خشک وضو کرنے کی تلقین کی گئی ہے اگر پانی سے رابطہ انہیں نقصان پہنچاتا ہے۔ باب 5 المائدۃ، آیت 6:

’’لیکن اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے رابطہ کیا ہو اور پانی نہ ملے تو صاف زمین تلاش کرو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔‘‘

اس کے علاوہ بیمار فرض نماز اس طریقے سے ادا کرسکتے ہیں جو ان کے لیے آسان ہو۔ یعنی اگر کھڑے نہیں ہو سکتے تو بیٹھنے کی اجازت ہے اور اگر بیٹھ نہیں سکتے تو لیٹ کر فرض نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 372 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ لیکن پھر یہ کہ بیمار کو مکمل رعایت نہیں دی جاتی جب تک کہ کوئی ذہنی مریض نہ ہو جو اسے نماز کی فرضیت کو سمجھنے سے روکتا ہو۔

دوسرا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ بعض مسلمان اپنی فرض نمازوں میں تاخیر کرتے ہیں اور صحیح اوقات سے زیادہ پڑھتے ہیں۔ یہ قرآن کریم سے واضح طور پر متصادم ہے، جیسا کہ مومنین کو اپنی فرض نمازیں وقت پر ادا کرنے والوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 103:

’’بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات کے لیے فرض کی گئی ہے۔‘‘

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی فرض نمازوں میں بلا ضرورت تاخیر کرتے ہیں۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 10، صفحہ 603-604 میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ باب 107 المعون، آیات 4-5:

‘‘پس خرابی ہے نمازیوں کے لیے۔ ]لیکن [جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔"

یہاں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جنہوں نے اس بری صفت کو اختیار کیا ہے۔ اگر کوئی اللہ کی رحمت سے دور ہو جائے تو اس دنیا یا آخرت میں کامیابی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 512 میں موجود ایک حدیث میں فرمایا کہ فرض نماز میں بلا ضرورت تاخیر کرنا نفاق کی علامت ہے۔ قرآن کریم نے واضح کیا ہے کہ لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کی ایک بڑی وجہ فرض نمازوں کو قائم نہ کرنا ہے۔ باب :المدثر، آیات 42-43 74

]اور ان سے پوچھتے ہوئے[، "آپ کو سقر میں کس چیز نے ڈالا؟ "وہ کہیں گے کہ ہم نماز " پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔

فرض نمازوں کا ترک کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2621 میں موجود حدیث میں اعلان فرمایا کہ جس نے یہ گناہ کیا اس نے اسلام سے کفر کیا۔

اس کے علاوہ کوئی اور نیک عمل کسی مسلمان کو اس وقت تک فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ اس کی فرض نمازیں قائم نہ ہوں۔ صحیح بخاری نمبر 553 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر عصر کی فرض نماز چھوٹ جائے تو اس کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر ایک فرض نماز کے ترک کرنے کا یہ حال ہے تو کیا ان سب کو چھوڑنے کی سزا کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

صحیح مسلم کی حدیث نمبر 252 میں فرض نمازوں کو ان کے صحیح اوقات میں پڑھنے کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ایک ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ فرض نمازوں کو اپنے وقت سے زیادہ مؤخر کرنا یا ان کو مکمل طور پر غائب کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ کام ہے۔

تمام بزرگوں کے لیے یہ ایک اہم فریضہ ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی فرض نماز پڑھنے کی ترغیب دیں تاکہ وہ ان پر شرعی طور پر پابند ہونے سے پہلے ہی اسے قائم کر لیں۔ وہ بالغ جو اس میں تاخیر کرتے ہیں اور اپنے بچوں کے بڑے ہونے تک انتظار کرتے ہیں، وہ اس انتہائی اہم فریضے میں ناکام رہے ہیں۔ جن بچوں کو صرف فرض نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی تھی جب یہ ان پر فرض ہو گئی تھی، وہ بہت کم ہی انہیں جلدی قائم کرتے تھے۔ زیادہ تر معاملات میں اس اہم فرض کو صحیح طریقے سے نبھانے میں انہیں برسوں لگ جاتے ہیں۔ اور قصور خاندان کے بزرگوں پر، خاص طور پر والدین پر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 495 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت کی ہے کہ خاندان سب سے زیادہ اپنے بچوں کو جب سات سال کے ہو جائیں تو فرض نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

ایک اور بڑا مسئلہ جس کا بہت سے مسلمانوں کو سامنا ہے وہ یہ ہے کہ وہ فرض نماز تو ادا کر سکتے ہیں لیکن صحیح طریقے سے ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر، بہت سے لوگ نماز کے مراحل کو صحیح طریقے سے مکمل نہیں کر پاتے اور اس کے بجائے اس میں جلدی کرتے ہیں۔ درحقیقت صحیح بخاری نمبر 757 میں موجود ایک حدیث واضح طور پر تنبیہ کرتی ہے کہ اس طرح کی نماز پڑھنے والے نے بالکل نماز نہیں پڑھی۔ یعنی ان کا ذکر اس شخص کے طور پر نہیں ہے جس نے اپنی نماز پڑھی اور اس وجہ سے ان کی ذمہ داری پوری نہیں ہوئی۔ جامع ترمذی نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص نماز کے ہر مقام پر قائم نہیں رہتا اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں رکوع اور سجدہ نہ کرنے والے کو بدترین چور قرار دیا۔ موطا مالک، کتاب نمبر 9، حدیث نمبر 75 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ بدقسمتی سے بہت سے مسلمان جنہوں نے کئی دہائیاں اپنی فرض اور اس جیسی بہت سی نفلی نمازیں ادا کی ہیں، ان میں سے کسی نے بھی شمار نہیں کیا اور اس طرح وہ نمازیں ادا کریں گے۔ اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے جس نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 1313 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

قرآن پاک عام طور پر مسجد میں جماعت کے ساتھ فرض نماز ادا کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 43:

‘‘اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔’’

درحقیقت اس آیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی بنا پر بعض معتبر علماء نے اس کو مسلمان مردوں پر واجب قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر سنن ابو داؤد نمبر 550 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جو مسلمان اپنی فرض نمازیں مسجد میں باجماعت ادا نہیں کریں گے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منافق قرار دیا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں کے گھروں کو جلانے کی دھمکی بھی دی تھی جو بغیر کسی عذر کے باجماعت مسجد میں اپنی فرض نمازیں ادا کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 1482 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جو مسلمان اس اہم عمل کو انجام دینے کی پوزیشن میں ہوں وہ کریں۔ انہیں اپنے آپ کو یہ دعویٰ کرنے میں بے وقوف نہیں بنانا چاہئے کہ وہ دوسرے نیک کام انجام دے رہے ہیں، جیسے گھر کے کاموں میں اپنے خاندان کی مدد کرنا۔ یوں تو صحیح بخاری نمبر 676 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے، لیکن ضروری ہے کہ آپ کی روایات کی اہمیت کو اپنی خواہشات کے مطابق ترتیب نہ دیا جائے۔ جو کوئی ایسا کرتا ہے وہ اس کی روایات کی پیروی نہیں کر رہا ہے، وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کر رہا ہے، چاہے وہ نیک عمل ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ درحقیقت اسی حدیث کا اختتام اس نصیحت سے ہوتا ہے کہ جب فرض نماز کا وقت ہوتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام کی طرف روانہ ہوتے۔

آخر میں، جیسا کہ مرکزی حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے، فرض نمازوں کو چھوڑنے پر اڑے رہنے والے کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلا جائے گا۔ درحقیقت، وہ اپنی زندگی کے دوران اسے محسوس کیے بغیر بھی اسے کھو سکتے ہیں۔ کسی کو کبھی بھی اپنے آپ کو یہ سوچنے میں بے وقوف نہیں بنانا چاہئے کہ فرض نماز جیسے اعمال کے ذریعہ ایمان کے اپنے زبانی دعوے کی حمایت میں ناکام ہونا قابل قبول ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مسلمان کی تعریف ہی وہ ہے جس نے اپنے آپ کو عملی اور باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہو۔ اس لیے اسلام پر عمل نہ کرنے والے مسلمان ہونے کی کوئی بات نہیں کیونکہ یہ رویہ مسلمان کی تعریف کے خلاف ہے۔ اگر کوئی شخص مسلمان کی تعریف پر پورا نہیں اترتا تو وہ اپنے آپ کو ایک کیسے سمجھے گا؟

# ایمان کو مضبوط کرنا - 29

جامع ترمذی نمبر 3371 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ دعا عبادت کا جوہر ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عاجزی اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا عملی مظاہرہ ہے، جیسا کہ بندے کے لیے مالک سے مانگنا مناسب ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ جامع ترمذی نمبر 3604 میں موجود ایک حدیث کے مطابق ہر نیک دعا تین طرح سے قبول ہوتی ہے۔ یا تو پوری ہو جاتی ہے، آخرت میں اس کے برابر اجر ملتا ہے یا اس کے برابر کی برائی کسی کی زندگی سے دور ہو جاتی ہے۔

مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام دعاؤں کے جواب کی ضمانت دی ہے۔ اس لیے اسے ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے اور دعاؤں میں لگا رہنا چاہیے۔ باب 40 غافر، آیت 60:

اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

دعا کرنے سے پہلے بھی اس بات کا یقین کر لینا چاہیے کہ اس کی کمائی حلال ہے اور جو وہ کھاتے ہیں وہ حلال ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2989 میں موجود حدیث میں واضح طور پر تنبیہ فرمائی ہے کہ حرام کمانے اور کھانے والے کی دعا کبھی قبول نہیں ہوتی۔

دعا کا پہلا آداب یہ ہے کہ دعا کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت تھی۔ اس عمل کی مثال سنن نسائی نمبر 2899 میں موجود ہے۔

اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیے، جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1030 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

جامع ترمذی نمبر 3556 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس قدر شرمیلا اور سخی ہے کہ اس سائل کو خالی ہاتھ پھیر دے جو اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ اپنی دعا کا آغاز اور اختتام پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے کرے اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ سنن ابوداؤد نمبر 1481 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

درحقیقت جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 486 میں موجود حدیث میں مذکور ہے کہ انسان کی دعا آسمانوں اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا قرآن پاک میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوبصورت نام ان الہامی تعلیمات میں بڑے پیمانے پر پائے جاتے ہیں اور ان سے استفادہ کیا جانا چاہیے۔ مثال کے طور پر، باب 59 الحشر، آیت 24:

"...وہ اللہ ہے، خالق، پیدا کرنے والا، وضع کرنے والا؛ اس کے لیے بہترین نام ہیں"

بہترین دعائیں قرآن پاک اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں، اس لیے ان کا استعمال کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر، باب 14 ابراہیم، آیت 41:

اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو جس دن حساب قائم ہو گا بخش دے‘‘۔’’

لیکن مخصوص چیزوں کے لیے دعا کرنا بالکل جائز ہے جب تک کہ وہ حلال ہوں۔

جیسا کہ قرآن پاک میں نصیحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے اور اس کی عظمت کے خوف سے دعا کرنی چاہیے۔ باب 7 الاعراف، آیت 56:

‘‘...اور اسے خوف اور تمنا کے ساتھ پکارو’’

پورے جوش و خروش کے ساتھ دعا مانگنا بہت ضروری ہے اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کسی کی ضرورت پوری کرے گا۔ مزید برآں، جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 3479 میں موجود حدیث میں نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل یا مشغول ہو کر دعا کرتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 3505 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی ہے کہ جب قرآن کریم کی درج ذیل آیت کی تلاوت کی جائے تو دعا قبول ہوتی ہے۔ باب 21 الانبیاء، آیت 87:

‘‘تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ اعلیٰ ہیں۔ بے شک میں ظالموں میں سے ہو گیا ہوں۔

اپنی دعا پر لفظ آمین کے ساتھ مہر لگانی چاہیے کیونکہ یہ اس کی قبولیت کو یقینی بناتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 938 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

دعا ختم ہونے کے بعد اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 1492 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

آخر میں دعا کرنے میں لگاتار رہنا چاہیے کیونکہ ترک کرنا ایک جلد بازی ہے جس کی وجہ سے دعا ادھوری رہ سکتی ہے۔ یہ تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3387 میں موجود حدیث میں ہے۔

آسانی کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ مشکل کے وقت ان کی مدد کرے۔ مسند احمد کی حدیث نمبر 2803 میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جیسا کہ جامع ترمذی

نمبر 3499 میں موجود حدیث میں نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرض نمازوں کے بعد اور رات کے آخری حصے میں کی جانے والی دعا کو آسانی سے قبول فرماتا ہے۔ .صحیح بخاری نمبر 6321 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ رات کے آخری حصے میں نزول الٰہی ہوتا ہے جس وقت اللہ تعالیٰ پکارتا ہے اور دعاؤں کا جواب دیتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 521 میں ایک حدیث ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ دو اذانوں کے درمیان کی دعا رد نہیں ہوتی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے جب کہ وہ سجدہ میں ہوتے ہیں لہٰذا انہیں اس وقت اس سے دعا مانگنی چاہیے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 1138 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 1046 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ہر جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ دعا کو آسانی سے قبول کرتا ہے۔ جب روزہ دار افطار کرتا ہے تو اس کی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 1753 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ بیماروں سے ان کے لیے دعا مانگنا چاہیے جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 1441 میں موجود حدیث میں آیا ہے کہ ان کی دعائیں دعاؤں کی طرح ہیں۔ فرشتوں کی .آب زمزم پیتے وقت کی جانے والی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3062 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 2540 میں موجود ایک حدیث میں بارش کے وقت دعا قبول ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 1534 میں موجود ایک حدیث لوگوں کو ترغیب دیتی ہے کہ وہ دوسروں کے لیے ان کی غیر موجودگی میں دعا کریں، کیونکہ وہ آسانی سے قبول ہوتی ہیں۔ اگر کسی پر کسی قسم کا ظلم ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ قبول ہو گی۔ اس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 1905 میں موجود ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ یہی حدیث نصیحت کرتی ہے کہ مسافر کی دعا رد نہیں ہوتی۔ آخر میں، کسی کو اپنے والدین کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے کہ وہ ان کے لیے دعا کریں کیونکہ وہ آسانی سے قبول ہو جاتی ہیں۔ اس کی تائید سنن ابن ماجہ نمبر 3862 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔

کچھ لوگ باقاعدگی سے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے کیونکہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سب سے باخبر ہے اور کسی کو ان کی خواہشات سے آگاہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے لیکن دعا کرنا افضل ہے کیونکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی روایت ہے اور قرآن کریم میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ باب 40 غافر، آیت 60:

اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت کو حقیر سمجھتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور بندگی کا مظاہرہ کرنے کا ایک بہترین طریقہ دعا ہے۔ درحقیقت جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 3370 میں موجود حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز محترم نہیں۔ آخر میں، اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے جب کوئی شخص اس سے دعا نہیں کرتا، جیسا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ سے بے نیاز ہیں، جو کہ درست نہیں ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 3373 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

آخر میں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن پاک میں موجود دعائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات اعمال کے لیے ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ یعنی دعائیں عملی اطاعت کے بعد کی جاتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعائیں اعمال کی تائید کرتی ہیں۔ لہٰذا اللہ عزوجل کی عملی اطاعت کے بغیر دعائیں ثمر آور نہیں ہوتیں۔ یہ انبیاء علیہم السلام یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادت نہیں تھی۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان دعائیں کرنے میں بہترین ہو گئے ہیں لیکن عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکام رہتے ہیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ زیر بحث اہم حدیث بھی عملی عبادت کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے جس کی تائید دعاؤں سے ہوتی ہے۔ دعائیں عملی اطاعت کی جگہ نہیں لے سکتیں، بلکہ ان کی تائید کرتی ہیں۔ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے دونوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 10:

"...اس کی طرف اچھی بات چڑھتی ہے، اور عمل صالح اسے بلند کرتا ہے..."

# ایمان کو مضبوط کرنا - 30

سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ ہر وہ معاملہ جس کی بنیاد اسلام پر نہ ہو اسے رد کر دیا جائے گا۔

اگر مسلمان دنیوی اور دینی دونوں معاملات میں دائمی کامیابی چاہتے ہیں تو انہیں قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر سختی سے عمل کرنا چاہیے۔ اگر چہ بعض اعمال جو براہ راست ہدایت کے ان دو ذرائع سے نہیں کیے گئے ہیں ان کو پھر بھی اعمال صالحہ قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن ان دونوں ذرائع کو ہدایت کے تمام چیزوں پر ترجیح دینا ضروری ہے۔ درحقیقت انسان ان دو ذرائع سے نہ لینے والی چیزوں پر جتنا زیادہ عمل کرے گا، خواہ وہ اعمال صالحہ ہی کیوں نہ ہوں، ہدایت کے ان دو ذرائع پر اتنا ہی کم عمل کرے گا۔ اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ کتنے مسلمانوں نے اپنی زندگیوں میں ثقافتی طریقوں کو اپنایا ہے جن کی رہنمائی کے ان دو ذرائع میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ ثقافتی عادات گناہ نہیں ہیں، تب بھی انہوں نے مسلمانوں کو ہدایت کے ان دو ذرائع کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے سے روک دیا ہے، کیونکہ وہ اپنے طرز عمل سے مطمئن ہیں۔ یہ ہدایت کے دو ذرائع سے ناواقفیت کا باعث بنتا ہے جس کے نتیجے میں گمراہی ہی ہوتی ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہدایت کے ان دو ذرائع کو سیکھے اور ان پر عمل کرے جو راہنمائی کے رہنماوں نے قائم کیے ہیں اور اس کے بعد اگر اس کے پاس وقت اور توانائی ہو تو دوسرے رضاکارانہ اعمال پر عمل کرے۔ لیکن اگر وہ جہالت اور من گھڑت کاموں کا انتخاب کریں، خواہ وہ گناہ ہی کیوں نہ ہوں، ان دو ذرائع ہدایت پر سیکھنے اور ان پر عمل کرنے سے وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

آخر کار جب کوئی ایسے کام کرنے پر لگا رہتا ہے جو ہدایت کے دو ذرائع سے براہِ راست جڑے نہیں ہوتے، جہالت کی وجہ سے وہ آسانی سے ایسے عمل اور عقائد میں پڑ جاتے ہیں جو اسلامی علم سے متصادم ہوتے ہیں۔ یہ مسلمان کو گناہوں اور گمراہی کے راستے پر لے جاتا ہے جبکہ وہ

سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح راہ پر ہیں۔ جو جانتا ہے کہ وہ کھو چکے ہیں وہ دوسروں کی طرف سے مشورہ دینے پر اپنی سمت کو قبول کرنے اور تبدیل کرنے کا امکان ہے۔ لیکن جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ صحیح راستے پر ہیں وہ اپنی سمت کو تبدیل کرنے اور درست کرنے کا بہت زیادہ امکان نہیں رکھتا ہے، یہاں تک کہ جب انہیں علم اور واضح ثبوت کے حامل دوسرے لوگوں کی طرف سے تنبیہ کی گئی ہو۔ اس نتیجہ سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہدایت کے دو ذرائع میں پائے جانے والے علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے اور دوسرے اعمال سے گریز کیا جائے، خواہ وہ اچھے کام ہی کیوں نہ ہوں۔

## 31 - ایمان کو مضبوط کرنا

جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اسلام نے حلال و حرام کو واضح کر دیا ہے۔ ان کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن سے بچنا چاہیے تاکہ ایمان اور عزت کی حفاظت ہو۔

مسلمانوں کی اکثریت واجبات سے واقف ہے اور اکثر حرام چیزوں جیسے شراب پینا۔ تو یہ مسلمانوں کے اندر کوئی شک و شبہ پیدا نہیں کرتے۔ اس لیے انہیں اپنے واضح علم کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق فرائض کو پورا کرو اور حرام سے پرہیز کرو۔ باقی تمام چیزیں جو واجب نہیں ہیں اور معاشرے میں شکوک پیدا کرتی ہیں اس لیے ان سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ یہ سوال نہیں کرے گا کہ کسی نے رضاکارانہ کام کیوں نہیں کیا، بلکہ وہ پوچھے گا کہ اس نے رضاکارانہ عمل کیوں کیا۔ اس لیے رضاکارانہ عمل کو چھوڑنے کا آخرت میں کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا جب کہ رضاکارانہ عمل کرنے سے سزا، جزا یا معافی ہوگی۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اس مختصر مگر انتہائی اہم حدیث پر عمل کریں کیونکہ یہ بہت سے مسائل اور بحثوں کو حل اور روک دے گی۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جب کوئی مشتبہ یا حتیٰ کہ فضول چیزوں میں ملوث ہوتا ہے تو یہ اسے غیر قانونی کے قریب لے جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، گنہگار تقریر اکثر بیکار اور بیکار تقریر سے پہلے ہوتی ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کے ایمان اور عزت کے لیے یہ زیادہ محفوظ ہے کہ وہ مشتبہ اور لغو باتوں سے بچ جائے۔

یہ حدیث اسلام کی بنیادی اور واضح تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی اہمیت پر بھی دلالت کرتی ہے اور ان چیزوں سے اجتناب کی بھی نشاندہی کرتی ہے جن کو ہدایت کے دو منابع میں واضح یا زیر بحث نہیں لایا گیا ہے :قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ اسے اگر یہ مسائل اہم ہوتے تو ہدایت کے دو مصرعوں میں ان پر بحث کی جاتی۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان ضمنی مسائل پر بحث کرنے پر اس قدر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال نہیں کیا جائے گا، کہ وہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو ان چیزوں سے ہٹا دیتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے گا۔ اس رویہ سے بچنا چاہیے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 32

صحیح مسلم نمبر 7400 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص بڑے فتنوں اور فتنوں کے دوران اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ہجرت کی ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہجرت کا ثواب بہت بڑا عمل تھا۔ صحیح مسلم نمبر 321 میں موجود حدیث کے مطابق درحقیقت اس سے پچھلے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے رہیں، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق تقدیر پر صبر کرتے رہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کوئی شخص ان نعمتوں کو استعمال کرتا رہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں جس وقت کا ذکر ہے وہ آچکا ہے۔ اسلام کی تعلیمات سے گمراہ ہونا بہت آسان ہو گیا ہے کیونکہ مسلمان قوم پر دنیاوی خواہشات کے دروازے کھل گئے ہیں۔ سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت میں ہونے والی ترقی کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے میں جھوٹا یقین کرنا آسان ہو گیا ہے جو ان کو دی گئی ہیں۔ اکثریت کی پیروی کرنے کی ذہنیت کو اپنانا آسان ہو گیا ہے ، جنہوں نے ایمان کو خالی عملوں تک محدود کر دیا ہے جن کا اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کوئی شخص ان نعمتوں کو عملی طور پر کیسے استعمال کرتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خواہش مندانہ سوچ مسلم قوم میں پھیل چکی ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو نظر انداز کرتے ہوئے دونوں جہانوں میں امن اور نجات کی امید رکھتے ہیں۔ جسے کسی بھی باشعور شخص کی طرف سے منحرف رویہ سمجھا جاتا تھا وہ کچھ ایسا بن گیا ہے کہ

لوگوں کو گلے لگانے کی تاکید کی جا رہی ہے۔ اس ساری گمراہی سے منہ موڑنا مشکل ہوگا اور یہاں تک کہ کسی کے گھر والے اور دوست احباب بھی ان پر تنقید کریں گے کہ وہ اکثریت کی پیروی کرنے کے بجائے اسلام کی تعلیمات پر قائم ہیں۔ لیکن اگر کوئی اللہ پر قائم رہتا ہے تو وہ ان نقصانات کا بدلہ دے گا جو اسے اٹھانا پڑتا ہے، جیسے دوستوں اور رشتہ داروں سے محبت اور احترام کا نقصان، جس سے کہیں زیادہ اعلیٰ چیز ہے، یعنی ذہنی اور جسمانی سکون۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں محفوظ کیا ہے وہ بہت بڑا ہے۔ دوسری طرف جو لوگ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت سے منہ موڑ کر ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، ان کے تمام دنیاوی رشتے اور نعمتیں دنیا میں ان کے لیے تناؤ اور لعنت کا باعث بنتی ہیں۔ اور آخرت میں جو ملے گا وہ اس سے بھی بدتر ہو گا۔ باب 20 طٰہٰ، آیات 124-126:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ )اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دنیاوی خواہشات میں مشغول نہ ہوں جو عام ہو چکی ہیں اور متنازعہ مسائل اور لوگوں سے اجتناب کریں اور اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمانبردار رہیں، اگر وہ اس حدیث میں بیان کردہ ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 33

صحیح بخاری نمبر 1145 میں موجود ایک الوہی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر رات اپنی لامحدود شان کے مطابق قریب ترین آسمان پر نزول فرماتا ہے اور لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس سے دعا کریں۔ ان کی ضروریات پوری کریں تاکہ وہ ان کو پورا کر سکے۔

رات کی رضاکارانہ عبادت اللہ تعالیٰ کے تئیں انسان کے اخلاص کو ثابت کرتی ہے کیونکہ کوئی دوسری آنکھ انہیں نہیں دیکھ رہی ہوتی۔ اسے پیش کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مباشرت کرنے کا ذریعہ ہے، اور یہ اس کی بندگی کی علامت ہے۔ اس کے بے شمار فضائل ہیں، مثال کے طور پر سنن نسائی، نمبر 1614 میں ایک حدیث پائی جاتی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ یہ بہترین نماز ہے۔

قیامت کے دن یا جنت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں ہو گا اور یہ درجہ براہِ راست رات کی نماز سے مربوط ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ رات کو نفلی نماز قائم کرتے ہیں انہیں دونوں جہانوں میں اعلیٰ درجات سے نوازا جائے گا۔ باب 17 الاسراء، آیت 79:

" اور رات کے کچھ حصے سے، اس کے ساتھ نماز پڑھو [یعنی قرآن کی تلاوت [اپنے لیے اضافی عبادت [کے طور پر۔ امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایک قابل تعریف مقام پر اٹھائے گا۔

جامع ترمذی نمبر 3579 میں ایک حدیث ہے کہ مسلمان رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے تو بے شمار نعمتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

تمام مسلمانوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی دعائیں قبول ہوں اور ان کی حاجتیں پوری ہوں۔ لہٰذا انہیں رات کی نماز نفلی ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 1770 میں موجود حدیث ہے کہ ہر رات میں ایک خاص گھڑی ہوتی ہے جب اچھی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

نفلی رات کی نماز کا قیام گناہوں سے بچنے کا ایک بہترین طریقہ ہے، یہ انسان کو فضول اجتماعات سے دور رہنے میں مدد دیتا ہے اور یہ انسان کو بہت سی جسمانی بیماریوں سے بچاتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 3549 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

رات کی نماز کے لیے تیاری کرنی چاہیے، خاص طور پر سونے سے پہلے، زیادہ کھانے یا پینے سے نہیں، کیونکہ یہ سستی کا باعث بنتی ہے۔ کسی کو دن میں غیر ضروری طور پر خود کو تھکانا نہیں چاہئے۔ دن میں ایک مختصر جھپکی اس میں مدد کر سکتی ہے۔ آخر میں گناہوں سے بچنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا چاہیے۔ نفلی رات کی نماز ادا کرنا آسان ہے۔

آخر میں اہم حدیث بھی امید کو نہ چھوڑنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ توبہ اور کامیابی کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ لوگوں کو دن رات موقع دیا جاتا ہے کہ وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف لوٹ جائیں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ وہ مخلوق کا محتاج نہیں ہے پھر بھی انہیں اپنی طرف بلاتا ہے تاکہ وہ کامیاب ہو سکیں۔ وقت ختم ہونے سے پہلے ان مواقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور ان کے پاس سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں بچا۔

## ایمان کو مضبوط کرنا - 34

صحیح بخاری نمبر 52 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اگر کسی کا روحانی دل درست ہو تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے لیکن اگر اس کا روحانی دل فاسد ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے۔ کرپٹ ہو.

سب سے پہلے تو یہ حدیث اس احمقانہ عقیدے کی تردید کرتی ہے جہاں کوئی شخص اپنے قول و فعل کے خراب ہونے کے باوجود پاکیزہ دل کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ اندر ہے وہ آخرکار باہر سے ظاہر ہوگا۔

روحانی قلب کی تطہیر اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنے اندر سے برائیوں کو ختم کر دے اور ان کی جگہ اسلامی تعلیمات میں مذکور اچھی خصوصیات کو لے آئے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب کوئی شخص اسلامی تعلیمات کو سیکھے اور اس پر عمل کرے تاکہ وہ خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لائے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرے۔ اسے اس طرح کا برتاؤ ایک پاک روحانی دل کی طرف لے جائے گا۔ یہ طہارت پھر جسم کے ظاہری اعضاء جیسے کہ کسی کی زبان اور آنکھ میں جھلکتی ہے۔ یعنی وہ اپنی نعمتوں کو صرف ان طریقوں سے استعمال کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اپنے نیک بندے سے محبت کی علامت ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ تزکیہ تمام دنیاوی مشکلات میں کامیابی کے ساتھ رہنمائی کرے گا تاکہ وہ دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں سکون اور کامیابی حاصل کر سکے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

دوسری طرف جب کوئی اسلامی علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیتا ہے تو وہ ان برے خصلتوں کو اپنا لے گا جن کی معاشرے، سوشل میڈیا، ثقافت اور فیشن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ یہ بری خصلتیں انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دیں گی جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ اور مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ باب 20 طٰہٰ، آیات 124-126:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ )اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

اور باب 26 اشعرا، آیات 88-89:

" جس دن مال و اولاد کسی کے کام نہیں آئے گی، مگر وہ جو اللہ کے پاس سچے دل کے ساتھ آئے۔"

# ایمان کو مضبوط کرنا - 35

صحیح بخاری نمبر 528 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی ہے کہ پانچوں فرض نمازیں گناہوں کو اس طرح مٹا دیتی ہیں جس طرح دن میں پانچ مرتبہ نہانے سے بدن کی گندگی صاف ہو جاتی ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں صرف چھوٹے گناہوں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کبیرہ گناہوں کے لیے توبہ کی ضرورت ہے۔ سچی توبہ میں پچھتاوا محسوس کرنا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جن لوگوں پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ اس سے مزید مسائل پیدا نہ ہوں، دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرنا اور کسی ایسے حقوق کی تلافی کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے احترام میں خلاف ورزی کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ پانچوں فرض نمازوں کی پابندی سے نہ صرف اپنے ظاہری وجود کو چھوٹے گناہوں سے پاک کریں بلکہ تزکیہ کے دوسرے پہلو یعنی باطنی تطہیر کو بھی پورا کریں۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پانچوں فرض نمازیں ایک ساتھ جمع کرنے کی بجائے پورے دن میں پھیلی ہوئی تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دن بھر بار بار باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے جس طرح ان کا جسم فرض نمازوں کے ذریعے دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس باطنی تطہیر میں اپنی نیت کو درست کرنا شامل ہے تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اعمال انجام دے۔ یہ اسلام کی بنیاد ہے اور اللہ تعالیٰ کسی عمل کا فیصلہ کرتے وقت اس کا اندازہ لگاتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ جو لوگ دوسرے لوگوں کی خاطر عمل کرتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ وہ قیامت کے دن ان سے اپنا اجر حاصل کریں جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

آخر میں، اس باطنی تزکیہ میں اسلام کی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا بھی شامل ہے تاکہ انسان اپنے اندر موجود برے خصائص مثلاً حسد کو دور کردے اور اس کے بجائے صبر

جیسی اچھی خصوصیات کو اپنائے۔ ظاہری تطہیر ضروری ہے لیکن اگر کوئی مسلمان دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنا اور تمام مشکلات پر قابو پانا چاہتا ہے تو اسے اپنے باطن اور ظاہری وجود کو پاک کرنا چاہیے۔ اندرونی تطہیر اس بات کو یقینی بنائے گی کہ کوئی شخص صحیح طریقے سے بولتا اور کام کرتا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ہر اس نعمت کو استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو پورا کریں گے۔ اس سے ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

دوسری طرف، باطنی تطہیر سے بچنا انسان کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روک دے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، خواہ وہ اسلام کے بنیادی فرائض کو پورا کرتے ہوں۔ یہ ان کو اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق اور خاص کر لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے روکے گا۔ یہ دونوں جہانوں میں ایک مشکل اور دباؤ والی زندگی کا باعث بنے گا۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، یقیناً اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

# ایمان کو مضبوط کرنا - 36

سنن ابن ماجہ نمبر 4119 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ بہترین لوگ وہ ہیں جو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلائیں جب ان کا مشاہدہ کیا جائے۔

یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ نہیں کرتا جو اسلامی ظاہری شکل اختیار کرتے ہیں، جیسے داڑھی بڑھانا یا اسکارف پہننا، کیونکہ ان میں سے بہت سے لوگ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد بالکل نہیں دلاتے ہیں۔ اس حدیث سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلامی علم سیکھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کریں، اس کے احکام کو پورا کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کریں۔ اس پر اس سے دل کی تطہیر ہوتی ہے جو اس کے ظاہری اعضاء کی پاکیزگی کا باعث بنتی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3984 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ جب وہ ان صالح مسلمانوں کے اعمال کا مشاہدہ کریں گے تو اس سے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد آئے گی، کیونکہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں جو ان کو عطا کی گئی ہیں ان کو خوش کرنے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ، اپنے اور دوسروں کے لیے راضی ہونے کے بجائے۔ اور یہ ذکر تب ہی بڑھے گا جب یہ نیک مسلمان بولیں گے، کیونکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے بولتے ہیں، یعنی برائی اور فضول باتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور صرف دنیا و آخرت کے فائدے کی بات کرتے ہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہیں، ناپسند کرتے ہیں، دیتے ہیں اور روکتے ہیں۔ یہ سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث کے مطابق ایمان کی تکمیل کا باعث بنتا ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 37

سنن ابو داؤد نمبر 2511 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بزدلی سے متعلق تنبیہ کی ہے۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے روکتا ہے، اور جس چیز کا اس نے وعدہ کیا ہے، جیسے کہ کسی کی ضمانت شدہ رزق۔ یہ کسی کو مشتبہ اور غیر قانونی طریقوں سے اپنا رزق تلاش کرنے کا سبب بن سکتا ہے، جو دونوں جہانوں میں انسان کو تباہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا جس کی بنیاد حرام ہو۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کا حصول اور اس کا استعمال ہے۔

اس کے علاوہ، بزدل ہونا کسی کو شیطان اور اندرونی شیطان کے خلاف جدوجہد کرنے سے روکتا ہے جس کے لیے حقیقی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکامی کا باعث بنے گا جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق سامنا کرنا شامل ہے۔ اور اس لیے انہیں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے روکے گا۔ دنیوی اور دینی کامیابی کے لیے محنت اور وقت درکار ہوتا ہے۔ ایک بزدل اس جدوجہد کو شروع کرنے سے بہت ڈرے گا اور اس کی بجائے سستی کرے گا جو دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں ناکامی کا باعث بنے گا۔

اس کے علاوہ، ایک بزدل آسانی سے یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں پوری کوشش کر رہے ہیں، جبکہ وہ مشکل سے ہی کوئی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ قرآن پاک واضح کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی پوری کوشش کرے اور اپنی صلاحیت کے مطابق عمل کرے تو وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو کبھی بھی ایسے فرائض نہیں دیتا جو اس کے پورا کرنے کی استطاعت سے باہر ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 286۔

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

بزدلی بھی کسی کو دینی اور دنیاوی دونوں معاملات میں کم سے کم مقصد کرنے کی ترغیب دے گی۔ وہ اپنی صلاحیت کو پورا کرنے سے گریز کریں گے، کیونکہ اس کے لیے حقیقی کوشش کی ضرورت ہے۔ یہ رویہ دونوں جہانوں میں تناؤ اور پچھتاوے کا باعث بنے گا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 38

جامع ترمذی نمبر 1999 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ حسن کو پسند کرتا ہے۔

اسلام کسی مسلمان کو اپنے آپ کو سنوارنے میں توانائی، وقت اور پیسہ خرچ کرنے سے منع نہیں کرتا، کیونکہ یہ ان کے جسم کے حقوق کو پورا کرنا سمجھا جا سکتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 5199 میں موجود حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن اہم چیز جو اس طرز عمل کو ناپسندیدہ یا حتیٰ کہ گناہ کے عمل سے الگ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی اپنے آپ کو سنوارتے وقت حد سے زیادہ، فضول خرچی یا اسراف کرے۔ اس کا تعین کرنے کا ایک اچھا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنوارنے سے کبھی بھی اللہ تعالیٰ یا لوگوں کے لیے اپنے فرض کو پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، جسے اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کیے بغیر پورا کرنا ممکن نہیں۔ اور نہ ہی اپنے آپ کو سنوارنا انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکنا چاہئے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ اور درحقیقت کسی کی جسمانی شکل کو درست کرنا تاکہ وہ صاف ستھرا اور ہوشیار نظر آئے، مہنگا نہیں ہے اور نہ ہی اس میں زیادہ وقت لگتا ہے۔

یہ خوبصورتی کا رویہ تمام چیزوں پر لاگو ہوتا ہے، جیسے کہ کسی کا گھر۔ جب تک کوئی اسراف اور فضول خرچی سے پرہیز کرتا ہے اور جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتا رہتا ہے، وہ اعتدال کے ساتھ چیزوں کو اپنے لیے آسان بنانے کے لیے آزاد ہے۔

اس کے علاوہ یہ سمجھنا زیادہ ضروری ہے کہ حقیقی خوبصورتی جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، اس کا تعلق اندرونی حسن یعنی کردار سے ہے۔ یہ خوبصورتی دونوں جہانوں میں قائم رہے گی جبکہ ظاہری خوبصورتی وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو جائے گی۔ اس لیے اس حقیقی حسن کو ظاہری خوبصورتی پر حاصل کرنے کو اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے

ترجیح دینی چاہیے تاکہ وہ اپنے کردار سے حسد جیسی بری خصلت کو ختم کر کے سخاوت جیسی اچھی خصوصیات کو اپنا لے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں مدد ملے گی، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ ہو گا اور ان کی مدد کرے گا۔ لوگوں کے حقوق کو پورا کرنے میں، جس میں دوسروں کے ساتھ اس طرح سلوک کرنا شامل ہے جس کی خواہش ہے کہ لوگ ان کے ساتھ سلوک کریں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 39

جامع ترمذی نمبر 2347 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اس کا حقیقی دوست وہ ہے جس میں درج ذیل خصوصیات ہوں۔

ان خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ نماز میں ان کا اچھا حصہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی فرض نمازوں کو ان کی تمام شرائط اور آداب کے ساتھ صحیح طریقے سے ادا کرتے ہوئے قائم کرتے ہیں، جیسے کہ وقت پر پڑھنا۔ اس میں نفلی عبادات کا قیام بھی شامل ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات پر مبنی ہیں، جیسے کہ رات کی نماز۔ سنن نسائی نمبر 1614 میں موجود حدیث کے مطابق فرض نمازوں کے بعد یہ درحقیقت بہترین نماز ہے۔ نماز میں ایک اچھا حصہ یہ بھی ہے کہ جب ممکن ہو مسجد میں فرض نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کی جائیں۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ کتنے مسلمان ایک مسجد کے قریب رہتے ہیں لیکن پھر بھی کام سے فارغ ہونے کے باوجود جماعت میں شامل نہیں ہوتے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی جو خصوصیت بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس پر، عوامی اور نجی طور پر۔ تنہائی میں ایسا کرنا کسی شخص کے اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کی نشاندہی کرتا ہے، یعنی وہ صرف اس کی خاطر اعمال صالحہ کرتے ہیں۔ یہ وہ ہے جو مضبوطی سے یاد رکھتا ہے کہ چاہے وہ کہیں بھی ہوں، ان کی ذات کے باطنی اور ظاہری پہلو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل دیکھے جا رہے ہیں۔ اگر کوئی اس عقیدہ پر قائم رہے تو وہ ایمان کی فضیلت کو اپنائیں گے، جس کا ذکر صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود حدیث میں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ عمل کرتے ہیں، جیسے کہ نماز پڑھنا، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں، انہیں دیکھ رہے ہیں۔ .یہ رویہ عمل صالح کی ترغیب دیتا ہے اور گناہوں سے روکتا ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 40

صحیح بخاری نمبر 2736 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کو جانتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔

جاننا صرف ان کو یاد کرنے سے مراد نہیں ہے۔ اصل میں ان کا مطالعہ کرنا اور ان پر کسی کی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق عمل کرنا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ اپنی لامحدود حیثیت کے لحاظ سے نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو بے شمار نعمتوں سے نوازتا ہے اور ہمیشہ ان پر بہت مہربان ہے۔ یہی خصوصیت دوسروں کی طرف منسوب کی گئی ہے، جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ باب 9 توبہ آیت 128:

’’ بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ اس کے لیے وہ تکلیف دہ ہے جو تم برداشت کرتے ہو۔ ]اسے [آپ کی فکر ہے ]یعنی آپ کی رہنمائی [اور مومنوں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔"

جب تخلیق کے حوالے سے استعمال ہوتا ہے تو رحمدل کا مطلب نرم دل اور ہمدرد ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی لامحدود حیثیت کے مطابق سب کو بخشنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کو معاف کر کے اس صفت کو اپنانا ایک ایسی چیز ہے جس کی اسلام میں ترغیب دی گئی ہے۔ باب 24 النور، آیت 22:

"... اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے؟‘‘

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی صفات اعلیٰ کو مسلمان اپنی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق اپنا سکتے ہیں۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ پہلے خدائی صفات اور ناموں کے معنی کو سمجھیں اور پھر اسماء کے مفہوم کو اپنے کردار میں اپنائیں، یہاں تک کہ وہ اپنے روحانی قلب میں مضبوطی سے جڑ نہ جائیں تاکہ وہ اعلیٰ کردار حاصل کر سکیں۔ یہ اعلیٰ کردار اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے، جیسا کہ قرآن پاک کی تعلیمات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

# ایمان کو مضبوط کرنا - 41

صحیح بخاری نمبر 7405 میں موجود ایک طویل الٰہی حدیث میں اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی ہے کہ وہ ہر اس شخص کے ساتھ ہے جو اسے یاد کرتا ہے۔

ذہنی مسائل اور عوارض جیسے کہ ڈپریشن کے بڑھنے کے ساتھ، مسلمانوں کے لیے اس اعلان کی اہمیت کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ کسی شخص کے دماغی مسئلے کا سامنا کرنے کا بہت کم امکان ہوتا ہے جب وہ مستقل طور پر کسی ایسے شخص سے گھرا رہتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے جو واقعی ان سے پیار کرتا ہے۔ اگر یہ کسی شخص کے لیے درست ہے تو یہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے لیے زیادہ مناسب ہے، جس نے اپنے ذکر کرنے والے کے ساتھ رہنے کا وعدہ کیا ہے۔ صرف اس اعلان پر عمل کرنے سے ذہنی مسائل جیسے کہ ڈپریشن ختم ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں سے الگ تھلگ رہنے یا دوسروں کے درمیان ہونے سے نیک پیشواؤں کی ذہنی حالت پر کوئی فرق نہیں پڑا کیونکہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی صحبت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ تمام رکاوٹوں اور مشکلات کو کامیابی سے عبور کر لیتا ہے یہاں تک کہ آخرت میں اس کے قرب تک پہنچ جاتا ہے۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ نے اپنی لامحدود رحمت سے اس اعلان کو کسی طرح بھی محدود نہیں کیا۔ مثال کے طور پر، اس نے یہ اعلان نہیں کیا کہ وہ صرف نیک لوگوں کے ساتھ ہے یا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو مخصوص اچھے کام کرتے ہیں۔ اس نے درحقیقت ہر مسلمان کو گھیر لیا خواہ ان کے ایمان کی مضبوطی ہو یا کتنے ہی گناہوں کا ارتکاب کیا ہو۔ اس لیے مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اس حدیث میں جو شرط بیان کی گئی ہے اس پر غور کرنا ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ اس یاد میں اپنی نیت کو درست کرنا بھی شامل ہے تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کام کرے اور اس لیے لوگوں سے کسی قسم کی شکر گزاری کی امید نہ رکھے۔ زبان سے یاد کرنے میں اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا شامل ہے۔ اور ذکر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے استعمال کریں جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی یاد ہے۔ ایسا سلوک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی صحبت اور نصرت نصیب ہوگی۔

سادہ لفظوں میں اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ اطاعت اور یاد کرے گا، اتنا ہی اس کی صحبت حاصل کرے گا۔ جو دیتا ہے وہی وصول کرے گا۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو تنہا یاد کرے گا، اللہ اسے تنہا یاد کرے گا۔ اور جو شخص مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا، اس کا ذکر عام طور پر، اللہ تعالیٰ اس کو آسمانی فرشتوں کے درمیان بہتر اجتماع کے معنی میں یاد کرے گا۔

یہ قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جانے والی بہت سی مثالوں کی طرح اسلام کی ایک بنیادی تعلیم کی طرف اشارہ کرتی ہے، یعنی جو شخص دیتا ہے وہی اسے ملتا ہے۔ ایک اور مثال، جو اس حدیث کی تصدیق کرتی ہے، باب 2 البقرہ، آیت 152 میں موجود ہے:

"...پس مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد رکھوں گا

جامع ترمذی نمبر 1924 میں ایک حدیث ہے کہ جو مخلوق پر رحم کرے گا اس پر خالق رحم کرے گا۔ عام طور پر اس مادی دنیا میں انسان کو اپنی کوششوں کے مطابق چیزیں ملتی ہیں۔ تاہم، عجیب بات ہے کہ کچھ لوگ بغیر کسی کوشش کے جنت کے اعلیٰ درجات حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ ان تعلیمات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو ان کی کوششوں کی بنیاد پر برکت اور رحمت ملے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے جتنے زیادہ فرمانبردار ہوں گے، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، بدلے میں انہیں اتنا ہی زیادہ ملے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا کر سکتا ہے خواہ وہ اس کی اطاعت میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا نظام قائم کیا ہے جس پر عمل کرنا ضروری ہے یعنی اس کی اطاعت میں کوشش کرنا۔ مزید برکات اور رحمت حاصل کرنے کے لیے اطاعت۔ لہٰذا ہر مسلمان کو غوروفکر کرنا چاہیے اور فیصلہ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی کتنی رحمتیں اور برکتیں وہ چاہتے ہیں اور پھر اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش کریں۔

اس حقیقت کو اس حدیث کے آخری حصے میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو شخص اس کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرنے کی جس قدر کوشش کرے گا، اس کی اتنی ہی زیادہ رحمت اسے حاصل ہوگی۔

## ایمان کو مضبوط کرنا - 42

صحیح بخاری نمبر 6412 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ لوگ اکثر ان کی قدر نہیں کرتے جب تک کہ ان سے محروم نہ ہو جائیں، صحت اور فراغت۔

اچھی صحت ایک خاص نعمت ہے کیونکہ یہ انسان کو دنیا اور دین سے متعلق دیگر نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتی ہے۔ معمولی بیماریوں کے پیچھے ایک حکمت یہ ہے کہ وہ ایک مسلمان کو اچھی صحت کے لئے شکر گزار ہونے کی ترغیب دیں۔ حقیقی شکر گزاری تب ہوتی ہے جب کوئی اپنے پاس موجود نعمتوں کو استعمال کرتا ہے، اس صورت میں اچھی صحت، صحیح طریقے سے جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے۔ ان لوگوں کو دیکھنا چاہیے جو بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے اپنی صحت سے محروم ہو گئے ہیں اور اس لیے اپنی صحت سے استفادہ کرتے ہوئے دنیاوی اور دینی معاملات میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے مادی دنیا پر دین کو ترجیح دیں۔ مثال کے طور پر، مساجد کی طرف سفر کرنے کے لیے اپنی اچھی صحت کو استعمال کرتے ہوئے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیے ایک وقت آنے سے پہلے جب وہ ایسا کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے لیے جسمانی طاقت نہیں رکھتے۔ انہیں چاہیے کہ وہ رضاکارانہ روزے رکھیں، خاص کر سردیوں کے مختصر دنوں میں، اس سے پہلے کہ وہ اپنی اچھی صحت سے محروم ہوجائیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ رات کی نماز باقاعدگی سے ادا کریں کیونکہ سنن نسائی نمبر 1614 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ بہترین نفلی نماز ہے۔

صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جب وہ آخرکار اس سے محروم ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو وہی اجر دیتا رہے گا جو ان کی صحت کے دوران اچھے کام کرنے پر ملتا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث المفرد نمبر 500 میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ غفلت میں رہتے ہیں وہ اپنی اچھی صحت سے استفادہ کرنے میں ناکام رہیں گے اور اس وجہ سے ان کی صحت یابی کے دوران کوئی اجر نہیں ملے گا۔

اچھی صحت کی تعریف کرنے اور سچے شکرگزار ہونے کا ایک پہلو ان لوگوں کی مدد کرنا ہے جنہوں نے اپنے ذرائع کے مطابق اپنی اچھی صحت کھو دی ہے، جیسے جذباتی یا مالی مدد۔ بیماروں کے بارے میں باقاعدگی سے غور و فکر کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ ان کی اچھی صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دے گا۔

آخر میں، جو لوگ اپنی اچھی صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی بیماری کے دور میں مدد کرے گا۔ جبکہ جو لوگ ایسا نہیں کرتے انہیں یہ مدد نہیں ملے گی اور اس وجہ سے وہ بیماری کا سامنا کرتے وقت بے صبری کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ منفی رویہ ان کے لیے مزید پریشانی کا باعث بنے گا اور انہیں بہت زیادہ انعام سے محروم کر دے گا۔

اس مواد میں ہر چیز خریدی جا سکتی ہے، یہاں تک کہ غیر قانونی ذرائع سے بھی، سوائے وقت کے۔ یہ وہ واحد نعمت ہے جو انسان کے جانے کے بعد واپس نہیں آتی۔ اگرچہ اس حقیقت کو کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے خواہ وہ کسی بھی عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں، لیکن بہت سے مسلمان اپنے دیئے گئے وقت کی قدر نہیں کرتے اور اس کا صحیح استعمال نہیں کرتے۔ بہت سے لوگوں نے یہ ذہنیت اختیار کر لی ہے کہ وہ کل آخرت کی تیاری کریں گے۔ لیکن جیسے جیسے ہر دن گزرتا ہے یہ کل تاخیر کا شکار ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ بہت سے معاملات میں یہ کل کبھی نہیں آتا۔ اور انہیں اس بات کا کل احساس تب ہوتا ہے جب ان کی موت کے وقت بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو اپنی زندگی میں اس کل تک پہنچنے کے لیے خوش نصیب ہیں وہ بوڑھے ہونے پر مسجدوں میں آباد ہو سکتے ہیں لیکن چونکہ انہوں نے مادی دنیا کے لیے اتنا وقت اور توانائی وقف کر دی ہے کہ ان کے جسم ابھی تک مساجد میں ہیں، ان کے دل اور زبانیں ابھی تک مگن ہیں۔ مادی دنیا میں .یہ ان لوگوں کے لیے واضح ہے جو باقاعدگی سے مساجد میں آتے ہیں۔ یہ مسلمان اپنی بوڑھی عمر اور اپنی دنیاوی ذہنیت کی وجہ سے اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کا امکان نہیں رکھتے۔ اس لیے وہ مساجد میں حاضری دے سکتے ہیں پھر بھی ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں۔

اس کے علاوہ، وقت گزرنے کے ساتھ، زیادہ تر معاملات میں، کسی کی ذمہ داریاں ہی بڑھ جاتی ہیں، جیسے شادی اور بچوں کی پرورش۔ اس لیے آخرت کی تیاری میں اس وقت تک تاخیر کرنا جب تک کہ کوئی زیادہ آزاد نہ ہو جائے محض حماقت ہے۔ اسلام مسلمانوں کو یہ نہیں سکھاتا کہ وہ دنیا کو ترک کر دیں بلکہ یہ انہیں اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ اپنے وقت کا صحیح

استعمال کریں، مادی دنیا سے کافی لے کر اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو بغیر اسراف اور فضول خرچی کے پورا کریں اور پھر اپنی بقیہ کوششیں وقف کر دیں۔ مستقل آخرت کی تیاری انہیں چاہیے کہ اپنے وقت کو گناہ اور فضول کاموں میں کم سے کم کریں، ان کاموں میں جو انہیں دنیا یا آخرت میں فائدہ نہیں پہنچا سکتیں، اور اپنے وقت اور وسائل کا زیادہ حصہ ان چیزوں کے لیے وقف کریں جس سے انہیں دونوں جہانوں میں فائدہ ہو۔ اس طرح کوئی اپنے وقت کا صحیح استعمال کرتا ہے۔ کتنے مسلمان ایمانداری سے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی دنیا کو سنوارنے پر اپنی زیادہ تر کوششیں ابدی آخرت کی تیاری کے لیے وقف کردی ہیں؟

# ایمان کو مضبوط کرنا - 43

جامع ترمذی نمبر 2616 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند اہم اعمال بیان فرمائے جن کو انجام دینے کے لیے مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کو ڈھال قرار دیا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 1639 میں موجود ایک اور حدیث میں آپ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روزہ آگ کے خلاف ڈھال ہے جس طرح ڈھال لڑائی میں انسان کی حفاظت کرتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ روزہ دنیا میں آنے والی مشکلات اور آخرت میں جہنم کی آگ سے حفاظت ہے۔ اس کے علاوہ روزہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے خلاف ایک ڈھال ہے جیسا کہ قرآن کریم نے روزے کو تقویٰ حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اس کا ایک پہلو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز کرنا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 183:

’’اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔‘‘

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ روزہ اس وقت تک ڈھال کا کام کرتا ہے جب تک کہ کوئی شخص اپنے روزے کو بری باتوں یا افعال سے خراب نہ کرے۔ سنن نسائی نمبر 2235 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی لیے صحیح میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ دار کو تنبیہ کی ہے کہ وہ بے حیائی نہ کرے اور دوسروں سے جھگڑا نہ کرے۔ بخاری نمبر 1894۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی کی حدیث نمبر 707 میں تنبیہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ اگر کوئی شخص لغو باتوں سے باز نہ آئے تو وہ اپنا کھانا پینا

چھوڑ دے۔ اور اعمال .یہ رویہ روزے کے مقصد سے واضح طور پر متصادم ہے۔ درحقیقت روزے کو گناہوں سے محفوظ رکھ کر نہ صرف معدہ بلکہ جسم کے ہر عضو کو متاثر کرنا چاہیے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے پرہیز کرتے ہوئے روزے کے تمام آداب و شرائط کو پورا کرے تاکہ وہ اس طرز عمل کو سارا سال نافذ کر سکے، خواہ وہ روزے سے نہ ہوں۔ یہ حقیقی روزہ ہے جو تقویٰ اور دنیا کی مشکلات اور آخرت میں جہنم کی آگ سے حفاظت کا باعث ہے۔

اہم حدیث میں مذکور اگلی چیز نفلی رات کی نماز کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ صدقہ کی طرح گناہوں کو مٹاتا ہے۔

نفلی نماز کی بے شمار فضیلتیں ہیں مثال کے طور پر سنن نسائی نمبر 1614 میں ایک حدیث ہے کہ یہ سب سے افضل نماز ہے۔ وہ رات ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی لامحدود عظمت کے مطابق اس دنیا کے آسمانوں پر نزول فرماتا ہے اور لوگوں کو اپنی بخشش اور رحمت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6321 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

قیامت کے دن یا جنت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کا درجہ نہیں ہو گا اور یہ درجہ براہ راست رات کی نماز سے مربوط ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ رات کو نفلی نماز قائم کرتے ہیں انہیں دونوں جہانوں میں اعلیٰ درجات سے نوازا جائے گا۔ باب الاسراء، آیت 79 17:

اور رات کے کچھ حصے سے، اس کے ساتھ نماز پڑھو ]یعنی قرآن کی تلاوت [اپنے لیے اضافی " ]عبادت [کے طور پر۔ امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایک قابل تعریف مقام پر اٹھائے گا۔

تمام مسلمانوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی دعائیں قبول ہوں اور ان کی حاجتیں پوری ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ وہ رات کی نماز نفلی ادا کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 1770 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی ہے کہ ہر رات میں ایک خاص گھڑی ہوتی ہے جس میں اچھی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ ہمیشہ جواب دیا.

نماز شب کا قیام گناہوں سے بچنے کا ایک بہترین طریقہ ہے کیونکہ یہ بے مقصد اجتماعات سے بچنے میں مدد دیتا ہے اور بہت سی جسمانی بیماریوں سے بھی بچاتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 3549 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

رات کی نماز کے لیے تیاری کرنی چاہیے کہ زیادہ کھانے پینے سے گریز کریں، خاص طور پر سونے سے پہلے، کیونکہ اس سے سستی پیدا ہوتی ہے۔ کسی کو دن میں غیر ضروری طور پر خود کو تھکانا نہیں چاہئے۔ دن میں ایک مختصر جھپکی اس میں مدد کر سکتی ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا چاہیے جیسا کہ فرمانبرداروں کے لیے آسان ہے۔ نفلی رات کی نماز ادا کرنا۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا مرکزی رکن فرض نمازوں کا قیام ہے۔

فرض نمازوں کو قائم کرنے کا مطلب ہے کہ اس کے تمام آداب و شرائط کو صحیح طریقے سے پورا کرنا، جیسے کہ وقت پر پڑھنا۔ یہ ہر مسلمان پر سب سے اہم فریضہ ہے اور اس کے بغیر دنیا و آخرت میں کامیابی تقریباً ناممکن ہے۔ یہ بات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی آیات اور احادیث میں واضح ہو چکی ہے، جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 2618 میں ہے۔ اس

میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ نماز کا قیام ایمان کو کفر سے الگ کرتا ہے۔ جو لوگ نماز قائم کرنے میں ناکام رہتے ہیں ان کے ایمان کے بغیر اس دنیا سے جانے کا خطرہ ہے جو سب سے بڑا نقصان ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی حد سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، کسی مسلمان کے پاس نماز قائم نہ کرنے کا عذر نہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 286:

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

اپنی پوری کوشش کرنے کا دعویٰ کرتے ہوئے فرض نمازوں کو قائم کرنے میں ناکام ہونا اس حقیقت کے منافی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم حق ہے۔

چونکہ فرض نمازیں اسلام کا مرکزی ستون ہیں، اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اگر کوئی ان کو قائم کرنے میں ناکام رہتا ہے تو اس کا اسلام کا گھر منہدم ہو جائے گا، خواہ وہ دیگر نیک اعمال ہی کیوں نہ کرے۔ فرض نمازوں کو کسی دوسرے عمل یا اندرونی عقیدے سے بدل نہیں سکتا۔ درحقیقت فرض نمازیں انسان کے اندرونی عقیدہ کا سب سے اہم عملی ثبوت ہیں۔ اس عملی ثبوت کے بغیر دنیا یا آخرت میں کامیابی کا امکان نہیں۔ باب 20 طہٰ، آیت 14:

‘‘میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔’’

اور باب 20 طہ، آیات 124-126:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ

میں دیکھ رہا تھا؟ )اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 44

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں قرآن پاک کی اس آیت پر غور کر رہا تھا جو باب 47 محمد، آیت 7 میں پائی جاتی ہے :

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کا ساتھ دو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمائے گا۔"

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اسلام کی مدد کرے گا تو اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں ان کی مدد کرے گا۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ لاتعداد لوگ اللہ تعالیٰ کی مدد کے خواہاں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کر کے اس آیت کے پہلے حصے کو پورا نہیں کرتے۔ .اکثر لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ان کے پاس اعمال صالحہ کے لیے وقت نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے خواہاں ہیں، پھر بھی ان کاموں کے لیے وقت نہیں نکالیں گے جن سے وہ خوش ہے۔ کیا اس کی کوئی منطق ہے؟ جو لوگ فریضہ ادا نہیں کرتے اور پھر ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ سے مدد کی امید رکھتے ہیں وہ بالکل بے وقوف ہیں۔ اور جو لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں لیکن ان سے آگے جانے سے انکار کرتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ انہیں ملنے والی امداد محدود ہے۔ کس طرح برتاؤ کیا جاتا ہے اس کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے۔ جتنا زیادہ وقت اور توانائی اللہ تعالیٰ کے لیے وقف ہوگی، انہیں اتنی ہی زیادہ مدد ملے گی۔ یہ واقعی اتنا آسان ہے۔

ایک مسلمان کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ زیادہ تر واجبات، جیسے کہ پانچ وقت کی نمازیں، صرف ایک دن میں تھوڑا سا وقت لیتی ہیں۔ ایک مسلمان یہ توقع نہیں کر سکتا کہ وہ دن میں بمشکل ایک گھنٹہ فرض نماز کی ادائیگی کے لیے وقف کرے اور پھر باقی دن اللہ تعالیٰ سے غافل رہے اور پھر بھی تمام مشکلات میں اس سے مسلسل مدد کی امید رکھے۔ ایک شخص اس دوست کو ناپسند

کرے گا جو اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے۔ تو پھر اللہ رب العالمین کے ساتھ ایسا سلوک کیسے ہو سکتا ہے؟

کچھ لوگ صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اضافی وقت صرف کرتے ہیں، جب انہیں کوئی دنیوی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو اس سے اس کو حل کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ایک احسان رضاکارانہ طور پر کیا ہے۔ یہ احمقانہ ذہنیت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی بندگی کے خلاف ہے۔ یہ حیرت انگیز ہے کہ اس قسم کے لوگ اپنی تمام تفریحی سرگرمیاں، جیسے کہ خاندان اور دوستوں کے ساتھ وقت گزارنے، ٹی وی دیکھنا اور سماجی تقریبات میں شرکت کے لیے کیسے وقت نکالتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے وقت نہیں نکال پاتے۔ وہ قرآن پاک کی تلاوت اور اس کی تعلیمات کو اپنانے کے لیے وقت نہیں نکال پاتے۔ انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطالعہ اور ان پر عمل کرنے کا وقت نظر نہیں آتا۔ یہ لوگ کسی نہ کسی طرح اپنی غیر ضروری آسائشوں پر خرچ کرنے کے لیے دولت تلاش کرتے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ انہیں رضاکارانہ خیرات میں دینے کے لیے کوئی دولت نہیں ملتی۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ اس کے برتاؤ کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اضافی وقت لگاتا ہے، تو اسے وہ سہارا مل جائے گا جس کی انہیں تمام مشکلات سے باحفاظت سفر کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر وہ واجبات کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کوئی دوسرا وقت صرف کیے بغیر صرف ان کو پورا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ایسا ہی جواب ملے گا۔ سیدھے الفاظ میں، جتنا زیادہ دیتا ہے، وہ اتنا ہی زیادہ وصول کرے گا۔ اگر کوئی زیادہ نہیں دیتا تو اسے بدلے میں زیادہ امید نہیں رکھنی چاہئے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 45

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ انہیں انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بہترین گروہ کس چیز نے بنایا؟ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے جسمانی طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی کے دوران دیکھا، یقیناً ایک عنصر ہے۔ لیکن جو کوئی ان کی زندگی اور ان کے اعمال صالحہ کے بارے میں جانتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ان کی برتری صرف اس منفرد اور عظیم عمل سے زیادہ ہے۔

ان کی فضیلت کی ایک بڑی وجہ صحابی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعلق ایک حدیث میں دکھائی گئی ہے جو کہ صحیح مسلم نمبر 6515 میں موجود ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ سوار تھے۔ ریگستان میں جب وہ ایک بدو سے ملے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اعرابی کو سلام کیا، اعرابی کے سر پر اپنی پگڑی رکھ دی اور اعرابی کو اپنی سواری پر سوار ہونے کی تاکید کی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ اس نے اعرابی کو جو سلام کیا وہ کافی سے زیادہ تھا کیونکہ اعرابی اس بات پر بہت خوش ہوا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کیا۔ ، اسے سلام کیا۔ اس کے باوجود ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے بہت آگے جا کر بدویوں کا بہت احترام کیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے ایسا صرف اس لیے کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار یہ نصیحت کی تھی کہ ایک شخص اپنے والدین کی عزت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ محبت اور احترام کیا جائے۔ والدین کے رشتہ دار اور دوست۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مزید کہا کہ اعرابی کے والد اپنے والد امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دوست تھے۔

یہ واقعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔ وہ مکمل طور پر اسلام کی تعلیمات کے تابع تھے۔ انہوں نے نہ صرف فرض کی ادائیگی کی اور تمام گناہوں سے اجتناب کیا بلکہ ان تمام اعمال کو مکمل طور پر پورا کیا جن کی سفارش ان کے لیے ممکن حد تک ممکن تھی۔ ان کی سر تسلیم خم کرنے کی وجہ سے وہ اپنی خواہشات کو ایک طرف رکھ کر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا

کے لیے کام کرتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ آسانی سے اعرابی کو نظر انداز کر سکتے تھے کیونکہ اس نے جو عمل کیا تھا ان میں سے کوئی بھی واجب نہیں تھا، اس عذر کو استعمال کرنے والے بہت سے مسلمانوں کے برعکس، اس نے مکمل طور پر اسلام کی تعلیمات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور جس طرح اس نے عمل کیا۔ .

اسلام کی تعلیمات کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کا ایمان کمزور ہوا ہے۔ بعض تو صرف واجبات کو پورا کرتے ہیں اور دوسرے اعمال صالحہ سے اعراض کرتے ہیں، مثلاً صدقہ، جو ان کی خواہشات کے خلاف یہ کہتے ہوئے کہ اعمال واجب نہیں ہیں۔ تمام مسلمان آخرت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ختم ہونے کی خواہش رکھتے ہیں۔ لیکن اگر وہ ان کے راستے یا راستے پر نہ چلیں تو یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر کوئی مسلمان ان کے سوا کسی اور راستے پر چلے گا تو وہ ان کے ساتھ کیسے جا سکتا ہے؟ ان کے ساتھ ختم ہونے کے لیے ان کے راستے پر چلنا چاہیے۔ لیکن یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب کوئی شخص اپنی خواہشات کے مطابق کام کرنے کی بجائے اسلام کی تعلیمات کو مکمل طور پر تسلیم کر لے جیسا کہ انہوں نے کیا تھا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 46

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں قرآن پاک کی درج ذیل آیت پر غور کر رہا تھا :باب 41 فصیلات، آیت 53:

’’ ہم اُن کو اپنی نشانیاں افق اور اُن کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر واضح ہو جائے گا کہ یہ حق ہے‘‘۔

تمام مسلمان اسلام پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کے ایمان کی مضبوطی ہر شخص میں مختلف ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، وہ جو اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے کیونکہ ان کے خاندان نے انہیں بتایا تھا کہ وہ اس جیسا نہیں ہے جو ثبوت کے ذریعے اس پر یقین رکھتا ہے۔ جس شخص نے کسی چیز کے بارے میں سنا ہے وہ اس پر اس طرح یقین نہیں کرے گا جس طرح وہ اپنی آنکھوں سے اس چیز کو دیکھ چکا ہے۔

جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود حدیث سے ثابت ہے کہ مفید علم حاصل کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ ایک بہترین طریقہ ہے کہ ایک مسلمان اسلام پر اپنے ایمان کو مضبوط کر سکتا ہے۔ اس کا تعاقب کرنا ضروری ہے کیونکہ جس کے ایمان پر یقین جتنا زیادہ مضبوط ہوتا ہے اس کے صحیح راستے پر ثابت قدم رہنے کا موقع اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے، خاص طور پر جب مشکلات کا سامنا ہو۔ اس کے علاوہ سنن ابن ماجہ کی حدیث نمبر 3849 میں یقین کا یقین رکھنے کو بہترین چیزوں میں سے ایک قرار دیا گیا ہے۔ یہ علم قرآن پاک اور حدیث نبوی کا مطالعہ کرکے حاصل کیا جانا چاہیے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ایک معتبر ذریعہ سے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہ صرف ایک حقیقت کا اعلان کیا بلکہ مثالوں کے ذریعے اس کا ثبوت بھی دیا۔ نہ صرف وہ مثالیں جو ماضی کی قوموں میں پائی جاتی ہیں بلکہ ایسی مثالیں جو کسی کی اپنی زندگی میں رکھی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت کی ہے کہ بعض اوقات انسان کسی چیز سے محبت کرتا ہے حالانکہ اگر وہ اسے حاصل کر لیتا ہے تو وہ اسے پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح وہ کسی چیز سے نفرت کر سکتے ہیں جبکہ اس میں ان کے لیے بہت سی بھلائیاں پوشیدہ ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

تاریخ میں اس سچائی کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جیسے معاہدہ حدیبیہ۔ کچھ مسلمانوں کا خیال تھا کہ یہ معاہدہ، جو مکہ کے غیر مسلموں کے ساتھ کیا گیا تھا، مؤخر الذکر گروہ کی مکمل حمایت کرے گا۔ اس کے باوجود تاریخ صاف بتاتی ہے کہ اس نے اسلام اور مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ یہ واقعہ صحیح بخاری نمبر 2731 اور 2732 میں موجود احادیث میں مذکور ہے۔

اگر کوئی اپنی زندگی پر غور کرے تو انہیں بہت سی ایسی مثالیں ملیں گی جب وہ یقین کرتے تھے کہ کوئی چیز اچھی تھی جب وہ ان کے لیے بری تھی اور اس کے برعکس۔ یہ مثالیں اس آیت کی صداقت کو ثابت کرتی ہیں اور ایمان کو مضبوط کرنے میں مدد کرتی ہیں۔

ایک اور مثال باب 79 عن نازیات، آیت 46 میں ملتی ہے:

جس دن وہ )قیامت کے دن (کو دیکھیں گے کہ گویا وہ اس دنیا میں ایک دوپہر یا صبح کے سوا باقی ’’ نہیں رہے تھے۔‘‘

تاریخ کے اوراق پلٹیں تو صاف نظر آئے گا کہ کتنی بڑی سلطنتیں آئیں اور گئیں۔ لیکن جب وہ چلے گئے تو ان کا اس طرح انتقال ہو گیا گویا وہ ایک لمحے کے لیے زمین پر ہیں۔ ان کی چند نشانیوں کے علاوہ باقی سب ایسے مٹ گئے ہیں جیسے وہ زمین پر پہلے کبھی موجود ہی نہیں تھے۔ اسی طرح، جب کوئی اپنی زندگی پر غور کرے گا تو وہ محسوس کرے گا کہ چاہے وہ کتنے ہی بوڑھے کیوں نہ ہوں اور اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ ان کی مجموعی زندگی کتنی ہی سست محسوس ہوئی ہو گی۔ اس آیت کی سچائی کو سمجھنا انسان کے یقین کو مضبوط کرتا ہے اور اس سے انہیں تحریک ملتی ہے کہ وہ وقت ختم ہونے سے پہلے آخرت کی تیاری کریں۔

قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ لہٰذا انسان کو ان الہٰی تعلیمات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ یقین کو اپنا سکے۔ جو اس کو حاصل کر لے گا وہ کسی بھی مشکل سے متزلزل نہیں ہوگا اور اس راستے پر ثابت قدم رہے گا جو جنت کے دروازوں کی طرف جاتا ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 47

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو حلال چیزوں کی خواہش رکھتے ہیں، جیسے کہ ایک بچہ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو چیز منتخب کی ہے اس پر راضی ہونے کے بجائے وہ اپنی خواہشات کو حلال طریقوں سے حاصل کرتے ہیں جیسے کہ قرآن پاک اور روایات پر مبنی روحانی مشقیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اسلام میں ظاہر ہے جائز ہے۔ پھر بھی، اس ساری کوشش اور تناؤ کے بعد بھی وہ اسلام کی ایک سادہ مگر گہری تعلیم کو نہ سمجھ پاتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں جو ان کی تلاش میں ان کی مدد کرتی۔ درحقیقت، وہ اکثر کچھ خاص طریقوں سے کام کرتے ہیں جس سے ان کی درخواست کے پورا ہونے کے امکانات کم ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان کو یہ سمجھنے کے لیے عالم ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت ان سے دور ہو جائے تو ایک مسلمان کے لیے اس کے حاصل کرنے کا امکان کم ہے۔ مثال کے طور پر، یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کوئی جھوٹ بولتا ہے تاکہ دوسروں کو ہنسایا جائے۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 2315 میں موجود ایک حدیث میں اس شخص پر تین مرتبہ لعنت کی گئی ہے۔ لعنت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ختم ہو جاتی ہے۔ ان میں سے کچھ مسلمان جو اللہ تعالیٰ سے چیزوں کی شدت سے خواہش رکھتے ہیں، دوسروں کی غیبت اور غیبت بھی کرتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خاتمے کا باعث بنتا ہے۔ باب 104 الحمزہ، آیت 1:

"ویل ہے ہر غیبت کرنے والے اور غیبت کرنے والے کے لیے۔"

ایسی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو ہٹانے کا باعث بنتی ہیں، جس کے نتیجے میں کسی کی درخواست پوری ہونے کے امکانات ڈرامائی طور پر کم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی جائز خواہشات کی تکمیل کے لیے روحانی مشقوں جیسے دوسرے ذرائع کی تلاش سے پہلے علم کی تلاش اور اس پر عمل کرتے ہوئے اس اہم اصول پر عمل کریں کیونکہ یہ چیزیں ان کی حاجتوں کو پورا کرنے میں اس وقت تک مدد نہیں کریں گی جب تک کہ وہ اپنا طرز عمل درست نہ کریں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 48

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں شیطان کے ایک طاقتور ہتھیار اور جال کے بارے میں سوچ رہا تھا جو ہر مسلمان کو متاثر کر سکتا ہے چاہے اس کے ایمان کی مضبوطی ہی کیوں نہ ہو۔ شیطان مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ ان لوگوں کا مشاہدہ کریں جو ان سے بدتر ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشش نہ کرنے اور ان کے کردار اور طرز عمل کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے ان کے فقدان کو ثابت کیا جا سکے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان جو اپنی فرض نمازیں وقتاً فوقتاً پڑھتا ہے وہ ایسے شخص کو دیکھے گا جو خود کو بہتر محسوس کرنے کے لیے بالکل نماز نہیں پڑھتا۔ ایک چور قاتل کو دیکھے گا اور خود کو سمجھائے گا کہ چوری اتنی بری بات نہیں ہے۔ مثالیں لامتناہی ہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ یہ مسلمان اتنی آسانی سے ان لوگوں کو دیکھ لیتے ہیں جو ان سے بدتر دکھائی دیتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی کوتاہی کا جواز پیش کر سکیں، لیکن یہی لوگ ان لوگوں کا مشاہدہ نہیں کریں گے جو ان سے بدتر حالت میں ہیں۔ مشکلات کا سامنا .مثال کے طور پر، جو شخص کمر کے درد میں مبتلا ہے وہ جسمانی طور پر معذور شخص کا مشاہدہ نہیں کرے گا تاکہ یہ انہیں شکایت کرنے سے روکے۔ جامع ترمذی نمبر 2513 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص طور پر اس رویہ کی تلقین فرمائی ہے۔

مزید برآں، اگر ان لوگوں کا مشاہدہ کرنا جو ان کے رویے میں بدتر دکھائی دیتے ہیں، کسی کو دنیاوی عدالت میں سزا سے نہیں بچا سکتا، جیسے کہ ایک چور کو جج کی طرف سے معاف کر دیا جاتا ہے کیونکہ دنیا میں بہت سے قاتل ہیں، تو کوئی کیسے سوچ سکتا ہے کہ یہ عذر برقرار رہے گا؟ اللہ کی بارگاہ میں؟

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے سے بہتر لوگوں کو دیکھ کر شیطان کے اس جال سے بچیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے کردار اور طرز عمل کو بتدریج بہتر کرنے کی تحریک حاصل کریں۔ یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ معنی طلب کرتا ہے، وہ کمال کا مطالبہ نہیں کرتا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 49

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کو اپنی دنیاوی زندگی کے مطابق ڈھالنے کے بجائے اپنے عقیدے کے مطابق کیسے ڈھال سکتے ہیں۔ اس کو حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ عورتوں کے لیے فرض نمازیں ادا کرتے ہی اور مردوں کے لیے مساجد میں فرض نمازیں ادا کریں۔ جیسا کہ نماز قائم کرنا اسلام کا بنیادی رکن ہے جس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 2616 میں ایک حدیث میں آئی ہے کہ جب کوئی شخص اسے ادا کرتا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے تو وہ اسے اپنے دنیوی کاموں کا اہتمام کرنے پر مجبور کرتا ہے تاکہ وہ اپنی فرض نمازوں کے ارد گرد فٹ ہو جائیں۔ جبکہ جب کوئی شخص اپنی فرض نمازیں دیر سے پڑھتا ہے یا مسجد کے بجائے گھر میں پڑھتا ہے تو فرض نمازوں کو اپنے دنیوی ٹائم ٹیبل کے گرد فٹ کرنا آسان ہوجاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے ایمان کو اپنی دنیاوی زندگی میں ڈھالنے کا سبب بنتا ہے۔ صحیح رویہ غیر ضروری اور فضول سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے بھی روکے گا، جیسے کہ شاپنگ سینٹرز کا غیر ضروری جانا، کیونکہ یہ اکثر مسلمان کو وقت پر یا مسجد میں اپنی فرض نماز ادا کرنے سے روکتے ہیں۔ ان غیر ضروری چیزوں اور سرگرمیوں سے پرہیز کرنے سے انسان اپنی زندگی کو اپنے مذہب کے گرد ڈھال سکتا ہے۔

اس کے علاوہ فرض نمازوں کو وقت پر ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ایک ہے، سنن نسائی نمبر 611 میں موجود حدیث کے مطابق مسلمان کو اس عادت کو اپنانا چاہیے اور اپنی فرض نمازوں میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ ایک انتہائی اچھی وجہ کے بغیر جو بہت کم ہی ہوتا ہے۔ اگر کوئی اپنی زندگی کو اپنے عقیدے کے مطابق ڈھالنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی فرض نمازیں وقت پر ادا کریں جیسے ہی وہ عورتوں کے لیے ہوں اور مرد انھیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اس مادی دنیا کی زیادتی سے پریشان ہوئے بغیر آخرت کی تیاری کو ترجیح دیں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 50

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کی زندگی میں اکثر ایسے ادوار آتے ہیں جہاں وہ اپنی عبادت کی مقدار میں اضافہ کرکے خود کو محنت کرتے ہیں۔ یہ اکثر رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں ہوتا ہے جہاں مسلمان معمول سے کہیں زیادہ محنت کرکے اپنی زندگیوں کو بدلنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ بہت کم وقت میں بہت زیادہ کوشش کرنے کا مسئلہ یہ ہے کہ یہ اکثر ہار ماننے اور معمول پر واپس آنے کا باعث بنتا ہے۔ سب سے پہلے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 43 میں موجود ایک حدیث میں مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ اپنے اوپر زیادہ بوجھ نہ ڈالیں اور صرف وہ کام کریں جنہیں وہ سنبھال سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ اعلان کرتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اعمال وہ ہیں جو باقاعدگی سے کیے جاتے ہیں خواہ ان کی جسامت کچھ بھی ہو۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس نصیحت پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ زیادہ امکان ہے کہ وہ طویل عرصے تک اپنی اطاعت کو برقرار رکھیں۔

درحقیقت، اہم وقت وہ دور نہیں ہے جہاں کوئی روحانی بلندی محسوس کرے اور اضافی کوشش کرے۔ اہم وقت وہ ہوتا ہے جب کوئی شخص معمول پر واپس آجاتا ہے کیونکہ روحانی بلندیاں بہت کم ہی رہتی ہیں۔ مسلمانوں کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ روحانی بلندی سے کتنا ہی واپس لوٹیں، انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی کو جاری رکھنا چاہیے۔ پھر وہ کچھ وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کے لیے وقف کریں۔ اس طرح قدم بہ قدم بدلنا قلیل مدت میں اضافی کوشش کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے اور اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی بہتر اطاعت کو برقرار رکھے، اگر وہ بتدریج، قدم بہ قدم بدلتے رہیں۔ .کوئی بھی مسلمانوں سے راتوں رات سنت بننے کا مطالبہ نہیں کر رہا ہے۔ بہتری میں وقت لگتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو خاموش نہیں رہنا چاہیے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت کو بہتر بنانے کے لیے اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتے ہوئے چھوٹے مگر باقاعدہ اقدامات کرنا چاہیے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 51

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ کوئی کتنا ہی دینی علم حاصل کر لے یا کتنے ہی عبادات اور اعمال صالحہ انجام دے لے وہ شیطان کے حملوں اور جال سے کبھی محفوظ نہیں رہے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان ہر شخص پر اس حساب سے حملہ کرتا ہے کہ وہ کتنا علم رکھتا ہے اور کتنے اچھے کام کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، وہ اس مسلمان کو قائل کرنے کی کوشش کرے گا جو اپنی فرض نمازیں ادا کرنے میں سخت ہے کہ وہ انہیں مسجد میں باجماعت ادا نہ کرے یا انہیں اس بات پر راضی کرے کہ وہ اپنی فرض نمازوں کو ان کے ابتدائی اوقات سے زیادہ مؤخر کریں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ قائل نہیں کر سکے گا۔ وہ فرض نمازوں کو مکمل طور پر ترک کر دیں۔ جب کہ جو مسلمان اپنی فرض نمازوں کو قائم کرنے میں تگ و دو کر رہا ہے اس کے بارے میں وہ انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کرے گا کہ ان کا قائم کرنا بہت مشکل ہے اس لیے انہیں صرف اس وقت ادا کرنا چاہیے جب وہ مکمل طور پر آزاد ہوں۔ وہ بہت سے رضاکارانہ نیک اعمال انجام دینے والوں کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے کردار کو بہتر بنانے کے لیے اسلامی علم حاصل نہ کریں اور اس پر عمل نہ کریں تاکہ وہ جھوٹ اور غیبت جیسی بری خصوصیات کے ذریعے اپنے اچھے اعمال کو برباد کرتے رہیں۔

شیطان کا مقصد یہ ہے کہ اگر وہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ذریعے درجات میں گرنے پر قائل نہ کر سکے تو اسے بلندی تک پہنچنے سے روکتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس کے حملوں اور جال سے ہمیشہ چوکنا رہنا چاہیے اور درجات میں اضافے، اپنے کردار کو سنوارنے اور نافرمانی کے کاموں سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے جو سب کچھ اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

## ایمان کو مضبوط کرنا - 52

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ وقت کے ساتھ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے کے باوجود ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی طاقت میں کمی آئی ہے۔ ہر مسلمان اپنے عقیدے کی مضبوطی سے قطع نظر قرآن پاک کی صداقت پر یقین رکھتا ہے کیونکہ اس سے ان کا ایمان ختم ہو جائے گا۔ درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے برتری اور کامیابی حاصل کرنے کی کنجی بتائی ہے جس سے دنیا بھر کے مسلمان اس کمزوری اور غم کو دور کر دیں گے۔ باب 3 علی عمران، آیت 139:

پس تم کمزور نہ ہو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو‘‘۔ ’’

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس برتری اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے صرف سچے مومن بننے کی ضرورت ہے۔ حقیقی عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لانا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر سے کرنا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے فرائض شامل ہیں، جیسے کہ دوسروں کے لیے وہی محبت کرنا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے جس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث میں آئی ہے۔ تعلیمات اس رویہ کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کامیابی اور برتری حاصل ہوئی۔ اور اگر مسلمان اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اس راہ راست پر واپس آنا چاہیے۔ جیسا کہ مسلمان قرآن پاک پر یقین رکھتے ہیں انہیں اس سادہ تعلیم کو سمجھنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔

# 53 - ایمان کو مضبوط کرنا

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بدقسمتی سے، کچھ مسلمانوں نے ایک کمزور خصوصیت اختیار کر لی ہے جو انہیں بہتر کرنے میں صرف رکاوٹ ہے۔ یعنی وہ اپنے حالات اور حالات کا موازنہ دوسروں سے کرتے ہیں جو آسان حالات کا سامنا کر رہے ہیں اور اس کو بہانے کے طور پر استعمال کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ نہ کریں، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کر کے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جو کل وقتی کام کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی کوشش کی کمی کا عذر کرتا ہے، اپنا موازنہ کسی ایسے شخص سے کرتا ہے جو پارٹ ٹائم کام کرتا ہے اور محض یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کرنا آسان ہے۔ کیونکہ ان کے پاس زیادہ فارغ وقت ہے۔ یا ایک غریب مسلمان زیادہ مال رکھنے والوں کو دیکھ کر اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مالدار ان سے زیادہ آسانی سے صدقہ دے سکتا ہے۔ وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ یہ بہانے ان کی روح کو بہتر محسوس کر سکتے ہیں لیکن یہ ان کی دنیا یا آخرت میں مدد نہیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ لوگ دوسروں کے وسیلہ کے مطابق عمل کریں وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنے اسباب کے مطابق اس کی اطاعت پر عمل کریں۔ مثال کے طور پر جو شخص کل وقتی کام کرتا ہے وہ اپنے پاس جو بھی فارغ وقت رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف کر سکتا ہے، خواہ وہ جز وقتی کام کرنے والے سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ اس سلسلے میں پارٹ ٹائمر جو کچھ کرتا ہے اس کا کل وقتی کام کرنے والے پر کوئی اثر نہیں ہوتا اس لیے انہیں زیادہ محنت نہ کرنے کے بہانے کے طور پر استعمال کرنا محض ایک لنگڑا بہانہ ہے۔ غریب مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق صدقہ دے خواہ وہ مالدار سے کم ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا فیصلہ کرے گا اور دوسرے مسلمانوں کے اعمال کے مطابق ان کا فیصلہ نہیں کرے گا۔

مسلمانوں کو ان فضول عذروں کو ترک کر دینا چاہیے اور بس اپنے اپنے ذرائع کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 54

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اگر کسی شخص کو کسی مخصوص کام کے لیے رکھا گیا تھا، جیسے کہ گھر کی پینٹنگ، اگر وہ کوئی دوسرا فرض، جیسے گھر کو گھیرنا، کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو انہیں اجرت ملنے کا بہت زیادہ امکان ہے۔ اگرچہ انہوں نے جو کچھ کرنے کا فیصلہ کیا وہ برا نہیں تھا لیکن جیسا کہ انہوں نے ایک کام کرنے کا انتخاب کیا ہے انہیں اس لیے رکھا نہیں گیا کہ وہ بلاشبہ اپنے آجر کو ناراض کریں گے۔ یہ سمجھنا اور قبول کرنا آسان ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو پورا کرے، لیکن اگر وہ کسی اور کام کا ارادہ کرے اور اس فرض سے کوتاہی کرے، خواہ وہ بات کچھ بھی ہو۔ وہ حلال کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں، جیسے کہ اس مادی دنیا کو اپنی ضرورت سے زیادہ حاصل کرنا، ایسے اعمال کرنا جو دو آسمانی منابع میں بتائے گئے ہیں اس سے مختلف ہوں یا محض ناجائز ہوں، ان سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ اس نے واضح کر دیا ہے کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ اسی طرح ایک ملازم جو کچھ مختلف کرنے کا فیصلہ کرتا ہے اسے اپنی اجرت ملنے کی امید نہیں رکھنی چاہیے اور نہ ہی کسی مسلمان کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے کوشش کرنے کے لیے کہا گیا ہے اس کے علاوہ کسی اور چیز کے لیے کوشش کرنے کا فیصلہ کرنا چاہیے۔ مسلمان کے معاملے میں اجرت میں دونوں جہانوں میں برکت، رحمت اور اللہ تعالیٰ کی بخشش شامل ہے۔ سیدھے الفاظ میں، اگر کوئی مسلمان یہ اجرت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنا کام کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو دوسرے کاموں میں مصروف نہیں ہونا چاہئے جو یا تو اس کے فرض سے متصادم ہوں یا جو اس کے فرض سے مختلف ہوں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 55

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو اپنا زیادہ وقت، محنت اور مال ان چیزوں پر لگا دیتے ہیں جو نہ اعمال صالحہ ہیں اور نہ گناہ، بلکہ وہ فضول چیزیں ہیں۔ فضول چیزوں میں غیر ضروری چیزوں کا حصول بھی شامل ہو سکتا ہے، جیسے کہ کسی کے گھر کو ان کی ضروریات سے زیادہ خوبصورت بنانا۔ اگرچہ، وہ اپنے اس دعوے میں درست ہو سکتے ہیں کہ وہ گناہ نہیں کر رہے، ایک حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔ یعنی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قیمتی تحفہ ہے جو ایک بار چلے جانے کے بعد حاصل نہیں ہو سکتا۔ باقی تمام چیزیں حاصل کی جا سکتی ہیں، جیسے کہ مال، وقت کے علاوہ باقی تمام چیزیں۔ پس جب کوئی اپنے وقت کے ساتھ ساتھ دیگر نعمتوں جیسے مال کو بھی غیر ضروری اور اضافی چیزوں کے لیے وقف کرتا ہے، تو یہ قیامت کے دن بڑی پشیمانی کا باعث بنے گا۔ یہ اس وقت ہو گا جب وہ ان لوگوں کو ملنے والے اجر کو دیکھیں گے جنہوں نے اپنے وقت کا استعمال کیا اور عمل صالح کیا۔ وقت ضائع کرنے والے گناہوں سے بچتے ہیں جو انہیں عذاب سے بچاتے ہیں لیکن جب وہ فضول کاموں میں وقت ضائع کرتے ہیں تو انہیں تنقید کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اور وہ یقیناً اس انعام سے محروم ہو جائیں گے جو وہ حاصل کر سکتے تھے اگر وہ اپنے وقت اور دیگر نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے۔

اس کے علاوہ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ جتنا زیادہ فضول کاموں میں مشغول ہوتا ہے وہ اسراف اور فضول خرچی میں پڑنے کے اتنا ہی قریب ہوتا ہے جو دونوں ہی قابل ملامت ہیں۔ مثال کے طور پر نعمتوں کو ضائع کرنے والوں کو شیطان کا بہنوئی سمجھا جاتا ہے۔ اور اس پر استدلال کیا جا سکتا ہے جب کوئی اپنا وقت ان فضول کاموں کے لیے وقف کر دے جس نے درحقیقت وقت کی قیمتی نعمت کو ضائع کر دیا ہو۔ باب 17 الاسراء، آیت 27:

"...بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں"

# ایمان کو مضبوط کرنا - 56

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں قرآن پاک کی درج ذیل آیت پر غور کر رہا تھا :باب 29 العنکبوت، آیت 38:

اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوشنما بنا دیا تھا اور انہیں راستے سے روک دیا تھا‘‘۔’’

جیسا کہ اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے کہ شیطان لوگوں کو گناہ کرنے اور غلط فیصلے کرنے کے لیے ان کے لیے غلط انتخاب کو خوبصورت بنا کر بے وقوف بناتا ہے۔ یہ ان حالات میں ہوتا ہے جب ایک شخص کو دو یا دو سے زیادہ اختیارات میں سے انتخاب کرنا چاہیے۔ یہ اس وقت بھی ہوتا ہے جب انتخاب حلال اور ناجائز اور یہاں تک کہ دو حلال اختیارات کے درمیان ہو۔ اگر شیطان کسی کو گناہ کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتا تو وہ اسے کمتر اختیار کی طرف رہنمائی کرنے کی کوشش کرتا ہے، چاہے وہ حلال ہی کیوں نہ ہو، اس امید پر کہ یہ کسی قسم کے گناہ کا باعث بنے گا، جیسے کہ کوئی شخص زندگی اور تقدیر کے بارے میں شکایت کرتا ہے۔ شیطان کسی انتخاب کو اس کے ظاہری فائدے پر اس حد تک توجہ مرکوز کرنے کا باعث بناتا ہے کہ وہ بڑی تصویر اور انتخاب کے نتائج پر توجہ مرکوز کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایک بالغ پھر ایک بچے کی طرح برتاؤ کرتا ہے جو اپنے اعمال کے نتائج پر غور کیے بغیر انتخاب کرتا ہے۔ یہ ایک اہم وجہ ہے جس کی وجہ سے لوگ گناہ کرتے ہیں۔ درحقیقت، اگر کوئی گناہوں کی سزا پر صحیح معنوں میں غور کرے تو وہ ان کا ارتکاب نہیں کرے گا۔

کچھ جو اس طرح کے حالات میں مدد کرتا ہے وہ ہے ذہنی طور پر ایک قدم پیچھے ہٹنا اور ان کے طویل مدتی فوائد اور نقصانات کا موازنہ کرکے اختیارات کا جائزہ لینا۔ صرف اس صورت میں جب کسی چیز کا حلال فائدہ نقصان سے زیادہ ہو جائے تو انسان کو آگے بڑھنا چاہیے۔ دوسری چیز جو مدد کرتی ہے وہ ہے ممکنہ اختیارات کے نتائج پر گہرائی سے غور کرنا۔ کچھ انتخاب جائز ہو سکتے

ہیں لیکن اگر کوئی ان کے ساتھ آگے بڑھتا ہے تو یہ طویل مدت میں ان کی زندگی کو مشکل بنا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، بعض اوقات لوگ کسی ایسے شخص کے ساتھ شادی میں جلدی کرتے ہیں جس سے وہ بظاہر محبت کرتے ہیں۔ وہ دیگر اہم پہلوؤں پر غور کرنے کے بجائے اپنے فیصلے کی بنیاد صرف اور صرف اپنے جذبات پر کرتے ہیں، مثلاً، اگر ان کا ممکنہ مستقبل کا شریک حیات ایک اچھا جیون ساتھی یا اچھا والدین بنائے گا اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ان کی مدد کرے گا۔ بہت سی شادیاں طلاق پر ختم ہو چکی ہیں کیونکہ جوڑے نے ممکنہ شادی کے طویل مدتی مضمرات پر غور نہیں کیا۔ بہت سے لوگ اکثر دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی شریک حیات شادی سے پہلے بہت مختلف تھی لیکن زیادہ تر معاملات میں وہ بالکل بھی نہیں بدلے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ شادی سے پہلے انہوں نے ان کے ساتھ اتنا وقت نہیں گزارا تھا اس لیے انہوں نے کچھ ایسی خصوصیات کا مشاہدہ نہیں کیا جو شادی کے بعد ظاہر ہو گئیں۔

کچھ اکثر کارروائی میں جلدی کرتے ہیں اور بعد میں پچھتاوا ہوتے ہیں کیونکہ ان کے انتخاب نے انہیں مزید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور بہت سے معاملات میں یہ مسئلہ پہلی جگہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اس قسم کی کارروائی سے صرف اس صورت میں بچا جا سکتا ہے جب کوئی صورت حال پر غور کرے اور ایک قدم آگے بڑھانے کے وسیع تر اور طویل مدتی مضمرات اور نتائج کا مشاہدہ کرے۔

فیصلہ کرنے سے پہلے کسی کو صرف یہ اندازہ نہیں لگانا چاہیے کہ آیا کوئی چیز جائز ہے یا ناجائز۔ اگرچہ، یہ ابھی تک غور کرنے کی سب سے اہم چیز ہے، یہ واحد چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ بہت سے جائز غلط انتخاب، جن کو شیطان نے خوبصورت بنایا ہے، زندگی میں مزید پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ کوئی بھی انتخاب کرنے سے پہلے ایک شخص کو ایک قدم پیچھے ہٹنا چاہیے اور قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی روشنی میں اس کے حلال ہونے اور اس کے ممکنہ طویل مدتی فوائد اور نقصانات پر گہرائی سے غور کرنا چاہیے۔ اس پر جو بھی اس طرح کام کرتا ہے وہ شاذ و نادر ہی غلط انتخاب کرے گا وہ بعد میں پچھتائے گا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 57

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں اس بات پر غور کر رہا تھا کہ ہر مسلمان کھلے عام یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت کا خواہش مند ہے۔ ، آخرت میں .وہ اکثر صحیح بخاری نمبر 3688 میں پائی جانے والی حدیث کا حوالہ دیتے ہیں، جو اس بات کی تلقین کرتی ہے کہ انسان آخرت میں ان کے ساتھ رہے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں سے اپنی محبت کا کھلم کھلا اعلان کرتے ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ وہ اس نتیجہ کی خواہش کیسے کرتے ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، پھر بھی انہیں بمشکل جانتے ہیں کیونکہ وہ آپ کی سیرت، کردار اور تعلیمات کا مطالعہ کرنے میں مصروف ہیں۔ یہ بے وقوفی کی بات ہے کہ کوئی کسی سے سچی محبت کیسے کر سکتا ہے جسے وہ جانتا تک نہیں ہے۔

اس کے علاوہ جب ان لوگوں سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا ثبوت پوچھا جائے گا تو قیامت کے دن کیا کہیں گے؟ وہ کیا پیش کریں گے؟ اس اعلان کا ثبوت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت، کردار اور تعلیمات کا مطالعہ اور ان پر عمل کرنا ہے۔ اس دلیل کے بغیر اعلان اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا۔ یہ بالکل واضح ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر اسلام کو کسی نے نہیں سمجھا اور ان کا یہ رویہ نہیں تھا۔ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اعلان کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر عمل کے ذریعے اپنے دعوے کی تائید کی۔ اس لیے وہ آخرت میں اس کے ساتھ ہوں گے۔

جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ محبت دل میں ہے اور اسے عمل سے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ اتنا ہی بے وقوف ہے جتنا وہ طالب علم جو امتحان کا خالی پرچہ اپنے استاد کو دے کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ علم ان کے دماغ میں ہے اس لیے انہیں عملی طور پر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کاغذ پر نیچے اور پھر بھی پاس ہونے کی توقع ہے۔

ایسا سلوک کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت نہیں کرتا، صرف اپنی خواہشات رکھتا ہے اور بلاشبہ انہیں شیطان نے دھوکا دیا ہے۔

آخر میں یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ناکام رہے وہ یقیناً قیامت کے دن ان کے ساتھ نہیں ہوں گے۔ اگر کوئی ایک لمحے کے لیے اس حقیقت پر غور کرے تو یہ بالکل واضح ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 58

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے ایک سادہ مگر گہرے سبق کو سمجھنا ضروری ہے، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دنیا و آخرت میں دنیاوی یا دینی معاملات میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ طلوع آفتاب سے لے کر اس زمانے تک اور آخر زمانہ تک کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے نہ کبھی حقیقی کامیابی حاصل ہوئی اور نہ ہی کبھی نصیب ہوگی۔ تاریخ کے اوراق پلٹنے پر یہ بات بالکل عیاں ہے۔ لہٰذا جب کوئی مسلمان ایسی حالت میں ہو جس سے وہ ایک مثبت اور کامیاب نتیجہ حاصل کرنا چاہتا ہو تو اسے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا انتخاب نہیں کرنا چاہیے، خواہ یہ کتنا ہی آسان اور آزمائشی کیوں نہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر کسی کو ان کے قریبی دوستوں اور رشتہ داروں کی طرف سے ایسا کرنے کا مشورہ دیا جائے کیونکہ مخلوق کی اطاعت نہیں ہے اگر اس کا مطلب خالق کی نافرمانی ہے۔ اور درحقیقت وہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے عذاب سے نہ دنیا میں بچا سکیں گے نہ آخرت میں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کامیابی عطا کرتا ہے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں وہ اس کی نافرمانی کرنے والوں سے ایک کامیاب نتیجہ نکال دیتا ہے خواہ اس ہٹانے میں وقت لگے۔ ایک مسلمان کو بے وقوف نہیں بنانا چاہیے کیونکہ یہ جلد یا بدیر ہو جائے گا۔ قرآن کریم نے یہ بات بالکل واضح کر دی ہے کہ برائی کا منصوبہ یا عمل صرف کرنے والے کو ہی گھیرتا ہے خواہ اس سزا میں تاخیر ہی کیوں نہ ہو۔ باب 35 فاطر، آیت 43:

''لیکن شیطانی تدبیر اپنے لوگوں کو نہیں گھیرتی۔''

لہٰذا حالات اور انتخاب خواہ کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں مسلمانوں کو چاہیے کہ دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا انتخاب کریں کیونکہ یہی کامیابی دونوں جہانوں میں حقیقی کامیابی کا باعث بنے گی خواہ یہ کامیابی فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 59

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اسلامی سال کے خاص دنوں اور راتوں میں جیسے شب قدر، جو سنن ابوداؤد نمبر 1386 میں موجود ایک حدیث کے مطابق رمضان المبارک کی 27ویں رات کو شمار ہوتی ہے۔ ، مسلمان ڈرون میں باہر آتے ہیں اور مساجد میں رہتے ہیں یا گھر میں زیادہ نماز ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ اچھی بات ہے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو صرف اسلامی سال کے خاص دنوں اور راتوں میں اس طرح کا برتاؤ نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں چاہئے کہ وہ پورے سال کے دن اور رات کا احترام کرتے ہوئے ان میں اپنے فرائض کو بغیر کسی کوتاہی کے پورا کریں۔ انہیں کبھی یہ یقین نہیں کرنا چاہئے کہ سال میں ایک دن یا رات کی عبادت ان کی باقی سال کی غفلت کو پورا کرے گی کیونکہ یہ سراسر جھوٹ اور شیطان کی چال ہے۔ مسلمان ہونا ایک 24/7 فرض ہے یہ کوئی فرض نہیں ہے جو صرف مخصوص دنوں اور راتوں میں ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے اپنے فرائض ادا کرے، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے، تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرے اور اپنی زندگی کے ہر روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق لوگوں کے حقوق ادا کرے۔ ، السلام علیکم کچھ دن اور راتوں میں چیری چننا ایک بڑی وجہ ہے جس کی وجہ سے مسلمان اللہ سے منقطع محسوس کرتے ہیں، کیونکہ وہ کبھی کبھار اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مسلمان جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کرتے ہیں، وہی بدلے میں انہیں ملے گا۔ اگر وہ سال میں صرف چند دن یا راتیں اس کے لیے وقف کرتے ہیں تو پھر انہیں بڑی واپسی کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ اسلام کسی سے رات بھر عبادت کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ یہ مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں اور جہاں تک ممکن ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات کو پورا کریں۔ اس میں زیادہ وقت نہیں لگتا ہے اور دوسرے کاموں کو کرنے کے لیے کافی وقت چھوڑ دیتا ہے۔

درحقیقت جو شخص ہر دن اور رات کو ان میں اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے ان کا احترام نہیں کرتا وہ اسے پائے گا کہ خاص دن اور راتیں بھی اس کے لیے عام دن اور راتیں ہیں۔ لیکن جو ہر دن اور رات کا احترام کرے گا وہ پائے گا کہ ہر دن اور رات ان کے لیے خاص دنوں اور راتوں کی طرح شب قدر کی طرح ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان پر اسی طرح برکت نازل فرمائے گا جس طرح اسلامی سال کے خاص دنوں اور راتوں میں ان کو برکت دیتا ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 60

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بڑے پیمانے پر بدعنوانی کے مسئلے اور کس طرح زیادہ تر ممالک میں ہر سماجی سطح کو متاثر کیا ہے اس کے بارے میں رپورٹ کیا۔ وسیع پیمانے پر بدعنوانی بالکل واضح ہے اور اس کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے گہری تحقیقات یا تحقیق کی ضرورت ہے۔ بعض صورتوں میں یہ کھلے عام ہوتا ہے۔

معاشرے میں بدعنوانی کے پھیلنے کی ایک وجہ، یہاں تک کہ اعلیٰ سرکاری افسران بھی اس میں ملوث ہیں، عام لوگوں کے بدعنوان ہونے کا براہ راست نتیجہ ہے۔ جب عام لوگ جسمانی یا مالی ذرائع سے دوسروں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، یہ یقین رکھتے ہیں کہ کوئی ان کا محاسبہ نہیں کر سکتا، تو اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر انہیں بدعنوان رہنما اور سرکاری اہلکار مقرر کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی کیسے کام کرتا ہے اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 4019 میں موجود ایک حدیث میں ایک مرتبہ تنبیہ کی ہے کہ جب عام لوگ ایک دوسرے کو مالی طور پر دھوکہ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جابر سردار بنا کر سزا دیتا ہے۔ اس ظلم کا ایک پہلو بدعنوانی ہے جس کی وجہ سے عام لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ یہی حدیث متنبہ کرتی ہے کہ جب عام لوگ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے عہد کو توڑ دیں گے تو ان پر ان کے دشمن غالب آجائیں گے جو ان کے مال و اسباب کو ضبط کرلیں گے۔ ایک بار پھر، یہ بدعنوانی کا ایک پہلو ہے جہاں اثر و رسوخ رکھنے والے لوگ، جیسے کہ سرکاری اہلکار، نتائج کے خوف کے بغیر دوسروں کا سامان آزادانہ طور پر لے جاتے ہیں۔

جب عام عوام بدعنوان ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے لیڈر اور دوسرے بااثر سماجی عہدوں پر فائز افراد بھی اسی طرح کام کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اس طرز عمل کو عام لوگ قبول کرتے ہیں۔ اس سے قومی سطح پر کرپشن بڑھ رہی ہے۔ لیکن اگر عام لوگ بدعنوانی کے ذریعے دوسروں کے ساتھ زیادتی نہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے رہنما اور بااثر سماجی عہدے پر فائز افراد بدعنوانی کی جرأت نہیں کریں گے، عام عوام کو پوری طرح جان کر بھی

اس کے لیے کھڑے نہیں ہوں گے۔ اور اس سے پہلے نقل کی گئی حدیث کے مطابق اگر عام لوگ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں تو وہ ان لوگوں کو بااثر عہدوں پر تعینات کر کے بدعنوان اہلکاروں سے بچائے گا جو اپنے معاملات میں انصاف کرتے ہیں۔

بڑے پیمانے پر پھیلی ہوئی بدعنوانی کے لیے دوسروں کو مورد الزام ٹھہرانے کا نادان راستہ اختیار کرنے کے بجائے، مسلمانوں کو اپنے طرز عمل پر صحیح معنوں میں غور کرنا چاہیے اور اگر ضروری ہو تو اپنا رویہ درست کرنا چاہیے۔ ورنہ معاشرے میں کرپشن وقت کے ساتھ ساتھ بڑھے گی۔ کسی کو یہ یقین نہیں کرنا چاہئے کہ وہ ایک بااثر سماجی حیثیت میں نہیں ہیں ان کا معاشرے میں ہونے والی بدعنوانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بدعنوانی عام لوگوں کے رویے کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس لیے اسے عام لوگوں کے اچھے رویے سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 11:

بے شک اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے اندر کی حالت نہ بدلیں‘‘۔’’

# ایمان کو مضبوط کرنا - 61

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک ایسے شخص کے بارے میں رپورٹ کیا جو اپنے قومی ترانے کا احترام نہیں کرتا تھا، جسے کچھ لوگوں نے غیر محب وطن قرار دیا تھا۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ اور اپنی قوم کا سچا محب وطن قومی ترانے کے دوران کھڑے ہونے یا پرچم کو سلامی دینے سے انکار نہیں کرتا۔ ایک سچا محب وطن وہ ہے جو دوسروں کی حمایت کرتا ہے، جیسے کہ ان کی حکومت، ایسے کاموں میں جو اسلام کے حوالے سے فائدہ مند اور قابل تعریف ہیں، خواہ اس کا انتظام یا ذمہ دار کوئی بھی ہو۔ اور جو دوسروں پر تعمیری تنقید کرتا ہے، جیسے کہ ان کی حکومت، جب وہ کوئی ایسا کام کرتے ہیں جو اسلام کی نظر میں قابلِ ملامت ہو، اس بات سے قطع نظر کہ اسے کس نے ترتیب دیا ہے۔ یہ تنقید قانون کی حدود میں تعمیری ہونی چاہیے اور ہر قسم کی بیہودہ یا بیہودہ باتوں اور افعال سے گریز کرنا چاہیے۔ اسے کبھی بھی بغاوت پر منتج نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اس سے صرف معصوم لوگوں کو نقصان ہوتا ہے، جسے تاریخ نے بار بار واضح طور پر دکھایا ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ہر مسلمان اس طرح کا برتاؤ کر سکتا ہے، چاہے وہ سیاسی یا سماجی اثر و رسوخ کی پوزیشن میں نہ ہوں۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہر شخص دوسروں، خاص طور پر اپنے رشتہ داروں کے بارے میں ایک سچے محب وطن کی طرح برتاؤ کر سکتا ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، اچھائی کی حمایت کرتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔ باب 5 المائدۃ، آیت 2:

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو‘‘۔’’

اگر ہر خاندانی یونٹ اس طرح کا برتاؤ کرے تو بلاشبہ اس کا اثر ہر قصبہ، شہر اور بالآخر قوم پر پڑے گا، یہاں تک کہ حقیقی بہتری آئے گی، جس کے نتیجے میں سب کو فائدہ پہنچے گا، خواہ وہ کسی بھی عقیدے کے ہوں۔ یہ نیک نیتی اور خلوص نیت کے ساتھ اس کا ساتھ دینا کسی قوم کو اس

طرح سنوارنا ہی حقیقی حب الوطنی ہے۔ باقی سب صرف ایک بے معنی شو ہے۔ اس طرح کوئی ایک ملک کو حقیقی معنوں میں دوبارہ عظیم بناتا ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 62

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک مشہور شخصیت کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے اپنی دولت کیسے کمائی اور خرچ کی۔ قرآن پاک نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 27:

’’بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا کبھی ناشکرا رہا ہے۔‘‘

شیطان سے موازنہ کئی وجوہات کی بنا پر کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے، وہ لوگ جو غیر ضروری چیزوں پر دولت کو ضرورت سے زیادہ خرچ کرتے ہیں، اکثر ایسا جلد بازی میں کرتے ہیں، بغیر سوچے سمجھے، ایک زبردست خرچ کرنے والا۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 2012 میں موجود ایک حدیث کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ عجلت کرنا شیطان کی طرف سے ہے جب کہ غور و فکر کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس چیز پر غور کرے جو وہ خریدنا چاہتا ہے تو وہ غیر ضروری اور اسراف چیزوں پر خرچ نہیں کرے گا کیونکہ یہ سچے مسلمان کی علامت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، جب کوئی غیر ضروری اور اسراف چیزوں پر خرچ کرتا ہے، تو وہ زیادہ تر معاملات میں، صرف ان کمپنیوں کو ہوا دے رہے ہیں جو لوگوں کو صحیح رہنمائی سے ہٹا کر منافع کماتی ہیں، جیسے کہ تفریحی صنعت، جو شیطان کا اصل اور آخری ہدف ہے۔

فضول خرچی ہمیشہ آخرت کی تیاری سے غافل کردیتی ہے کیونکہ یہ شخص دولت کمانے، فضول خرچی کرنے اور جو کچھ حاصل کیا ہے اس سے لطف اندوز ہونے میں صرف کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو آخرت کی تیاری سے ہٹانا شیطان کا دوسرا ہدف ہے۔ آخرت کی تیاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ دولت، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

آخر میں، جو آیت پہلے نقل کی گئی ہے اس میں خاص طور پر شیطان کی ناشکری کا ذکر ہے۔ درحقیقت غیر ضروری چیزوں پر فضول خرچی کرنے والا ایسا اس لیے کرتا ہے کہ وہ بھی اپنے پاس موجود چیزوں پر ناشکری کرتا ہے۔ اگر ان میں سچی شکرگزاری ہوتی تو یہ انہیں اس طرح سے کام کرنے سے روکتا۔ اسلام کسی کو ضروری چیزوں پر خرچ کرنے سے منع نہیں کرتا، یہ درحقیقت مسلمانوں کو ایسا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور حلال غیر ضروری چیزوں پر خرچ کرنا بھی قابل قبول ہے، اگر کبھی کبھار اور اسراف کے بغیر کیا جائے، کیونکہ یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور مال کے ضیاع کا باعث بنتی ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 141:

‘‘اور ضرورت سے زیادہ نہ بنو۔ بے شک وہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا..."

# ایمان کو مضبوط کرنا - 63

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی، جس پر میں بحث کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ماضی سے سیکھنے کی اہمیت کے بارے میں بتایا۔

ایک مسلمان کے لیے ایک کلیدی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے، یعنی تخلیق میں کوئی بھی چیز بغیر عقلمندی کے واقع نہیں ہوتی، خواہ لوگ اس حکمت کو فوراً نہ دیکھیں۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر اس چیز کا علاج کرے جو پیش آتی ہے، خواہ وہ آسانی یا مشکل کا سامنا کر رہا ہو، بوتل میں ایک پیغام کی طرح۔ انہیں بوتل کا جائزہ لینے اور جانچنے میں زیادہ نہیں پھنسنا چاہئے، کیونکہ یہ محض ایک میسنجر ہے جو اہم پیغام پہنچاتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب مسلمان یا تو واقع ہونے والی اچھی چیزوں پر خوش ہوتے ہیں، اس طرح اچھی چیز کے اندر موجود پیغام سے غافل ہو جاتے ہیں۔ یا وہ مشکلات کے دوران غمگین ہو جاتے ہیں، اس طرح مشکل کے اندر موجود پیغام کو سمجھنے میں بہت زیادہ مشغول ہو جاتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ قرآن پاک کی نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے ہر صورتحال کو متوازن انداز میں دیکھیں۔ باب 57 الحدید، آیت 23:

" تاکہ تم اس چیز پر نا امید نہ ہو جو تم سے چھوٹ گئی ہے اور جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس پر فخر نہ کرو۔"

یہ آیت مختلف حالات میں خوش یا غمگین ہونے سے منع نہیں کرتی کیونکہ یہ انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ لیکن یہ ایک متوازن نقطہ نظر کی نصیحت کرتا ہے جس کے تحت کوئی انتہائی جذبات سے بچتا ہے، یعنی خوشی جو حد سے زیادہ خوشی ہے، یا غم جو کہ ضرورت سے زیادہ اداسی ہے۔ یہ متوازن نقطہ نظر کسی کو اپنے ذہن کو بوتل کے اندر موجود زیادہ اہم پیغام پر مرکوز کرنے کی اجازت دے گا، اس صورت حال کے اندر، چاہے یہ آسانی ہو یا مشکل کی صورت حال۔ چھپے ہوئے پیغام کو جانچنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے ایک مسلمان اپنی دنیوی اور دینی زندگی کو بہتر سے بہتر بنا سکتا ہے۔ بعض اوقات یہ پیغام جاگنے کی کال ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ جائیں، اس سے پہلے کہ ان کا وقت ختم ہو جائے۔ بعض اوقات یہ ان کے درجات کو بڑھانے کا ایک طریقہ ہو گا۔ دوسری بار ان کے گناہوں کو مٹانے کا ایک طریقہ اور بعض اوقات یہ یاد دہانی کہ وہ دنیاوی مادی دنیا اور اس میں موجود چیزوں سے خود کو منسلک نہ کریں۔ اس تشخیص کے بغیر کوئی شخص اپنی دنیوی یا دینی زندگی کو بہتر بنائے بغیر محض واقعات سے گزرے گا۔

# 64 - ایمان کو مضبوط کرنا

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک قدم پیچھے ہٹنے کی اطلاع دی تاکہ اس بات کا اندازہ لگایا جا سکے کہ کسی کی زندگی میں واقعی کیا فائدہ مند اور نقصان دہ ہے۔ جب کوئی مسلمان اسلام کی تعلیمات کا مشاہدہ کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ بعض دنیوی نعمتوں کو مثبت انداز میں بیان کیا گیا ہے لیکن دوسری جگہوں پر اسے منفی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں زیادہ تر چیزیں فطری طور پر اچھی یا بری نہیں ہوتیں۔ جو چیز انہیں اچھا یا برا بناتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رضا کی طرف لے جاتے ہیں یا نہیں۔ مثال کے طور پر، قرآن کریم نے شریک حیات کو سکون، رحم اور پیار حاصل کرنے کا ایک طریقہ بتایا ہے۔ باب 30 اروم، آیت 21:

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے سکون پاؤ۔ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی..."

لیکن اسی قرآن پاک نے یہ تنبیہ بھی کی ہے کہ میاں بیوی اور بچے بھی مسلمان کے دشمن ہو سکتے ہیں۔ باب 64 تغابن، آیت 14:

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں، لہٰذا ان سے بچو۔‘‘

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سکون کا ذریعہ بنتے ہیں جب وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہیں جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق سامنا کرنا شامل ہے۔ اس پر ہو لیکن کسی کے گھر والے ان کے دشمن بن سکتے ہیں اگر وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہٹا دیں۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاس موجود دنیاوی نعمتوں کا باقاعدگی سے جائزہ لیں اور فیصلہ کریں کہ آیا وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف ترغیب دیتے ہیں یا انہیں اس سے ہٹاتے ہیں۔ اور اگر ضروری ہو تو دونوں جہانوں میں اپنے فائدے کے لیے اقدامات کریں۔ جو بھی یہ خود تشخیص باقاعدگی سے کرتا ہے وہ یہ پائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا استعمال جاری رکھے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جس کے نتیجے میں وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کو یقینی بنائے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

لیکن اگر وہ یہ خود تشخیص کرنے میں ناکام رہے تو وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں جو اس دنیا میں ایک مشکل زندگی اور ایک عظیم دن پر سخت احتساب اور ممکنہ سخت سزا کا باعث بنے گی۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 124:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

:اور باب 9 توبہ آیت 24

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، وہ مال ’’ جو تم نے کمایا ہو، تجارت جس کے زوال کا تمہیں ڈر ہو، اور وہ مکانات جن سے تم خوش ہو، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب ہو۔ اس کی راہ میں جہاد کرو، پھر اس وقت تک انتظار کرو جب تک کہ اللہ اپنے حکم پر عمل نہ کرے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 65

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں کورونا وائرس اور عوام کو اس سے محفوظ رہنے کے لیے احتیاطی تدابیر کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ یہ اقدامات جن کو اب غیر اسلامی ممالک نافذ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کی نصیحت قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 1400 سال پہلے کیسے کی تھی۔ مثال کے طور پر، لوگوں کو دن بھر باقاعدگی سے ہاتھ دھونے کی تلقین کی جا رہی ہے، جبکہ اسلام ایک مسلمان کو اپنے ہاتھ، بازو، چہرے اور پاؤں، دن میں پانچ مرتبہ دھونے کا مشورہ دیتا ہے جو فرض نماز کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے۔ درحقیقت امام مالک کی، موطا، کتاب 2، حدیث نمبر 37 میں پائی جانے والی ایک حدیث اس بات کی نصیحت کرتی ہے کہ ایک سچا مومن دن بھر وضو کی حالت کو برقرار رکھتا ہے۔ یعنی وہ پانچوں فرض نمازوں کے لیے نہ صرف جسم کے ان حصوں کو دھوتے ہیں بلکہ جب بھی بیت الخلاء استعمال کرتے ہیں تو دن بھر وضو کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کو کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ سنن نسائی نمبر 258 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سونے سے پہلے اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہاتھ دھونے کی تلقین کی گئی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3297 اور 394 میں موجود احادیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ سادہ لفظوں میں لوگوں کو اچھی حفظان صحت کی تلقین کی گئی ہے اور اسلام نے صحیح مسلم نمبر 223 میں موجود ایک حدیث میں صفائی کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔

اس کے علاوہ، لوگوں کو غیر ضروری طور پر باہر نکلنے سے گریز کرنے کی تلقین کی گئی ہے، جس کی اسلام نے بہت پہلے نصیحت کی ہے، کیونکہ یہ اکثر بیہودہ اور گناہ کی باتوں کی طرف لے جاتا ہے۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 2406 میں موجود حدیث کے مطابق یہ نجات کا عنصر ہے۔

لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ غیر ضروری طور پر دوسروں کے ساتھ میل جول نہ رکھیں۔ اسلام نے اس تعلیم کو سنن ابن ماجہ نمبر 3971 میں موجود ایک حدیث میں یا تو اچھی بات کہنے یا

خاموش رہنے کا اعلان کرتے ہوئے گھیر لیا ہے جو کہ دوسروں کے ساتھ میل جول کو محدود کرنے پر دلالت کرتی ہے۔

آخر میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اس مشکل میں لوگوں کو ایک دوسرے کا ساتھ دینا چاہیے، جیسا کہ خوراک کی فراہمی، لیکن اسلام ایک ہزار سال سے اس کی اہمیت کا درس دیتا آیا ہے۔ مثال کے طور پر سنن ابو داؤد نمبر 4893 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو دوسروں کی مدد کرتا ہے۔

آخر میں مسلمانوں کو ان تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے تاکہ دنیا کو اسلام کا اصل چہرہ دکھایا جا سکے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 66

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کچھ مجرموں کے رویے اور رویے کے بارے میں بتایا جنہوں نے جرم کی زندگی کا انتخاب کیا، کیونکہ وہ آسان اور سادہ طریقے سے دولت حاصل کرنا چاہتے تھے۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیاوی اور مذہبی دونوں معاملات میں اس قسم کی فوری فکس ذہنیت سے بچیں۔ بدقسمتی سے بعض مسلمانوں نے یہ رویہ اختیار کیا ہے۔ جب بھی ان پر کوئی مشکل پیش آتی ہے تو قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کے بجائے صبر و استقامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہتے ہوئے اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے باز آجاتے ہیں۔ اس کی ممانعتوں سے اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتے ہوئے، وہ اس کے بجائے فوری حل تلاش کرتے ہیں، ایک مختصر روحانی مشق کی خواہش رکھتے ہیں جس سے ان کے تمام مسائل حل ہو جائیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ رویہ نہیں تھا، حالانکہ انہیں زیادہ سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی لمحے میں فتح و نصرت عطا کر سکتا تھا اور اسلام کو پھیلا سکتا تھا، لیکن اس کو حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں دو دہائیوں سے زیادہ کا عرصہ لگا۔ ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر وہ بغیر محنت کے دنیاوی چیزیں حلال طور پر حاصل نہیں کر سکتے تو وہ بغیر محنت کے دینی نعمتیں کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق سب سے بڑی روحانی مشق اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ مسائل کا کوئی فوری حل نہیں ہے، کیونکہ کائنات کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اگر کوئی مسلمان مشکلات سے نکلنا اور برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

# ایمان کو مضبوط کرنا - 67

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے نئی چیزوں اور تجربات کو دریافت کرنے کی اطلاع دی۔ بعض مسلمانوں نے ایسی ذہنیت اختیار کر رکھی ہے جس کے تحت وہ ہمیشہ اسلام کے حوالے سے مختلف چیزوں اور تعلیمات کو دریافت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ وہ جان بوجھ کر لیکچرز اور علم کی تلاش کرتے ہیں جو قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ پہلے سے تجربہ کر چکے ہیں اور اس سے مختلف ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی بری صفت نہیں ہے، یہ ایک ایسا رویہ ہے جو گمراہی کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کوئی اس علم پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے جو اس نے پہلے ہی سنا اور مطالعہ کیا ہے، پھر بھی نئی اسلامی معلومات اور علم کا تجربہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ سیدھے الفاظ میں، اگر کوئی مسلمان ان چیزوں کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ناکام رہا ہے جو وہ پہلے سے جانتے ہیں، تو نئی چیزیں سیکھنے سے انہیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ اس پر عمل کرنا جو کسی نے پہلے ہی سنا اور مطالعہ کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اکثر معلومات کے اہم ٹکڑوں کو دہراتی ہیں۔ مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کو صرف ایک بار نماز قائم کرنے کا حکم دینے کی ضرورت تھی، لیکن اس نے قرآن پاک میں کئی بار ایسا کیا ہے۔ جس طرح ایک طالب علم پہلے سے حاصل شدہ علم پر عمل کیے بغیر اگلے درجے یا تعلیمی سال تک ترقی نہیں کر سکتا، اسی طرح ایک مسلمان اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اس علم پر عمل نہ کرے جو اس کے پاس پہلے سے ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ نئی چیزیں تلاش کرتے اور سنتے ہیں۔ بعض احمقانہ طور پر ایمان کے بنیادی اصولوں جیسے جھوٹ اور غیبت سے پرہیز کیے بغیر تقویٰ کے اعلیٰ درجات سے مربوط علم حاصل کرتے ہیں۔

مزید برآں، نئے علم کی تلاش انسان کو ایسے علم حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہے جو فائدہ مند نہیں ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں اضافہ نہیں ہوتا، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی یہ مختلف علم کسی ایسی چیز سے مربوط ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے پوچھے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ قرآن پاک میں موجود علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے پر توجہ دیں کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ ہوگا۔ اور یہ علم ان چیزوں سے مربوط ہے جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا، جیسے لوگوں کے حقوق کی ادائیگی۔

قرآن کریم نے واضح کیا ہے کہ کسی کے پاس پہلے سے موجود اہم معلومات پر نظر ثانی کرنا فائدہ مند اور درست رویہ ہے، کیونکہ یہ شخص اپنے علم پر عمل کرنے کا زیادہ امکان رکھتا ہے اس کے مقابلے میں جو صرف نیا علم حاصل کرتا ہے۔ درحقیقت یہ رویہ اہل ایمان کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ لہٰذا، اگر کسی کو ان چیزوں کے بارے میں یاد دلانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا جو وہ پہلے سے جانتے ہیں، تو اسے اپنے ایمان کا از سر نو جائزہ لینا چاہیے۔ باب 51 ذاریات، آیت 55:

"اور نصیحت کرو، کیونکہ نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔"

# ایمان کو مضبوط کرنا - 68

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ان مسائل کے بارے میں بتایا جو مشرق وسطیٰ میں پیش آرہے ہیں اور کس طرح لاتعداد لوگ مصائب کا شکار ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں محتاط رہے اور اپنے دنیوی معاملات میں بہت زیادہ مشغول ہونے سے گریز کرے تاکہ وہ اپنے اردگرد ہونے والی چیزوں سے غافل ہو جائے اور جو کچھ ہو چکا ہے۔ یہ ایک اہم خوبی ہے، کیونکہ یہ کسی کے ایمان کو مضبوط کرنے کا ایک بہترین طریقہ ہے جس کے نتیجے میں انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مدد ملتی ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، جب کوئی مسلمان کسی بیمار کو دیکھتا ہے، تو وہ نہ صرف اس کی مدد کرے، چاہے وہ ان کی طرف سے صرف دعا ہی کیوں نہ ہو، بلکہ اسے اپنی صحت پر بھی غور کرنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ وہ بھی آخرکار اپنی اچھی صحت یا تو کسی بیماری، بڑھاپے یا موت کی وجہ سے کھو دیتے ہیں۔ اس سے انہیں اپنی اچھی صحت کے لیے شکر گزار ہونے کی ترغیب دینی چاہیے اور دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں ان کی اچھی صحت سے فائدہ اٹھا کر اپنے عمل سے یہ ظاہر کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

جب وہ کسی امیر کی موت کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو انہیں نہ صرف میت اور اس کے گھر والوں کے لیے دکھ ہونا چاہیے بلکہ اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ ایک دن جو ان کے لیے نامعلوم ہے، وہ بھی مر جائیں گے۔ انہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح امیر کو ان کی قبر پر دولت، شہرت اور خاندان چھوڑ دیا گیا تھا، اسی طرح وہ بھی قبر کے سامنے صرف اپنے اعمال کے ساتھ رہ جائیں گے۔ اس سے انہیں اپنی قبر اور آخرت کی تیاری کا حوصلہ ملے گا۔

یہ رویہ ان تمام چیزوں پر لاگو کیا جا سکتا ہے اور کیا جانا چاہیے ایک مسلمان کو اپنے اردگرد کی ہر چیز سے سبق سیکھنا چاہیے جس کی نصیحت قرآن پاک میں کی گئی ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 191:

اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں سوچو، "اے ہمارے رب، تو نے اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو بہت بلند ہے، تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ "

جو لوگ اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں ان کا ایمان روزانہ کی بنیاد پر مضبوط ہوتا جائے گا جبکہ جو لوگ اپنی دنیاوی زندگی میں بہت زیادہ مشغول ہیں وہ غافل رہیں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ اپنے رویے کو بہتر کرنے سے روکے گا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 69

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مڈ لائف بحران کے تصور پر رپورٹ کیا۔ ایک شخص جو اس کا تجربہ کرتا ہے اکثر اپنے مقصد پر سوال اٹھاتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ایک بہت بڑا خلا محسوس کرتا ہے، حالانکہ وہ بہت سی چیزیں رکھتا ہے اور بہت سی دنیاوی کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی تخلیق کے اس مقصد کو پورا نہیں کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم حاصل کرنا ہے تاکہ وہ اس کی صحیح اطاعت اور عبادت کر سکیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو خوش کرنے کے طریقے سے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 51 ذریات، آیت 56:

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا نہیں کیا۔ ''

یہ ایک ایسے شخص کی طرح ہے جو جدید ترین موبائل فون کا مالک ہے جس میں بہت سی خصوصیات ہیں، لیکن ایک خرابی کی وجہ سے وہ اپنے بنیادی مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے، جو کہ فون کال کرنا ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ یہ دیگر خصوصیات کتنی ہی اچھی ہوں، مالک ہمیشہ اس کے حوالے سے ایک خلا محسوس کرے گا، کیونکہ فون اپنے وجود کا بنیادی مقصد پورا نہیں کرتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص اپنی زندگی میں خلا محسوس کرے گا خواہ اس کے پاس بہت سی دنیاوی چیزیں ہوں۔ یہ احساس مسلمانوں اور غیر مسلموں کو متاثر کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ غیر مسلم ایسا کیوں محسوس کرتے ہیں، کیونکہ وہ اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے سے آگے نہیں ہو سکتے۔ لہذا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ وہ کیا حاصل کرتے ہیں، وہ آخر کار اپنی زندگی میں اس خلا کو محسوس کرتے ہیں۔ یہ ان مسلمانوں کو ہوتا ہے جو اپنے فرض کی ادائیگی بھی کر سکتے ہیں لیکن جب وہ اپنے مقصد کو صحیح طریقے سے پورا کرنے کے لیے ضروری علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو وہ اس خلا کا تجربہ کرتے ہیں۔ اکثر صورتوں میں وہ عربی زبان بھی نہیں سمجھتے، اس لیے محض عبادت کرنے سے اس خلا کو پر نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی بھی اس خلا کو اس وقت تک پر نہیں کرے گا جب

تک کہ وہ تخلیق کے اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش نہ کریں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے، تاکہ وہ اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اس کی عطا کردہ ہر نعمت کو اس کی رضا کے لیے استعمال کر سکیں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 70

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بڑے پیمانے پر پراجیکٹ کے بارے میں بتایا کہ کس طرح چیزیں ابتدائی منصوبہ کے مطابق نہیں چل رہی ہیں، جیسے کہ منصوبے کی تخمینہ لاگت ڈرامائی طور پر بڑھ رہی ہے۔

مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ طویل المدتی دنیاوی منصوبے بنانا دانشمندانہ فیصلہ نہیں ہے، کیونکہ یہ چیزیں منصوبہ بندی کے مطابق بہت کم ہی ہوتی ہیں۔ اس سچائی کو پہچاننے کے لیے کسی کو صرف اپنی زندگی اور اپنے طویل مدتی منصوبوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ قلیل مدتی بنیادوں پر منصوبہ بندی کرنا ہمیشہ بہتر ہوتا ہے، کیونکہ یہ زیادہ قابل حصول ہے اور اس کے نتیجے میں ایسی جذباتی یا مالی مشکلات پیدا نہیں ہوتی ہیں جب چیزیں منصوبہ بندی کے مطابق کام نہیں کرتی ہیں۔ دوسری طرف، طویل مدتی منصوبوں میں ناکامی زیادہ سنگین جذباتی اور مالی مشکلات کا باعث بنے گی۔

مزید برآں، طویل المدتی منصوبے انسان کے ذہن کو ہمیشہ اس مادی دنیا پر مرکوز کرنے کا باعث بنتے ہیں، جس سے وہ آخرت کی تیاری سے غافل ہو جاتا ہے، جس میں ان نعمتوں کا استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات۔ یہ رویہ دونوں جہانوں میں مشکلات ہی کا باعث بنے گا۔ لیکن جب کوئی قلیل المدتی دنیاوی منصوبے بناتا ہے، تو اس سے ان کا دھیان بڑی تصویر سے نہیں ہٹتا، یعنی آخرت کی تیاری۔

اس کے علاوہ، طویل مدتی منصوبے کسی شخص کی توجہ اس دنیا کے جائز پہلوؤں سے لطف اندوز ہونے سے ہٹاتے ہیں، جیسے کہ اپنے بچوں کے ساتھ وقت گزارنا۔ وہ ان چیزوں سے لطف اندوز ہونے میں تاخیر کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے طویل مدتی مقصد کی طرف کام کرنے میں بہت مصروف

ہیں۔ یہ ان کے تعلقات میں خلل ڈال سکتا ہے اور طویل مدتی مسائل کا سبب بن سکتا ہے، جیسے کہ طلاق۔

ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ جتنا چاہیں منصوبہ بندی کر سکتے ہیں لیکن آخر کار وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے منصوبہ بنایا اور فیصلہ کیا ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ اس کو جتنا ممکن ہو کم سے کم کیا جائے اور اس کے بجائے دنیا میں اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور آخرت کے سفر کی تیاری پر توجہ دی جائے۔ صحیح بخاری نمبر 6416 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی اشارہ کیا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کو اس مادی دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہنے کی تلقین کی۔ اللہ تعالیٰ اس طرز عمل کو برکت دے گا تاکہ مسلمان کو دونوں جہانوں میں سکون اور خوشی ملے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

# ایمان کو مضبوط کرنا - 71

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک مشہور شخصیت کی زندگی کی اطلاع دی جس کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس میں ان کی میراث اور ان کی زندگی میں حاصل کی گئی مختلف چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگرچہ انہوں نے بہت ساری دنیاوی کامیابیاں حاصل کیں ان کی زندگی میں اب بھی ایسی چیزیں تھیں جو ان کی کامیاب میراث کو داغدار کرتی تھیں، جیسے کہ جرائم اور الزامات۔

تاریخ کے اوراق پلٹیں تو بہت سے ایسے لوگ نظر آئیں گے جنہوں نے بڑی دنیاوی کامیابیاں حاصل کیں اور بعض صورتوں میں ابھی تک بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچایا، وہ کم از کم ایک ایسی چیز بھی دیکھیں گے جو ان کے کارناموں کو داغدار کرتی ہے۔ لیکن اگر کوئی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کا مشاہدہ کرے تو انہیں کامیابی اور ان گنت چیزوں کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا جن سے بنی نوع انسان کو فائدہ ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسے لوگ بھی ہیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹی تنقید کرتے ہیں، لیکن آپ کی انتہائی درست اور مفصل سیرت سے یہ بات بالکل واضح ہے، جس کی معتبر مسلم اور غیر مسلم مورخین نے تصدیق کی ہے، کہ یہ تنقید ہے۔ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ تمام رول ماڈلز کو ایک طرف رکھیں اور اس کے بجائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بے عیب سیرت کا مطالعہ کریں اور اسے اپنائیں، کیونکہ دنیاوی دونوں میں حقیقی کامیابی اور ذہنی سکون حاصل کرنے کا یہی واحد راستہ ہے۔ اور مذہبی زندگی .باب 3 علی عمران، آیت 31:

’’کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔‘‘

اس دنیا میں اس سے بڑا کوئی مقصد نہیں۔ درحقیقت یہ وہ چیز ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے لوگ اپنے عقیدے سے قطع نظر کوشش کرتے ہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ سب کچھ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رکھا ہے۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21:

’’یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔‘‘

یہ سادہ سی بات ہے کہ اگر کوئی شخص دنیوی اور دینی کامیابی چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے۔ لیکن اگر وہ اس کے سوا کوئی اور راستہ اختیار کریں گے تو جو بھی داغدار کامیابی حاصل کریں گے وہ آخرکار ان کے لیے بوجھ بن جائے گی اور یہ ایک عظیم دن پر ندامت اور عذاب کا باعث بنے گی۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

# ایمان کو مضبوط کرنا - 72

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے گزشتہ دہائی کے دوران لندن کے اندر جرائم میں اضافے کی اطلاع دی۔ بدقسمتی سے، وہ کچھ ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ اس دنیا میں ایمان کی ضرورت نہیں ہے اور دوسرے جو مسلمان ہیں، دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے بغیر اسلام کا دعویٰ کرنا کافی ہے، جس میں عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، جیسا کہ قرآن پاک اور نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جرائم میں یہ اضافہ ایمان کی اہمیت کو ثابت کرتا ہے اور علم و عمل سے اس کو تقویت دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جرائم اور گناہ صرف اس صورت میں ہوتے ہیں جب ایک شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ اسے یا تو اپنے اعمال کے لیے کوئی نتیجہ نہیں بھگتنا پڑے گا، جیسے کہ جیل، یا وہ کسی طرح ان سے بچ جائیں گے، مثال کے طور پر، ملک سے بھاگ کر۔ لیکن جو شخص اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ چاہے وہ کوئی بھی عمل کرے، خواہ کھلا ہو یا خفیہ، بڑا ہو یا چھوٹا، اور خواہ وہ کوئی بھی حربے آزمائے، بلاشبہ وہ دن آئے گا جہاں ان کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا، وہ ہمیشہ دو بار سوچے گا۔ جرم یا گناہ کرنے سے پہلے اگر اس عقیدہ کو اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے تقویت دی جائے تو یہ جرائم اور گناہوں کے ارتکاب سے باز آجائے گا۔ اگر لوگ اس طرح کام کریں تو معاشرے میں امن اور انصاف پھیلے گا۔ جرائم کی شرح میں کمی آئے گی اور زمانہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحیح ہدایت یافتہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور سے قریب تر ہو جائے گا۔ صرف یہی حقیقت ایمان کی اہمیت کی نشاندہی کرتی ہے اور علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے اسے تقویت دیتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 90:

’’ بے شک اللہ عدل اور حسن سلوک اور رشتہ داروں کی مدد کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برے کام اور ظلم سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ شاید تم نصیحت حاصل کرو۔"

اور باب 24 النور، آیت 55:

’’ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین پر ضرور جانشینی دے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو دیا تھا اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور قائم کرے گا۔ جس کو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور یہ کہ وہ ان کے خوف اور سلامتی کے بعد ان کی جگہ ضرور لے گا، کیونکہ وہ میری عبادت کرتے ہیں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ لیکن جو اس کے بعد کفر کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔‘‘

# ایمان کو مضبوط کرنا - 73

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں بعض لوگوں کے ایمان اور ان کے دعووں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان کا ایمان اور اپنے خدا کی اطاعت ان کے دل میں ہے اس لیے انہیں عملی طور پر ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بدقسمتی سے، اس احمقانہ ذہنیت نے بہت سے مسلمانوں کو متاثر کیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک خالص وفادار دل کے مالک ہیں حالانکہ وہ اسلام کے واجبات کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں، جو کہ اللہ تعالیٰ کے طور پر آسانی سے قابل عمل ہے، کسی شخص پر ایسی ذمہ داری عائد نہیں کرتا جو وہ نہیں کر سکتے۔ پورا کرنا باب 2 البقرہ، آیت 286:

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 3984 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر اعلان فرمایا ہے کہ جب کسی کا روحانی قلب پاک ہوتا ہے تو جسم پاک ہوجاتا ہے یعنی اس کے اعمال درست ہوجاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کا روحانی دل فاسد ہو تو جسم فاسد ہو جاتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ ان کے اعمال خراب اور غلط ہوں گے۔ پس جو شخص اپنے فرائض کو عملی طور پر ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتا وہ کبھی بھی خالص روحانی قلب کا حامل نہیں ہوسکتا۔

مزید برآں، کفر اسلام کا لفظی انکار یا اعمال کے ذریعے ہو سکتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شامل ہے، حالانکہ کوئی اس پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو ایک مثال سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر کسی لاعلم شخص کو کسی دوسرے قریب آنے والے شیر کی طرف سے خبردار کیا جاتا ہے اور بے خبر شخص حفاظت کے حصول کے لیے عملی اقدامات کرتا ہے، تو وہ ایسا شخص سمجھا جائے گا جس نے ان کو دی گئی وارننگ پر یقین کیا ہو، کیونکہ اس نے انتباہ کی بنیاد پر اپنے طرز عمل کو

ڈھال لیا تھا۔ جبکہ اگر بے خبر شخص تنبیہ کے بعد عملی طور پر اپنے رویے میں تبدیلی نہیں لاتا تو لوگ شک کریں گے کہ وہ ان کو دی گئی وارننگ پر یقین نہیں کرتے، خواہ وہ لاعلم شخص زبانی طور پر ان کو دی گئی وارننگ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کا عملی طور پر مظاہرہ کرنا ان کا ثبوت اور ثبوت ہے جو کہ جنت حاصل کرنے کے لیے قیامت کے دن ضروری ہے۔ ایک دلیل، اللہ تعالیٰ نے حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس عملی ثبوت کا نہ ہونا اتنا ہی احمقانہ ہے جتنا ایک طالب علم جو اپنے استاد کو خالی امتحانی پرچہ واپس دے دیتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ ان کا علم ان کے ذہن میں ہے اس لیے انہیں امتحان کے سوالات کے جوابات دے کر اسے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح یہ طالب علم بلاشبہ ناکام ہوگا، اسی طرح وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرتے ہوئے قیامت تک پہنچے گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خواہ ان کے دل میں ایمان ہو۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 74

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ یہ جدید دنیا کے رہنماؤں پر رپورٹ کیا .یہ بالکل واضح تھا کہ وہ اپنے عہدے کا فائدہ اٹھاتے ہیں، کیونکہ وہ ٹیکس دہندگان کی دولت کو اپنی ذاتی چیزوں اور غیر ضروری واقعات میں استعمال کرتے ہیں۔ یہ شرم کی بات ہے کہ نیک پیشروؤں کے زمانے سے حالات اتنے بدل گئے ہیں۔ ان دنوں جب وہ لیڈر بنے تو درحقیقت عوام کے خادم بن گئے اور عوام کا مال اپنی ذاتی چیزوں پر خرچ کرنے کے بجائے اپنی ذاتی دولت عوام پر خرچ کرتے۔ جبکہ آج کل قائدین اور شاہی خاندان عوام کی دولت خرچ کرنے کے بجائے ایسے برتاؤ کرتے ہیں جیسے وہ قوم کے آقا ہیں۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ صالح پیش روؤں کو اپنا نمونہ منتخب کریں اور ان کی خصوصیات کو اپنائیں ۔ مثال کے طور پر، مسلمانوں کو ان تمام لوگوں کے بارے میں اپنے فرائض ادا کرنے چاہییں جو ان کی نگرانی میں ہیں جس کی نصیحت سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو اپنی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں اپنی ذاتی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں اور پھر اپنے زیر کفالت افراد کے حوالے سے اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ انہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے، جو اس نے عطا کی ہیں ان کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، اور حقوق العباد کو پورا کرنا چاہیے۔ لوگ

# ایمان کو مضبوط کرنا - 75

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو درپیش وسیع مشکلات کے بارے میں بتایا۔ اگرچہ آزمائشوں اور آزمائشوں نے اہل ایمان کو ازل سے متاثر کیا ہے، خاص طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، لیکن ایسا لگتا ہے کہ دور جدید کے امتحانات مسلمانوں کے لیے مزید مشکلات اور ذلت کا باعث بنتے ہیں۔ جبکہ نیک پیشواؤں کو جن آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا وہ دونوں جہانوں میں ان کی عزت کا باعث بنے۔ امتحانات کے نتائج میں اس فرق کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب صالح پیش رووں کو آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا تو درحقیقت دورِ حاضر کے مسلمانوں سے بھی بڑے امتحانات تھے، جس کی تصدیق سنن ابن ماجہ، نمبر 4023 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے، تو انہوں نے اپنے امتحانات کا سامنا کیا۔ خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق تقدیر پر صبر کرنے کی صورت میں مشکلات۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بحفاظت امتحان پاس کر گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں جہانوں میں بڑی عزت و عنایت حاصل کی۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔" "

اور باب 24 النور، آیت 55:

’’ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین پر ضرور جانشینی دے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو دیا تھا اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور قائم کرے گا۔ جس کو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور یہ کہ وہ ان کے خوف اور سلامتی

کے بعد ان کی جگہ ضرور لے گا، کیونکہ وہ میری عبادت کرتے ہیں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ لیکن جو اس کے بعد کفر کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔''

جبکہ اس دور میں بہت سے مسلمانوں کو آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم نہیں رہتے۔ وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ امتحان میں کامیابی اور عزت صرف انہی کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہتے ہیں جبکہ نافرمانی صرف رسوائی کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی کنارے پر نہ کریں جہاں وہ آسانی کے وقت اس کے فرمانبردار ہوں اور مشکل کے وقت غصے اور نافرمانی سے اس سے منہ موڑ لیں۔ یہ حقیقی بندگی یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہے۔ باب 22 الحج، آیت 11:

"اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔ اگر اسے اچھائی چھو جاتی ہے، تو اسے تسلی ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ آزمائش میں پڑ جائے تو وہ منہ موڑ لیتا ہے۔ اس نے دنیا اور آخرت کھو دی ہے۔ یہی صریح نقصان ہے۔''

سیدھے الفاظ میں، کوئی بھی عمل طویل مدت میں مسلمانوں کی مدد نہیں کرے گا، اگر اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر نہ ہو۔ نافرمانی صرف ایک مشکل سے دوسری مشکل کی طرف لے جائے گی، ایک سے دوسری رسوائی۔ باب 4 النساء، آیت 147:

''اللہ تمہارے عذاب کا کیا کرے گا اگر تم شکر گزار ہو اور ایمان لاؤ؟''

# ایمان کو مضبوط کرنا - 76

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ان کے انتقال سے پہلے مشہور لوگوں کے کہے گئے آخری الفاظ کی اطلاع دی۔ لوگوں کے لیے یہ عام بات ہے کہ وہ دوسروں کے آخری الفاظ کے بارے میں پوچھتے ہیں اور ان پر زیادہ توجہ دیتے ہیں، چاہے وہ انتقال کر رہے ہوں یا طویل سفر پر روانہ ہوں۔ لوگوں نے یہ ذہنیت اپنا لی ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ کسی کے آخری الفاظ اکثر سچ ہوتے ہیں اور بہت اہم ہوتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو قرآن مجید کی نازل ہونے والی آخری آیت پر غور کرنا چاہیے، جو بعض علماء کے نزدیک باب 2 البقرہ، آیت 281 ہے:

”اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

مسلمانوں کو اس آیت کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان پر نازل ہونے والا آخری کلام ہے۔ اس نے بنی نوع انسان کو قیامت کے دن کی یاد دلانے اور اس کے لیے دیگر تمام چیزوں پر تیاری کرنے کا انتخاب کیا جس کے بارے میں وہ کہہ سکتا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو اس عظیم دن کی حقیقت کو سمجھنا چاہیے تاکہ وہ اس کے لیے مناسب تیاری کر سکیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے ہی ممکن ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے عطا کی ہیں ان طریقوں سے جو اس کی خوشنودی کے لیے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں۔ .کوئی بھی عمل، چھوٹا یا بڑا، نظر انداز یا فراموش نہیں کیا جائے گا۔ اس زمین پر ہر ایک سانس کا حساب کتاب ہوگا۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے صلح کرنے کا کوئی دوسرا موقع یا موقع نہیں ہوگا ۔ اگر کسی نے نیکی کمائی ہے تو اس کو نیکی ملے گی۔ اگر انہوں نے برائی کمائی ہے تو شاید وہ تباہی پائیں۔

دوسرے آخری الفاظ جو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہیں وہ سنن ابن ماجہ نمبر 2698 میں موجود ایک حدیث میں درج ہیں۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو فرض نمازوں کے قیام کی اہمیت کے بارے میں نصیحت کی۔ ان تمام چیزوں میں سے جن کی وہ نصیحت کر سکتا تھا، اس نے فرض نمازوں کا ذکر کرنے کا انتخاب کیا۔ اس سے ہی فرض نمازوں کو قائم کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہو جانا چاہیے۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 2618 میں موجود حدیث کے مطابق نماز وہ چیز ہے جو کفر کو ایمان سے جدا کرتی ہے۔ مسلمان اللہ سے منقطع محسوس کرتے ہیں، حالانکہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اسے پکارتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان میں سے اکثر اپنی فرض نمازوں کو قائم کرنے میں ناکام رہے ہیں، یعنی انہیں ان کی تمام شرائط اور آداب کے ساتھ پورا کرنے میں ناکام رہے ہیں، اس لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق قائم نہیں رکھا۔ مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ فرض نمازوں کا قیام وہ پہلی رکاوٹ ہے جو انہیں گمراہی سے بچاتی ہے۔ صرف ان لوگوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے جن کو وہ جانتے ہیں کہ کون گمراہ ہوئے اور اکثر اوقات ان کی گمراہی کا پہلا قدم فرض نمازوں کو قائم نہ کرنا تھا۔ جب یہ رکاوٹ ختم ہو گئی تو گمراہی اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب آسان ہو گیا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45:

‘‘...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے’’

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی فرض نمازوں کو صحیح طور پر قائم کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ارشادات پر عمل کریں اور اپنے کفیلوں مثلاً اپنے بچوں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دیں۔ بہتر ہے کہ ان پر واجب ہونے سے پہلے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ وہ اس عمر کو پہنچنے تک اس کے عادی ہو جائیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 495 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کو اس فرض میں کوتاہی کرتے وقت لنگڑے بہانے نہیں بنانا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ایسا بوجھ نہیں ڈالتا جسے وہ پورا نہ کر سکے۔ باب 2 البقرہ، آیت 286:

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

# ایمان کو مضبوط کرنا - 77

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جرائم میں ملوث نوجوانوں کی تعداد میں زبردست اضافے کی اطلاع دی۔ مسلمانوں کو ایک اہم اصول کو سمجھنا چاہیے جو نوجوانوں کو اس نتیجے تک پہنچنے سے روک سکتا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں پر بہت سے واجبات ہیں لیکن ان میں سب سے بڑا فرض نمازوں کا ادا کرنا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی نماز اپنی تمام شرائط اور آداب کو پورا کرتے ہوئے ادا کرتا ہے، جیسے کہ انہیں وقت پر ادا کرنا۔ اس لیے کہ فرض نمازوں کا ترک کرنا اکثر اوقات وہ پہلا قدم ہے جو کبیرہ گناہوں اور گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45:

"...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے"

فرض نمازیں ایک رکاوٹ کا کام کرتی ہیں جو اس گمراہی سے بچاتی ہیں۔ لیکن جب اس رکاوٹ کو ختم کرتا ہے، تو یہ صرف وقت کی بات ہے اس سے پہلے کہ وہ گمراہ ہو جائیں۔ اس کی تنبیہ باب 43 از زخرف آیت 36 میں کی گئی ہے:

"اور جو شخص رحمٰن کے ذکر سے اندھا ہو جاتا ہے ہم اس کے لیے ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا ساتھی ہوتا ہے۔"

صرف ان لوگوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے جن کو وہ جانتے ہیں جو گمراہ ہو گئے ہیں اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اکثر اوقات ان کی گمراہی کا پہلا مرحلہ فرض نمازوں کا ترک کرنا تھا۔

اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی فرض نمازوں کو صحیح طریقے سے ادا کریں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ ان کے زیر کفالت افراد جیسا کہ ان کے بچے بھی ایسا ہی کریں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے ہوئے ان کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی ان پر واجب ہو جائیں۔ سنن ابو داؤد نمبر 495 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نصیحت فرمائی ہے۔ اس اہم تعلیم میں تاخیر والدین اور بچے دونوں کے لیے بڑے ندامت کا باعث بنے گی۔ جب بچے کو اس کی عادت نہ ہو تو اپنی فرض نمازیں قائم کرنا انتہائی مشکل ہے۔ والدین کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ قیامت کے دن اپنے بچوں کی صحیح رہنمائی کرنے میں ناکامی کا جواب دیں گے، کیونکہ یہ ان پر فرض تھا۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ باب 66 تحریم، آیت 6:

"...اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ"

فرض نمازوں کے گمراہی سے روکنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک مسلمان کو قیامت کے دن ان کے احتساب کی مسلسل اور باقاعدگی سے یاد دلاتی رہتی ہے۔ جس طرح نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ جو شخص اپنے دن بھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسے ان کی ناگزیر حقیقت کی یاد دلائی جاتی ہے، اتنا ہی وہ ان کاموں سے اجتناب کرے گا جو اللہ کو ناپسند کرتے ہیں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 78

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ظالم لیڈروں کے عروج و زوال کی اطلاع دی۔ یہ سیکھنا ضروری ہے کہ انسان چاہے کتنی ہی جسمانی یا معاشرتی طاقت رکھتا ہو، ایک دن ضرور آئے گا جب اسے اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ زیادہ تر معاملات میں، یہ ان کی زندگی کے دوران ہوتا ہے، جہاں کسی شخص کے اعمال انہیں مصیبت میں لے جاتے ہیں، جیسے کہ جیل، اور آخر کار انہیں آخرت میں بھی اپنے اعمال کے نتائج ۔ یہ تمام لوگوں پر لاگو ہوتا ہے، نہ صرف لیڈروں پر۔ گا کا سامنا کرنا پڑے

اس لیے ایک مسلمان کو کبھی بھی دوسروں کے ساتھ برا سلوک نہیں کرنا چاہیے، جیسے کہ ان کے سے سبق سیکھنا چاہئے جو ان سے زیادہ طاقت میں تھے ان ظالم لیڈروں رشتہ دار۔ انہیں تاریخ کے لیکن ایک دن ضرور آیا جب ان کی طاقت ان کے کام نہ آئی اور انہیں اپنے برے اعمال کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ سماجی اثر و رسوخ اور طاقت ایک بے چین چیزیں ہیں، کیونکہ یہ تیزی سے ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہو جاتے ہیں، کبھی کسی کے ساتھ زیادہ دیر تک نہیں رہتے۔ لہٰذا جس مسلمان کے پاس اتنی طاقت ہو اسے چاہیے کہ وہ اسے ایسے طریقے سے استعمال کرے جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے ساتھ اپنے اور دوسروں کے لیے فائدہ مند ہو۔ لیکن اگر وہ اپنے اختیارات اور اثر جس سے سزا کا سامنا کرنا پڑتا ہے و رسوخ کا غلط استعمال کرتے ہیں، تو وہ آخرکار ہوں گے۔ کوئی ان کی حفاظت نہیں کر سکتا۔

کسی کے اختیار کا غلط استعمال نہ کرنا کیونکہ یہ انہیں قیامت کے اس کے علاوہ، یہ ضروری ہے دن جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ ہر ظالم کو ان کے اعمال صالحہ ان کے مظلوموں کو دینا ہوں گے اور اگر ضرورت پڑی تو ان کے مظلوموں کے گناہ لے کر جائیں گے، یہاں تک کہ انصاف قائم ہو جائے۔ اس سے بہت سے ظالموں کو جہنم میں ڈالا جائے گا ۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔ 6579

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو اپنے اعمال کے لیے خود کو جوابدہ ٹھہرانا کبھی نہیں بھولنا چاہیے۔ ایسا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور دوسروں کو نقصان پہنچانے سے بچیں گے۔ لیکن جو لوگ خود فیصلہ نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے اور دوسروں کو یہ نہ جانتے ہوئے کہ حقیقت میں وہ صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ ہیں۔ لیکن جب انہیں اس حقیقت کا ادراک ہو جائے گا تو ان کے لیے سزا سے بچنے میں بہت دیر ہو چکی ہو گی۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 79

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے پوری دنیا میں مسلمانوں کی شدید تکالیف کی اطلاع دی، جیسے کہ فلسطین۔ اگرچہ، دنیا کے قدرتی وسائل جیسے تیل کا زیادہ تر حصہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے لیکن بحیثیت قوم مسلمانوں کا معاشرے اور دیگر اقوام پر بہت کم اثر ہے۔ مسلمان اکثر اس سماجی کمزوری کے لیے دوسروں کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں، جیسے کہ مغرب کے ممالک۔ وہ مسلمانوں کے خلاف اپنے پروپیگنڈے کو اس وسیع سماجی کمزوری اور اثر و رسوخ کی وجہ قرار دیتے ہیں۔ بدقسمتی سے بہت سے لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت نہیں تھی۔ وہ تعداد میں تھوڑے تھے پھر بھی پوری قوموں پر غالب آ گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دوسروں پر انگلی اٹھانے کے بجائے آئینے میں دیکھا اور اپنے کرداروں کا اندازہ لگایا اور قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق بہتر سے بہتر تبدیلی کی۔ یہ اللہ عزوجل کی مخلصانہ اطاعت تھی جس کی وجہ سے ان کی طاقت ہوئی، خواہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔ جبکہ آج بہت سے مسلمان دوسروں پر انگلیاں اٹھانے میں اتنے مصروف ہیں کہ وہ اپنی خامیوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر غور نہیں کرتے۔ اس کی وجہ سے وہ اپنے آپ سے مطمئن ہو گئے جو کہ بعض علماء کے نزدیک تمام برے خصلتوں کی جڑ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اپنی ذات سے مطمئن ہے وہ اپنے عیب تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرے گا اور نہ ہی اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کی اصلاح کرے گا۔ یہ ہمیشہ بری خصلتوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنے گا، جس میں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی جب  کہ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 4019 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عہد کو توڑ دیں گے تو ان کے دشمنوں پر غلبہ ہو جائے گا۔ وہ اور وہ مسلمانوں کا سامان آزادانہ طور پر لے جائیں گے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمبر 4297 میں موجود ایک حدیث میں بھی اعلان فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ مسلمان  سنن ابوداؤد تعداد میں بہت ہوں گے لیکن پھر بھی دنیا کی نظروں میں ان کی کوئی قدر نہیں ہوگی۔ یہ مادی دنیا سے ان کی محبت اور موت سے ان کی ناپسندیدگی کی وجہ سے ہے۔ مادی دنیا کی محبت انسان کو ہمیشہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑنے کا باعث بنے گی، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کی خوشنودی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ، السلام علیکم اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو جائے گی اور اس طرح امت مسلمہ کا اثر و رسوخ کم ہو جائے گا جس کی باب 20 طٰہٰ، آیت 124 وجہ سے ان کی زندگی مشکل اور تنگ ہو جائے گی۔:

"اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

مسلمانوں کو چاہیے کہ دوسروں پر الزام تراشی بند کریں اور اپنے کردار پر غور کریں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اس کی اصلاح کریں۔ اس سے وہ آخرت کے لیے جدوجہد اور محبت پیدا کرے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ باقی معاشرے کے دلوں میں ان کا خوف اور احترام ڈال دے گا جس طرح اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے کیا تھا۔ اس سے ملت اسلامیہ کو ایک بار پھر معاشرے میں طاقت اور اثر و رسوخ حاصل کرنے اور ایک پرامن اور اچھی زندگی گزارنے کا موقع ملے گا۔
باب 16 97 النحل، آیت:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔" "

باب 3 علی عمران، آیت 139:

پس تم کمزور نہ ہو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو‘‘۔’’

# ایمان کو مضبوط کرنا - 80

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے میڈیا، خاص طور پر تفریحی صنعت میں مسلمانوں کی تصویر کشی کی اطلاع دی۔ اگر کوئی ایک لمحے کے لیے غور کرے تو انہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میڈیا جیسے فلم انڈسٹری میں اکثر مسلمانوں کی نمائندگی دو طرح سے کی جاتی ہے۔ انہیں یا تو انتہائی ذہنیت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے جس کے تحت وہ معصوم لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اسلام کی تعلیمات کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ یا انہیں بے پروا لوگوں کے طور پر دکھایا گیا ہے جو صرف نام کے مسلمان ہیں، جبکہ ان کے اعمال واضح طور پر اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ مثال کے طور پر، وہ اکثر شراب پینے والے اور کلب کے طور پر دکھائے جاتے ہیں۔ یہ بہت کم دیکھنے میں آتا ہے کہ مسلمانوں کو صحیح طریقے سے پیش کیا گیا ہو، جیسا کہ ایک متوازن صحیح رہنمائی والا مسلمان جو اپنے فرائض کو پورا کرتا ہے اور اپنے عقیدے پر سمجھوتہ کیے بغیر مادی دنیا میں حصہ لیتا ہے۔ مسلمانوں کی اس غلط تصویر کشی سے مسلمانوں کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بننا چاہیے کہ اسلامی قوم کی اکثریت ان دو انتہائی اقسام میں فٹ ہے۔ درحقیقت، اکثریت متوازن مسلمان ہے اور جو انتہا پسند ذہنیت کے مالک ہیں وہ اقلیت ہیں۔ ایک مسلمان جو اس کا مشاہدہ کرتا ہے اس لیے اسے اپنی حیا کو ترک نہیں کرنا چاہیے اور اپنے ایمان پر سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے کہ باقی سب ایسا ہی کر رہے ہیں، اس لیے ان کے لیے بھی ایسا کرنا قابل قبول ہے۔ بدقسمتی سے، یہ غلط عقیدہ پہلے ہی بہت سے مسلمانوں کو متاثر کر چکا ہے جو اس ناقص عذر کو کبیرہ گناہوں، جیسے غیبت میں حصہ لینے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی نادان رویہ ہے جو دنیاوی عدالت میں اپنے عمل کو درست ثابت کرنے میں ناکام رہتا ہے، پھر یہ عذر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسے قائم رہ سکتا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرے۔ اسے، اور اس طرز عمل کی پیروی نہ کریں جو تفریحی صنعت انہیں دکھاتی ہے۔ اگر کوئی مسلمان گمراہی کا انتخاب کرے تو اسے یقین جاننا چاہیے کہ باقی سب کو بھی گمراہ قرار دینے سے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔ اور اگر وہ صحیح ہدایت پر ثابت قدم رہیں تو دوسروں کی گمراہی انہیں نہ دنیا میں نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ آخرت میں۔ باب 5 المائدة، آیت 105:

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر تمہاری ہی ذمہ داری ہے۔ جو لوگ گمراہ ہو گئے ہیں وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے جب کہ تم ہدایت پا چکے ہو...

# ایمان کو مضبوط کرنا - 81

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی احادیث ہیں جو بنی نوع انسان کو نصیحت کرتی ہیں کہ جو شخص گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بندے اور آخری رسول ہیں، جہنم کی آگ سے بچ جائیں گے۔ ایسی ہی ایک مثال صحیح بخاری نمبر 128 میں موجود ہے۔

ان احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اس گواہی پر ایمان لاتے ہوئے مرے گا وہ یا تو جنت میں جائے گا اور جہنم سے بچ جائے گا یا وہ اپنے گناہوں کی حد تک جہنم میں داخل ہوں گے اور پھر آخرکار جنت میں داخل ہو جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ صحیح بخاری نمبر 7510 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جو لوگ جہنم میں داخل ہوئے بغیر جنت میں داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہیں انہیں نہ صرف زبانی طور پر اسلام پر ایمان کا اعلان کرنا چاہیے بلکہ اس کی شرائط اور فرائض کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ ایمان کی گواہی بلاشبہ جنت کی کنجی ہے لیکن ایک مخصوص دروازے کو کھولنے کے لیے چابی کو دانتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جنت کی کنجی کے دانت اس کے فرائض اور فرائض ہیں۔ ان کے بغیر معنی، دانتوں کے بغیر چابی، جنت کا دروازہ نہیں کھولے گی۔ یہ بات بہت سی احادیث سے ثابت ہے جو کہ جنت میں داخل ہونے کے لیے اسلام کی شرائط اور فرائض کو پورا کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1397 میں موجود ایک حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ گواہی کی تائید اسلام کے ستونوں کی شکل میں ہونے والے اعمال سے ہونی چاہیے، جیسے کہ فرض نماز۔

گواہی کا پہلا حصہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ ہی واحد ہے جس کی اطاعت لازم ہے اور کبھی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود تسلیم

کرتا ہے تو اسے کسی ایسی چیز کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے جو اس کی نافرمانی کا باعث بنتی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا مالک ہے اور وہ صرف اس کے بندے ہیں۔ لیکن جس لمحے کوئی ایسی بات مانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتی ہے تو انہوں نے اس کی وحدانیت پر اپنے اعتقاد کو خراب کر دیا جس کی طرف باب 45 الجثیہ آیت 23 میں اشارہ کیا گیا ہے:

‘‘کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟’’

قرآن کریم نے مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ جو کوئی گناہ کرتا ہے وہ درحقیقت شیطان کی عبادت کرتا ہے جیسا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اس کی اطاعت کی ہے۔ باب 36 یاسین، آیت 60:

’’ اے بنی آدم کیا میں نے تم کو یہ وصیت نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔‘‘

وہ مسلمان جو اپنی خواہشات، دوسروں کی خواہشات اور شیطان کے احکام کو ٹھکرا کر صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، انہوں نے واقعی اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ ان مسلمانوں کو دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت عطا کی گئی ہے ۔ ان مسلمانوں نے عملی طور پر اسلام کی گواہی کو عملی جامہ پہنایا ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق مخلصانہ عمل کے ساتھ اپنے زبانی اور باطنی دعوے کی تائید کی۔ جب کوئی اپنی روایات کے مطابق عمل کرتا ہے تو اس نے گواہی کے دوسرے پہلو کو پورا کیا ہے، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور آخری رسول ہیں۔ یہ وہ مسلمان ہیں جن کا ذکر صحیح بخاری نمبر 128 میں موجود حدیث میں ہے۔ اس میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کی آگ سے بچائے گا۔

جو شخص زبان سے اسلام کا اعلان کرتا ہے اور باطنی طور پر اسے قبول کرتا ہے وہ بلاشبہ مسلمان ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ان کا سچا ایمان ان کے گناہوں کے حساب سے کم ہو جاتا ہے۔

گواہی پر صحیح معنوں میں عمل کرنے کا ایک پہلو اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ محبت کرنا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے جس سے وہ نفرت کرتا ہے۔ جیسا کہ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی، سنن ابن ماجہ نمبر 2333 میں موجود ایک حدیث کے مطابق مسلمانوں کو آپ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31:

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا‘‘۔ ’’

اسلامی تعلیمات سے یہ بات واضح ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اسے ناپسند کرتا ہے اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اسے ناپسند کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انسان اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوپر ان کی اطاعت کرتا ہے۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین کو کم کر دیتا ہے۔ درج ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اس ذہنیت کو اختیار کرنا اسلام کی گواہی کے حقیقی عقیدہ سے انحراف ہے۔ باب 9 توبہ آیت 24:

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، وہ مال ’’ جو تم نے حاصل کیا ہے، وہ تجارت جس کے زوال کا تمہیں ڈر ہے، اور وہ مکانات جن سے تم خوش

ہو، تمہیں اس سے زیادہ محبوب ہیں۔ اللہ اور اس کا رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرتے رہو، پھر انتظار کرو جب تک کہ اللہ اپنا حکم نافذ نہ کر دے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، اپنی خواہشات کے مطابق اس کی عبادت کنارے پر کرتا ہے۔ یعنی جو جب ان پر آسانی ہوتی ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں لیکن جب ان پر مشکلات آتی ہیں تو غصے میں اس کی اطاعت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ باب 22 الحج، آیت 11:

" اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔ اگر اسے اچھائی چھو جاتی ہے، تو اسے تسلی ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ آزمائش میں پڑ جائے تو وہ منہ موڑ لیتا ہے۔ اس نے دنیا اور آخرت کھو دی ہے۔ یہی صریح نقصان ہے۔‘‘

صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود ایک حدیث مسلمانوں کو بتاتی ہے کہ ایمان کی گواہی پر صحیح طریقے سے کیسے ایمان لایا جائے اور اس پر عمل کیا جائے جو کہ اگلے جہان میں جہنم کی آگ سے نقصان پہنچنے سے بچ جائے۔ یہ سب سے پہلے فرض کے فرائض کو ان کی تمام شرائط اور آداب کو پورا کرتے ہوئے صحیح طریقے سے ادا کرنا ہے۔ پھر اس میں رضاکارانہ طور پر اعمال صالحہ کا اضافہ کرنا چاہیے، جن میں سے سب سے افضل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت شدہ روایات ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا باعث بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان کے جسم کے ہر عضو کو طاقت بخشتا ہے تاکہ وہ صرف اس کی اطاعت کریں۔ یہ سچی اور مخلصانہ اطاعت ایمان کی شہادت کی تکمیل ہے۔ یہ وہ دل ہے جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور دنیاوی خواہشات اور مادی دنیا کی محبت سے پاک ہے۔ باب 26 اشعرا، آیات 88-89:

’’ جس دن مال اور اولاد کسی کے کام نہ آئے گی۔ لیکن صرف وہی جو اللہ کے پاس سچے دل کے ساتھ آتا ہے۔"

غور طلب ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان سے سچے دل سے توبہ کرتے ہیں جب بھی وہ کم ہی کرتے ہیں۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلام کی گواہی کو نہ صرف داخلی اور زبانی طور پر بیان کریں بلکہ اپنے عمل میں بھی اس کا اظہار کریں کیونکہ یہی دنیا میں حقیقی کامیابی اور آخرت میں عذاب سے مکمل طور پر بچنے کا واحد راستہ ہے۔ .

# ایمان کو مضبوط کرنا - 82

مالیاتی سود اس رقم کی نشاندہی کرتا ہے جو قرض دہندہ قرض لینے والے سے سود کی ایک مقررہ شرح پر وصول کرتا ہے۔ قرآن مجید کے نزول کے وقت سودی لین دین کی کئی صورتیں رائج تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ فروش نے ایک مضمون فروخت کیا اور قیمت کی ادائیگی کے لیے ایک وقت کی حد مقرر کی، یہ شرط رکھی کہ اگر خریدار مقررہ مدت کے اندر ادائیگی کرنے میں ناکام رہا تو وہ وقت کی حد کو بڑھا دے گا لیکن مضمون کی قیمت میں اضافہ کر دے گا۔ دوسرا یہ تھا کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو ایک رقم ادھار دی اور یہ شرط رکھی کہ قرض لینے والے کو ایک مقررہ مدت کے اندر قرض کی رقم سے زائد رقم واپس کرنی چاہیے۔ سود کے لین دین کی ایک تیسری شکل یہ تھی کہ قرض لینے والے اور وینڈر نے اس بات پر اتفاق کیا کہ سابقہ قرض ایک مقررہ حد کے اندر ایک مقررہ شرح سود پر ادا کرے گا، اور یہ کہ اگر وہ اس حد کے اندر ایسا کرنے میں ناکام رہے تو قرض دہندہ وقت کی حد بڑھا دے گا لیکن ایک ہی وقت میں سود کی شرح میں اضافہ کرے گا .یہ ایسے لین دین ہیں جن پر یہاں مذکور احکام لاگو ہوتے ہیں۔

جو لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں وہ حلال سرمایہ کاری اور مالی مفاد سے حاصل ہونے والے منافع میں فرق کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اس الجھن کے نتیجے میں بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ اگر کسی کاروبار میں لگائی گئی رقم سے منافع حلال ہے تو قرض سے حاصل ہونے والے منافع کو کیوں حرام قرار دیا جائے؟ وہ دلیل دیتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی دولت کی سرمایہ کاری کرنے کے بجائے اسے کسی ایسے شخص کو قرض دیتا ہے جو بدلے میں اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ایسے حالات میں قرض خواہ قرض خواہ کو منافع کا حصہ کیوں ادا نہ کرے؟ وہ یہ تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ کوئی بھی کاروباری منصوبہ خطرے سے محفوظ نہیں ہے۔ کوئی بھی منصوبہ منافع کی مطلق ضمانت نہیں رکھتا۔ لہٰذا یہ مناسب نہیں ہے کہ اکیلے فنانسر کو ہر حال میں ایک مقررہ شرح پر منافع کا حقدار سمجھا جائے اور اسے نقصان کے کسی بھی امکان سے محفوظ رکھا جائے۔ یہ انصاف کا حصہ نہیں ہے کہ جو لوگ اپنے وسائل وقف کرتے ہیں انہیں کسی بھی مقررہ شرح پر منافع کی ضمانت نہیں دی جاتی جبکہ جو لوگ اپنی دولت کو قرض دیتے ہیں وہ نقصان کے تمام خطرات سے مکمل طور پر محفوظ ہوتے ہیں اور ایک مقررہ شرح پر منافع کی ضمانت دی جاتی ہے۔

ایک عام حلال لین دین میں خریدار اس چیز سے فائدہ اٹھاتا ہے جسے وہ بیچنے والے سے خریدتا ہے۔ بیچنے والے کو شے بنانے میں لگائی گئی محنت اور وقت کا معاوضہ ملتا ہے۔ دوسری طرف سود سے متعلق لین دین میں، فوائد کا تبادلہ منصفانہ طور پر نہیں ہوتا ہے۔ سود وصول کرنے والے فریق کو اپنے دیئے گئے قرض کی ادائیگی کے طور پر ایک مقررہ رقم ملتی ہے اور اس طرح ان کا فائدہ محفوظ ہوجاتا ہے۔ دوسرا فریق قرضے میں دیے گئے فنڈز کا استعمال کر سکتا ہے لیکن یہ ہمیشہ منافع نہیں دے سکتا۔ اگر ایسا شخص ادھار کی رقم کسی ضرورت پر خرچ کرے تو کوئی نفع نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر فنڈز کی سرمایہ کاری کی جاتی ہے تب بھی کسی کو نفع یا نقصان دونوں کا موقع ملتا ہے۔ اس لیے سود سے متعلق لین دین ایک طرف نقصان اور دوسری طرف منافع یا ایک طرف یقینی اور مقررہ منافع اور دوسری طرف غیر یقینی منافع کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے حلال تجارت مالی سود کے برابر نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، سود کا بوجھ قرض لینے والوں کے لیے قرض کی واپسی کو انتہائی مشکل بنا دیتا ہے۔ اصل قرض اور سود کی ادائیگی کے لیے انہیں کسی اور ذریعے سے قرض بھی لینا پڑ سکتا ہے۔ سود کے کام کرنے کے طریقے کی وجہ سے ان پر واجب الادا رقم اکثر قرض کی ادائیگی کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ یہ مالی دباؤ لوگوں کو اپنے اور اپنے خاندان کے لیے ضروریات زندگی حاصل کرنے سے روک سکتا ہے۔ یہ تناؤ بہت سے جسمانی اور ذہنی مسائل کا باعث بن سکتا ہے۔

بالآخر، اس قسم کے نظام میں صرف امیر امیر تر ہوتے ہیں جبکہ غریب غریب تر ہوتے جاتے ہیں۔

اگرچہ مالی مفادات سے نمٹنا ظاہری طور پر ایسا لگتا ہے کہ کسی شخص کو دولت حاصل ہوتی ہے لیکن حقیقت میں اس سے ان کا مجموعی نقصان ہی ہوتا ہے۔ یہ نقصان کئی شکلیں لے سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، یہ انہیں اچھے اور حلال کاروباری معاملات کو کھونے کا باعث بن سکتا ہے جو وہ حاصل کر سکتے تھے اگر وہ مالی مفاد سے نمٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے مال کو ایسے طریقوں سے استعمال کرنے پر مجبور کر سکتا ہے جو ان کو پسند نہ ہوں۔ مثال کے طور پر، ان کو جسمانی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی قیمتی غیر قانونی دولت کو اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ اس کو ان طریقوں سے استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو انہیں خوش کرتے ہیں۔ مجموعی نقصان کا ایک روحانی پہلو بھی ہے۔ وہ جتنا زیادہ مالی سود کا سودا کرتے ہیں ان کا

لالچ اتنا ہی زیادہ معنی خیز ہوتا جاتا ہے، ان کی دنیاوی چیزوں کی حرص کبھی پوری نہیں ہوتی جو تعریف کے اعتبار سے انہیں غریب بنا دیتی ہے خواہ ان کے پاس بہت زیادہ دولت ہو۔ یہ لوگ دن بھر ایک دنیاوی مسئلے سے دوسرے مسئلے میں جائیں گے اور قناعت حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے کیونکہ وہ اس فضل سے محروم رہیں گے جو حلال کاروبار اور دولت کے ساتھ ہے۔ یہ انہیں مالی مفاد اور دیگر ذرائع سے مزید غیر قانونی دولت حاصل کرنے کی طرف دھکیل سکتا ہے۔ آخرت کا نقصان زیادہ واضح ہے۔ وہ قیامت کے دن خالی ہاتھ چھوڑے جائیں گے کیونکہ کوئی نیک عمل جو حرام سے جڑا ہوا ہو مثلاً حرام مال سے صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتا۔ یہ طے کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ اس شخص کا قیامت کے دن کہاں تک پہنچنے کا امکان ہے۔

حلال کاروباری لین دین اور سود سے متعلق لین دین میں بہت فرق ہے۔ سابقہ معاشرہ میں فائدہ مند کردار ادا کرتا ہے جبکہ بعد والا اس کے زوال کا باعث بنتا ہے۔ اپنی فطرت کے مطابق مفاد لالچ، خود غرضی، بے حسی اور دوسروں کے ساتھ ظلم کو جنم دیتا ہے۔ یہ دولت کی عبادت کی طرف لے جاتا ہے اور دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور اتحاد کو ختم کرتا ہے۔ اس طرح یہ معاشرے کو معاشی اور اخلاقی دونوں لحاظ سے تباہ کر سکتا ہے۔

دوسری طرف صدقہ، سخاوت اور ہمدردی کا نتیجہ ہے۔ باہمی تعاون اور خیرسگالی سے معاشرہ مثبت طور پر ترقی کرے گا جس سے سب کو فائدہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی ایسا معاشرہ ہو جس کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ معاملات میں خود غرض ہوں، جس میں امیروں کے مفادات عام لوگوں کے مفادات کے بالواسطہ مخالف ہوں تو وہ معاشرہ مستحکم بنیادوں پر قائم نہیں رہتا۔ ایسے معاشرے میں محبت اور ہمدردی کی بجائے باہمی رنجش اور تلخی بڑھنے لگتی ہے۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب لوگ اپنی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری کریں گے اور پھر اپنی زائد دولت سے خیراتی طریقوں سے خرچ کریں گے یا باہمی طور پر حلال کاروبار میں حصہ لیں گے تو ایسے معاشرے میں تجارت، صنعت اور زراعت میں بہتری آئے گی۔ معاشرے کے اندر زندگی کا معیار بلند ہو گا اور اس میں پیداوار ان معاشروں کی نسبت بہت زیادہ ہو گی جہاں معاشی سرگرمیاں مالی مفاد کی وجہ سے محدود ہیں۔

## ایمان کو مضبوط کرنا - 83

صدقہ فطر نہ دینے پر قرآن پاک اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سخت تنبیہ کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص اپنے واجب صدقات کو صدقہ نہ کرے اسے ایک بڑے زہریلے سانپ کا سامنا ہو گا جو قیامت کے دن اسے مسلسل ڈستا رہے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180:

" اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو جو کچھ دیا ہے اسے روکے رکھنے والے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ بلکہ ان کے لیے بدتر ہے۔ ان کی گردنوں میں قیامت کے دن وہ گھیر لیا جائے گا جو انہوں نے روک رکھا تھا..."

سنن ابن ماجہ نمبر 4019 میں موجود ایک حدیث کے مطابق جب معاشرے کے افراد واجب صدقہ کو روکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتا ہے اور اگر یہ جانور نہ ہوتے تو وہ بارش کو ہر گز نہ ہونے دیتا۔ اس لیے یہ بڑا گناہ کچھ قوموں کو درپیش طویل خشک سالی کی ایک ممکنہ وجہ ہے۔

واجب صدقہ نہ دینا انتہائی لالچ کی علامت ہے کیونکہ یہ کسی کے مال کا صرف ایک انتہائی چھوٹا حصہ ہے یعنی 2.5%۔ واضح ہے کہ کنجوس اللہ تعالیٰ سے دور اور جہنم کے قریب ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ فرض صدقہ کرنا نہ صرف انہیں عذاب سے بچاتا ہے بلکہ یہ کسی کی زندگی میں برکتوں کا باعث بنتا ہے جو ان کے عطیہ کردہ مال سے کہیں زیادہ ہے۔ درحقیقت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 6592 میں موجود ایک حدیث میں واضح فرمایا ہے کہ صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں آتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی عطیہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، وہ انہیں کاروبار کے مواقع فراہم کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے عطیہ سے زیادہ دولت حاصل کرتے ہیں۔ قرآن مجید کے متعدد مقامات پر اس ادائیگی کی تصدیق کی گئی ہے، مثلاً باب 57 الحدید، آیت 11:

’’کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تو وہ اس کو اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے اور اس کے لیے اجر عظیم ہے۔‘‘

اس کے علاوہ یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کر سکتی ہے کہ چونکہ ہر شخص کا رزق پہلے سے لکھا ہوا ہے جو مال اس پر خرچ کرنا ہے وہ کبھی نہیں بدلے گا چاہے کوئی کتنا ہی مال عطیہ کرے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے مال کا ایک بہت ہی کم حصہ فرض صدقہ کی صورت میں دے کر اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچتا ہے اور اس امید پر کہ دنیا اور آخرت دونوں میں اس سے کہیں زیادہ ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 84

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سب سے بڑی رکاوٹ ایمان کی کمزوری ہے۔ یہ ایک قابلِ ملامت خصوصیت ہے جو دوسری منفی خصوصیات کو جنم دیتی ہے، جیسے اپنے علم پر عمل نہ کرنا، دوسروں سے ڈرنا، لوگوں کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر فوقیت دینا، بغیر کوشش کے معافی کی امید رکھنا اور دیگر ناپسندیدہ خصوصیات۔ خصوصیات ایمان کی کمزوری کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ یہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے جیسے فرائض سے غفلت۔ ایمان کی کمزوری کی اصل وجہ اسلام سے لاعلمی ہے۔

اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے علم حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ آخرکار ایمان کے اس یقین تک پہنچ جائیں گے جو اس قدر مضبوط ہے کہ یہ انسان کو تمام آزمائشوں اور آزمائشوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ اپنے دینی اور دنیاوی فرائض کو پورا کرے۔ یہ علم اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مطالعہ کرتا ہے۔ خاص طور پر وہ تعلیمات جن میں فرمانبرداروں کے لیے اجر کے وعدوں اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کے لیے عذاب کا ذکر ہے۔ اس سے ایک مسلمان کے دل میں عذاب کا خوف اور ثواب کی امید پیدا ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف کھینچنے اور دھکیلنے کے طریقہ کار کی طرح کام کرتا ہے۔

آسمانوں اور زمین کے اندر کی تخلیقات پر غور و فکر کرکے اپنے ایمان کو مضبوط کر سکتے ہیں۔ جب صحیح طریقے سے کیا جائے تو یہ واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی لامحدود قدرت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ باب 41 فصیلات، آیت 53:

’’ہم اُن کو اپنی نشانیاں افق اور اُن کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر واضح ہو جائے گا کہ یہ حق ہے‘‘۔

مثال کے طور پر، اگر کوئی مسلمان رات اور دن کے بارے میں غور و فکر کرے اور یہ کہ وہ کس حد تک مطابقت میں ہیں اور ان سے جڑی دوسری چیزوں کو وہ واقعی یقین کریں گے کہ یہ کوئی تصادفی چیز نہیں ہے، یعنی ایک طاقت ہے جو اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ ہر چیز گھڑی کی طرح چلتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود طاقت ہے۔ اس کے علاوہ، اگر کوئی رات اور دن کے کامل وقت پر غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی معبود ہے، یعنی اللہ تعالیٰ۔ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ہر خدا کی خواہش ہوتی کہ رات اور دن ان کی اپنی خواہشات کے مطابق ہوں۔ یہ سراسر افراتفری کا باعث بنے گا کیونکہ ایک خدا سورج کے طلوع ہونے کی خواہش کرسکتا ہے جبکہ دوسرا خدا رات کو جاری رکھنے کی خواہش کرسکتا ہے۔ کائنات کے اندر پایا جانے والا کامل بلاتعطل نظام یہ ثابت کرتا ہے کہ صرف ایک ہی خدا ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔
باب 21 الانبیاء، آیت 22:

''اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔''

ایک اور چیز جو ایمان کو مضبوط کر سکتی ہے وہ ہے عمل صالح پر قائم رہنا اور تمام گناہوں سے پرہیز کرنا۔ جیسا کہ ایمان ایمان ہے جس کی تائید اعمال سے ہوتی ہے جب گناہ سرزد ہوتے ہیں تو کمزور ہوتے ہیں اور جب اچھے اعمال کیے جاتے ہیں تو تقویت ملتی ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 5662 کی حدیث میں ایک مرتبہ تنبیہ فرمائی کہ مسلمان جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 85

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ایک بڑی رکاوٹ حرام مال کمانا اور استعمال کرنا ہے۔ یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس سے ہر صورت بچنا چاہیے۔ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا جس کی بنیاد حرام پر ہو۔ مثال کے طور پر جو شخص ناجائز مال کماتا ہے اور پھر اسے حج کے لیے استعمال کرتا ہے اسے معلوم ہوگا کہ اس نے اپنا وقت ضائع کیا اور گناہوں کے علاوہ کچھ حاصل نہیں کیا۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے مکمل طور پر متصادم ہے۔ وہ صرف ان لوگوں سے چیزیں قبول کرتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔ باب 5 المائدۃ، آیت 27:

"بے شک اللہ صرف نیک لوگوں سے ہی قبول کرتا ہے ]جو اس سے ڈرتے ہیں[..."

صحیح بخاری نمبر 1410 میں موجود ایک حدیث متنبہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف حلال مال کو قبول کرتا ہے جو اس کی رضا کے لیے خرچ کیا جائے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 2346 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ فرمائی ہے کہ حرام مال کمانے اور استعمال کرنے والے کی دعا بھی اللہ تعالیٰ نے رد کردی ہے۔

درحقیقت انسان کو اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے تھوڑی سی ضرورت ہوتی ہے۔ صالح پیشواؤں سے یہ بات واضح ہے کہ حرام یا مشتبہ مال سے مکمل طور پر پرہیز کرنا ایک معتدل زندگی گزارنے سے ممکن ہے جو اسراف سے دور ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ صرف اپنی غیر ضروری خواہشات اور خواہشات کی وجہ سے ناجائز دولت کی طرف جھکاؤ ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں چار بڑی رکاوٹوں سے بچیں، جن پر اس مختصر کتاب میں بحث کی گئی ہے۔ پہلا قدم یہ ہے کہ کسی معتبر ذریعہ سے صحیح اسلامی معلومات حاصل کی جائیں۔ پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنے واجبات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات اور اپنی دنیاوی ذمہ داریوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خلوص نیت سے ادا کرے۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرے گا اور جنت کے دروازوں تک بحفاظت رہنمائی کرے گا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 86

سنن ابن ماجہ نمبر 2141 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مال اس وقت تک برا نہیں ہے جب تک کہ اس کے پاس تقویٰ ہو۔ انہوں نے مزید کہا کہ اچھی صحت دولت سے بہتر ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ خوش رہنا ایک نعمت ہے۔

جو مسلمان تقویٰ کا مالک ہے وہ ہمیشہ اپنا مال صحیح طریقے سے خرچ کرے گا یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ تو ان کے لیے یہ دونوں جہانوں میں رحمت بن جائے گا۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ صحیح طریقے سے خرچ کرنا صدقہ سے بالاتر ہے اور اس میں ہر قسم کے جائز مفید خرچ شامل ہیں جو کہ زیادتی، فضول خرچی یا اسراف سے مبرا ہیں، جیسے کہ اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا۔ صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

تقویٰ صرف اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 28:

’’اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔‘‘

یہ علم اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ایک مسلمان یہ سمجھے کہ اپنی دولت اور اپنی دیگر دنیاوی نعمتوں کو صحیح طریقے سے کیسے استعمال کرنا ہے۔ وہ سمجھیں گے کہ ان نعمتوں کا صحیح

استعمال دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث ہے جبکہ ان کا غلط استعمال دونوں جہانوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

اگرچہ اس قسم کی دولت ایک بڑی نعمت ہے لیکن اچھی صحت جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے لیے اپنے تمام عملی فرائض کو آزادانہ طور پر پورا کرنا ایک بڑی نعمت ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ امیر لوگ صحت مند رہنے اور بیماری سے بچنے کے لیے اپنی دولت خوشی خوشی خرچ کرتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش کرتے ہوئے، اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور نفلی اعمال مثلاً مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کے ذریعے اپنی صحت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ رضاکارانہ روزے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جب وہ اپنی اچھی صحت کھو بیٹھیں اور پچھتاوا رہ جائیں۔

آخر میں، مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خوش مزاجی جیسی مثبت خصوصیات کو اپنائیں، کیونکہ یہ نہ صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت ہے، بلکہ اس دوران مختلف مشکلات اور آزمائشوں سے نمٹنے میں بھی مدد ملتی ہے۔ ان کی زندگی .جو شخص مثبت سوچ اپناتا ہے وہ ان اوقات میں زیادہ آسانی سے صبر کرتا ہے۔ جبکہ جو لوگ عمومی منفی اور مایوس کن ذہنیت اختیار کرتے ہیں وہ مشکل کے وقت زیادہ آسانی سے بے صبری اور اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہو جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کو مثبت ذہنیت کو برقرار رکھنے کے لیے ان ان گنت نعمتوں کا باقاعدگی سے جائزہ لینا چاہیے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ، انہیں اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے، کیونکہ یہ انہیں اس حقیقت کو سمجھنے کی ترغیب دے گا کہ اللہ تعالیٰ صرف وہی فیصلہ کرتا ہے جو لوگوں کے لیے بہتر ہے، چاہے یہ ان پر واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

# ایمان کو مضبوط کرنا - 87

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں اس دنیا کے ان گنت لوگوں اور ان گنت مختلف راستوں پر غور کر رہا تھا جن پر وہ سفر کر رہے ہیں۔ یہ بذات خود اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت کی طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ، اربوں لوگ ہیں پھر بھی کوئی دو لوگ زندگی میں بالکل ایک ہی راستے پر نہیں چلتے۔ ان علامات کو سمجھنے سے ایمان مضبوط ہوتا ہے لیکن اس باب میں کچھ اور بات کی جائے گی۔

جب بھی کوئی مسلمان اپنے آپ کو کسی حلال راستے پر پاتا ہے تو اسے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا سچا شکر بجا لانا چاہیے کہ اس نے ان نعمتوں کو استعمال کیا جو اس نے انہیں اسلام کے بتائے ہوئے طریقے پر دی ہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کو یہ خیال کرتے ہوئے کبھی بھی دوسروں کو حقیر نہیں دیکھنا چاہئے کہ اس کا راستہ کسی نہ کسی طرح دوسروں کے راستے سے افضل ہے خاص کر ان لوگوں کے جو حلال راستے پر ہیں۔ یہ صرف غرور کی طرف لے جاتا ہے جو جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 266 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اس کے بجائے انہیں پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اپنی زندگی یا دوسروں کی زندگی کے آخری انجام سے بے خبر ہیں۔ غیر قانونی راستے پر چلنے والا شخص آسانی سے سچے دل سے توبہ کر سکتا ہے اور موت سے پہلے نجات پا سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ حلال راستے پر چلنے والوں کے معاملے میں ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر شخص کو ان کے لیے بہترین راستہ دیا گیا ہے جو دوسروں کے بہترین راستے سے مختلف ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان اپنا زیادہ تر وقت مسجد میں گزار سکتا ہے اور دوسرا مسلمان اپنا زیادہ تر وقت حلال دنیاوی کاموں میں گزار سکتا ہے، جیسے کہ کوئی پیشہ۔ پہلا مسلمان دوسرے سے بہتر نہیں کیونکہ ہر شخص ان کے لیے بہترین راستے پر ہے۔ اگر وہ جگہوں کو تبدیل کرتے ہیں تو یہ زیادہ تر ممکنہ طور پر انہیں تباہی کی طرف لے جائے گا۔ مثال کے طور پر، اگر وہ مسجد میں وقت گزارنے والے کو تبدیل کر دیں تو وہ غرور اختیار کر سکتا ہے اور اس طرح تباہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے ان کے لیے بہتر ہے کہ وہ حلال دنیاوی چیزوں میں مشغول رہیں۔ دوسری طرف، دوسرا مسلمان

جو اب اپنا زیادہ تر وقت مادی دنیا کے لیے وقف کرتا ہے، وہ اس میں گم ہو کر حرام کی طرف بڑھ سکتا ہے۔ اس لیے اس مسلمان کے لیے بہتر ہوگا کہ وہ اپنا زیادہ تر وقت مسجد میں گزارے۔

اس لیے مسلمانوں کو کبھی بھی حسد نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ایک دوسرے کو حقیر دیکھنا چاہیے کیونکہ جب تک یہ راستہ حلال ہے ہر شخص ان کے لیے بہترین راستے پر ہے۔ یہ رویہ ہمیشہ ایک دوسرے کے لیے عاجزی اور باہمی محبت کا باعث بنے گا اور جامع ترمذی نمبر 2510 میں موجود ایک حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے مخلصانہ محبت کرنا ایک ایسی صفت ہے جو جنت تک لے جاتی ہے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس بحث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے خود کو بہتر بنانے کی کوشش نہ کی جائے۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں دوسروں کے لیے خوش ہونا چاہیے جو حلال راستے پر چل رہے ہیں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 88

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان جن طاقتور ہتھیاروں کا استعمال کرتا ہے ان میں سے ایک اس دنیا کے کسی عنصر کو خوبصورت بنانا ہے تاکہ ایک ایسی فنتاسی پیدا ہو جو دلکش نظر آئے۔ باب 16 النحل، آیت 63:

’’ اللہ کی قسم ہم نے تم سے پہلے کی امتوں میں بھی رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا۔‘‘

جب کوئی شخص دوسروں کا مشاہدہ کرتا ہے تو شیطان اس لمحے کی تصویر کھینچتا ہے اور اسے اس طرح مزین کرتا ہے کہ وہ شخص اپنے ذہن میں اس سے ایک پوری خیالی دنیا بنا لیتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک شخص ایک ایسے خاندان کا مشاہدہ کرے گا جس نے چھٹی کے دوران سیلفی لی تھی اور اس ایک لمحے کو اس شخص نے سیاق و سباق سے ہٹ کر لیا ہے تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل ہو جائے، جس میں اس کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ اسے خوش کرنے والا مثال کے طور پر، وہ اپنی چھٹی کے دن خاندان اور خوشی کے لمحات سے حسد کر سکتے ہیں۔ حسد ہمیشہ دیگر منفی خصلتوں کا باعث بنتا ہے جیسے کہ تلخی۔ یہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اچھی چیزوں کو حقیر سمجھنے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ ایسا سلوک کرنے والا کبھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ خوبصورتی کا عمل انہیں اس طرز زندگی کو اپنانے کی کوشش کرنے کی ترغیب بھی دے سکتا ہے جو ان کے تصور میں بنایا گیا ہے۔ یہ اکثر ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنتا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ یہ انہیں اپنی ضرورتوں سے بڑھ کر مادی دنیا کے لیے کوشش کرنے کا سبب بنتا ہے اور اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے غفلت برتنے کا سبب بنتا ہے۔ یہ ہمیشہ تناؤ اور یہاں تک کہ گناہوں کی طرف جاتا ہے۔ یہ بدلے میں، قیامت کے دن کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روک دے گا، جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔ اس پر

یہ صرف کچھ مثالیں ہیں کہ جب کوئی شیطان کی چال میں پڑ جاتا ہے تو کیا ہوتا ہے۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جیسے وہ کسی دوسرے شخص کی زندگی کے ایک لمحے کو دیکھ رہے ہیں، وہ ان مشکلات اور دباؤ کو کبھی نہیں سمجھ سکتے جن کا وہ سامنا کر رہے ہیں۔ وہ کسی صورت حال کا محض ایک چھوٹا، تنگ اور بیرونی پہلو دیکھتے ہیں جو اکثر گمراہ کن ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، سیلفی لینے والے خاندان کو اپنی چھٹیوں اور ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنے سے نفرت ہو سکتی ہے اور صرف اس تصویر کے لیے مسکراتے ہیں جو انہوں نے لی ہے۔ ایک تصویر خاندانی زندگی کی مشکلات کو ظاہر نہیں کرتی۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو وہ دیتا ہے جو اس کے لیے بہتر ہے، چاہے یہ ان کے لیے واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

"لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے پر توجہ دیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں کیونکہ دونوں جہانوں میں ان کی سلامتی اور کامیابی اسی میں مضمر ہے۔ یہ کسی دوسرے کی زندگی کے ایک لمحے سے شیطان کی طرف سے گھڑ کر تخیل کی پیروی میں جھوٹ نہیں ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

## ایمان کو مضبوط کرنا - 89

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین واضح طور پر ان لوگوں کے بہترین گروہ کے طور پر کھڑے ہیں جو اب تک موجود ہیں، انبیاء علیہم السلام کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں۔ ایک چیز جس نے انہیں عظیم بنایا وہ ان کے اعلیٰ مقاصد اور خواہشات تھیں۔ ہر چیز میں انہوں نے کیا اور کہا کہ انہوں نے ہمیشہ مادی دنیا کے لئے مقصد کے بجائے آخرت کا مقصد کیا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ان کی کثرت عبادت کو ختم کردے اور صرف ان کے روزمرہ کے کاموں کا مشاہدہ کرے تو وہ واضح طور پر لوگوں کا ایک گروہ دیکھیں گے جو آخرت پر واقعی ایمان رکھتے تھے، کیونکہ ان کی روزمرہ کی زیادہ تر کوششیں آخرت کے لیے وقف تھیں، جیسا کہ وہ ہمیشہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے تھے جو وہ حاصل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے طریقوں سے عطا کیا گیا اور ان کو فضول اور گناہ کے طریقوں سے استعمال کرنے سے گریز کیا۔ دوسری طرف، اگر کوئی ایک جدید مسلمان کی روزمرہ کی زندگی سے فرض نمازوں کو نکال دیتا ہے تو وہ ان کو اپنے روزمرہ کے کاموں کے لحاظ سے غیر مسلم سے ممتاز نہیں کر سکے گا۔ یہ صرف ان کی پست خواہشات اور مقاصد کی وجہ سے ہے۔ یعنی ان کی کاوشوں کی اکثریت اس مادی دنیا کے لیے وقف ہے، بالکل غیر مسلم کی طرح۔ کسی کو یہ سمجھ کر اپنے آپ کو بیوقوف نہیں بنانا چاہئے کہ وہ وہی کام کر رہے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔ ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کاروبار میں حصہ لیا اور خاندانوں کی پرورش کی لیکن جس طرح انہوں نے یہ کام کیا وہ مکمل طور پر اسلام کی تعلیمات سے جڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کمایا اور خرچ کیا اور ہر ایسی چیز سے اجتناب کیا جو انہیں آخرت میں فائدہ نہ پہنچائے۔ کتنے مسلمان دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ اس طرح برتاؤ کرتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے شادی کر لی لیکن انہوں نے مکمل طور پر اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر شریک حیات کا انتخاب کیا اور اپنی خواہشات کے بجائے اسلام کی تعلیمات کے مطابق شریک حیات کے حقوق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ کتنے مسلمان دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ اس طرح برتاؤ کرتے ہیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بچوں کو قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی تعلیم دے کر ان کی پرورش کی اور انہیں دنیا پر آخرت کی تیاری کو ترجیح دینے کا درس دیا۔ وہ نعمتیں ان طریقوں سے عطا کی گئیں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے تھیں۔ جبکہ آج کل اکثر مسلمان والدین اپنے بچوں کو صرف قرآن پاک کو سمجھے اور اس پر عمل کیے بغیر تلاوت کرنے کا طریقہ سکھاتے ہیں اور انہیں بہت ساری دولت کمانے اور بہت سی جائیدادیں خریدنے میں کامیاب ہونے کی ترغیب دینے میں پوری کوشش کرتے ہیں۔

جدید مسلمان صحابہ کرام کے اعمال کی نقل کرتے ہیں، اللہ ان سے راضی ہے، لیکن چونکہ ان کے مقاصد اور خواہشات مادی دنیا پر مرکوز ہیں، وہ صحابہ کرام سے بہت الگ ہیں، اللہ ان سے راضی ہے۔

انسان کو اپنی زندگی اس طرح گزارنی چاہیے کہ ان کی روزمرہ کی سرگرمیوں کو دیکھنے والے پر یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ آخرت پر واقعی یقین رکھتے ہیں، کیونکہ ان کے مقاصد اور خواہشات سب آخرت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایسا سلوک صرف پانچوں فرض نمازوں میں نہیں ہو سکتا جس میں دن کے ایک گھنٹہ سے بھی کم وقت لگتا ہے، بلکہ ہر عمل اور قول میں یہ رویہ ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی رویہ تھا اور ان کی عظمت کا ایک سبب ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 90

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اس دنیا کے اہم فریبوں میں سے ایک اور شیطان کا ہتھیار یہ ہے کہ جب کوئی اپنے آپ کو یہ باور کرائے کہ وہ دوسروں سے مختلف ہیں اور اس لیے ان لوگوں کی اکثریت کی قسمت میں شریک نہیں ہوں گے جنہوں نے ایک مخصوص طرز زندگی اور راستہ اختیار کیا تھا۔ مثال کے طور پر، بہت سے لوگ جو امیر اور مشہور نہیں ہیں، وہ مشہور شخصیات کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ذہنی عارضوں میں ڈوب جاتی ہیں، جیسے کہ بے چینی، تناؤ اور مادہ کی لت، ان کے طرزِ زندگی کے نتیجے میں، اور وہ جھوٹا یقین رکھتے ہیں کہ اگر انہیں شہرت ملی اور خوش قسمتی سے ان کا نتیجہ کسی نہ کسی طرح مختلف ہوگا۔ کتنے مسلمان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر انہیں اس دنیا کے ارب پتیوں کی طرح بے شمار دولت دی جائے تو وہ دنیا سے غربت مٹادیں گے؟ یہاں تک کہ قرآن پاک میں بھی اس خاص رویے کا ذکر آیا ہے۔ باب 9 توبہ آیات 75-76:

’’ اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ہم ضرور نیک لوگوں میں سے ہوں گے۔ اس کا فضل تھا کہ وہ اس سے کنجوس ہوئے اور انکار کرتے ہوئے منہ پھیر لیا۔"

ایک اور عام مثال یہ ہے کہ جب کوئی کسی برے کردار والے شخص کو شادی کے لیے چنتا ہے، حالانکہ ان کے رشتہ دار اور دوست انہیں اس کے خلاف خبردار کرتے ہیں۔ لیکن وہ بے وقوفانہ طور پر یقین رکھتے ہیں کہ ان لوگوں کی اکثریت کے برعکس جنہوں نے کسی برے کردار سے شادی کی اور اس کے نتیجے میں نقصان اٹھانا پڑا، وہ اس انجام کو پورا نہیں کریں گے اور اس کے بجائے کسی نہ کسی طرح اپنے شریک حیات کی اصلاح کر لیں تاکہ وہ ایک نمونہ مسلمان اور شہری بن جائیں۔

ایک آخری عام مثال، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اگرچہ اسلام مسلمانوں کو صرف وہی حلال مال کمانے کی ترغیب دیتا ہے اور اس کی ترغیب دیتا ہے جو انہیں اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اس سے زیادہ کمانے والے لوگوں کی اکثریت صرف لالچی یا لالچی ہوتی ہے۔ فضول خرچی اور اسراف، پھر بھی بہت سے مسلمان اکثریت کے نتائج کو نظر انداز کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مختلف ہوں گے اور اپنی ضرورت سے زیادہ دولت صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے خرچ کریں گے۔ اگر یہ سچ ہوتا تو وہ دنیا میں غریب نہ ہوتے۔

سچ تو یہ ہے کہ اگرچہ لوگ مختلف خصوصیات کے مالک ہوتے ہیں، پھر بھی لوگ لوگ ہیں۔ اگر لوگوں کی اکثریت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سچی اطاعت کرنے میں ناکام ہو جائے تو ایک خاص طریقہ زندگی کو اختیار کرتے ہوئے، زیادہ تر صورتوں میں ان کی پیروی کرنے والا بھی ناکام ہو جاتا ہے۔

ایک مسلمان کو زندگی میں صحیح انتخاب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ادراک کو استعمال کرنا چاہیے۔ انہیں دوسروں کی طرف سے کیے گئے انتخاب اور اس کے نتائج کا مشاہدہ کرنا چاہیے اور یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے جیسا ہی راستہ چنیں گے تو وہ خود کسی نہ کسی طرح مختلف نتائج کا سامنا کریں گے۔ کسی کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ وہ خاص اور دوسرے لوگوں کی اکثریت سے مختلف ہیں۔ یہ رویہ کسی کو اپنے ادراک کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے سے روکتا ہے اور اس وجہ سے تباہ کن نتیجہ نکل سکتا ہے۔ عقلمند شخص وہ راستہ چنتا ہے جہاں سے گزرنے والوں کی اکثریت دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ یہ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا راستہ ہے۔ باقی تمام راستوں سے گریز کرنا چاہیے، یہاں تک کہ اگر کسی کو یقین ہو کہ وہ اسے محفوظ طریقے سے عبور کر سکتے ہیں، کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ایک فریب اور چال کے سوا کچھ نہیں ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 91

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ سب سے طاقتور نشانیوں میں سے ایک جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور مخلوق پر اس کی اعلیٰ قدرت اور اختیار کی نشاندہی کرتی ہے، اس کا تجربہ زیادہ تر لوگوں کو ہوتا ہے، خواہ ان کا ایمان یا فقدان ہو۔ جب کسی شخص کو کوئی حقیقی مشکل درپیش ہوتی ہے، جسے اس کے پاس موجود ذرائع سے حل نہیں کیا جا سکتا، تو وہ اکثر ایک معبود، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ وہ متعدد معبودوں سے بھی اپیل نہیں کرتے کیونکہ ان کی روح مایوسی کے وقت انہیں ایسا کرنے سے روکتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو اکثر فلموں اور ٹیلی ویژن شوز میں دکھائی جاتی ہے، جہاں ایک کردار، جو ایک خدا کو بھی نہیں مانتا، اپنی ضرورت کے وقت ایک خدا سے اپیل کرتا ہے۔ فلم پروڈیوسروں نے جتنی سختی سے مذہب کو چھوٹا کرنے کی کوشش کی ہے، یہ حقیقت اب بھی فلم انڈسٹری میں اکثر دکھائی جاتی ہے۔

مایوسی کے وقت ایک خدا، اللہ، بلند، کو پکارنے کی یہ فطری خواہش انسان کی روح سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ روح جو کبھی اللہ تعالیٰ کی صحبت میں تھی اور اس کی ربوبیت، وحدانیت اور ہر چیز پر مکمل کنٹرول اور قدرت کی گواہی دیتی تھی۔ باب 7 الاعراف، آیت 172:

"اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے بنی آدم سے ان کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کو ان کی ذات پر گواہ کر کے کہا :کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ "انہوں نے کہا :ہاں، ہمارے پاس ہے۔ گواہی دی۔"...

ان لمحات کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی واضح نشانی ہے۔ یہ توجہ انہیں اس پر ایمان لانے کی ترغیب دے گی، اگر وہ پہلے سے نہیں مانتے، اور یہ انہیں حوصلہ افزائی کرے گا کہ وہ خلوص دل سے اس کی اطاعت کریں، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے جو اس نے انہیں پسند کی ہیں، کیونکہ اسی میں امن اور ایک کامیاب نتیجہ

مضمر ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کی کسی کی روح گواہی دیتی ہے، خاص طور پر مشکلات کے وقت۔
باب 10 یونس، آیت 22:

"وہی ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں سفر کرنے کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ جب تم جہازوں میں ہوتے ہو اور وہ ان کے ساتھ چلتے ہیں ایک اچھی ہوا چلتی ہے اور وہ اس میں خوش ہوتے ہیں تو ایک طوفانی آندھی آتی ہے اور ہر جگہ سے موجیں ان پر آتی ہیں لپیٹ میں آنے کی امید رکھتے ہیں، وہ اللہ سے دین میں خلوص کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس سے بچا لیا تو ہم یقیناً شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے۔

اور باب 41 فصیلات، آیت 53:

"ہم انہیں اپنی نشانیاں افق پر اور ان کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہ حق ہے..."

# ایمان کو مضبوط کرنا - 92

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جدید دنیا میں بہت سے مسلمانوں کے قرآن پاک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ذہنی سکون حاصل کرنے سے منہ موڑنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ جھوٹا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات ان کے جدید دباؤ، مشکلات اور مسائل کو پورا نہیں کرتی ہیں۔ وہ غلط طور پر یہ مانتے ہیں کہ اسلام کی تعلیمات صرف میٹھے اور دیہات کے رہنے والوں کے لیے ہی پورا کرتی ہیں جو ایک پرانے دور میں رہ رہے تھے۔ نتیجے کے طور پر، وہ صرف اسلامی تعلیمات سے اسلام کی رسومات اور طریقوں کو لیتے ہیں لیکن روزمرہ کی زندگی کی نصیحتوں کو چھوڑ دیتے ہیں جو اسلامی تعلیمات میں پائی جاتی ہے۔ یہ ایک احمقانہ ذہنیت ہے کیونکہ انسان چاہے کسی بھی دور سے تعلق رکھتا ہو انسان پھر بھی انسان ہے۔ مطلب، اہداف، امیدیں، امنگیں، خوف، پریشانیاں اور تناؤ جو لوگوں کو نسلوں سے درپیش ہیں وہ ہمیشہ ایک ہی رہے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ٹیکنالوجی نے ترقی کی ہے لیکن انسانوں کا جوہر اور فطرت ہمیشہ ایک جیسی رہی ہے۔ انسان ایک مختلف نوع میں تیار نہیں ہوئے ہیں تاکہ ان کے جذبات، احساسات، خواہشات، مقاصد اور خواہشات ان لوگوں سے بالکل مختلف ہوں جو پہلے کی نسلوں میں آئے تھے۔ جس طرح پرانی نسلوں میں شہرت، قسمت، اختیار، خاندان، دوست اور کیریئر حاصل کرنے کی خواہش تھی، اسی طرح جدید دور کے لوگ بھی کرتے ہیں۔

چونکہ اسلام کی تعلیمات انسانوں کے جوہر اور فطرت کو نشانہ بناتی ہیں اس لیے یہ لازوال ہے اور قیامت تک تمام انسانوں پر لاگو ہوتی ہے۔ اس کا اطلاق صرف اس صورت میں ختم ہو جائے گا جب انسان ایک مختلف نوع میں تیار ہو جائیں، جو ہونے والی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ اسلام کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے، جو انسانوں کا خالق ہے، یہ نصیحت درست ہے اور انسان کی ذہنی اور جسمانی ساخت کے ہر پہلو کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور کوئی بھی تحقیق انسان کے تمام پہلوؤں کو پوری طرح ظاہر نہیں کر سکتی۔ جس طرح ایک موجد اپنی ایجاد کے سلسلے میں مشورہ لینے کے لیے بہترین شخص ہے،

اسی طرح انسان کی ذہنی اور جسمانی تندرستی کے لیے مشورہ لینے کے لیے اللہ تعالیٰ ہی بہترین ہے۔ آخر میں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں پر قابو رکھتا ہے، جذبات کا مرکز، اسی کا اختیار ہے کہ انسان اس دنیا اور آخرت میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرے یا نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

"اور یہ کہ وہی ہے جو ہنساتا ہے اور روتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ اس کے ذکر اور اطاعت سے دونوں جہانوں میں اچھی ذہنی اور جسمانی صحت مضمر ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے، اسے ذہنی سکون نہیں ملے گا، خواہ وہ کتنی ہی دنیاوی چیزوں کا مالک ہو۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، یقیناً اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب تک انسان انسان رہے گا، اسلام کی لازوال تعلیمات ان پر ہمیشہ لاگو ہوں گی، خواہ وہ کسی بھی عمر کا ہو۔ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہیں، صرف وہی انہیں ذہنی اور جسمانی تندرستی کا حل دے سکتا ہے۔ اسے کسی اور جگہ تلاش کرنے سے دماغی اور جسمانی صحت خراب ہو گی، جو سوشل میڈیا اور خبروں کا مشاہدہ کرنے سے ظاہر ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 93

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اس دن اور دور میں مسلمانوں کو جن مشکل حقیقتوں کا سامنا ہے، ان میں سے ایک دوسرے مسلمانوں کے طرز عمل کی وجہ سے اسلام میں شکوک و شبہات ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ہر قوم نے سامنا کیا ہے اور اسی لیے قرآن پاک میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ باب 11 ہود، آیت 110:

" اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی لیکن وہ اختلاف میں آگئی۔ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔

جب علمائے کرام اور مذہبی لوگوں نے دولت اور اختیار جیسی دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے آسمانی تعلیمات کا غلط استعمال کیا تو ان کے برے رویے کو دیکھ کر عام لوگ ایمان سے دور ہو گئے۔ اسی حقیقت نے مسلمانوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ وہ ایسے مذہبی لوگوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو جان بوجھ کر الہی تعلیمات کی غلط تشریح کرتے ہیں اور اس طرح اسلام کی صحیح تعلیمات کو نافذ کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کچھ مسلم اقوام خواتین کو تعلیم حاصل کرنے سے روکتی ہیں، حالانکہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ، نمبر 224 میں موجود حدیث ہے۔ ایک اور وسیع مثال۔ ، جب مذہبی شخصیات اپنا تمام وقت، توانائی اور کوششیں دوسرے مسلمانوں کی توہین، تنقید اور بدنامی میں صرف کرتی ہیں۔ جب عام لوگ اس قسم کے رویے کا مشاہدہ کرتے ہیں تو وہ اسلام سے دور ہو جاتے ہیں، خواہ وہ ظاہری طور پر ظاہر نہ ہوں۔

سب سے پہلے تمام مسلمانوں کو اسلام کی صحیح نمائندگی کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اسلام کے سفیر کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کریں تاکہ دنیا کو اسلام کا حقیقی چہرہ دکھایا جاسکے۔ اس کی جڑ

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے نیک نیت رکھنا اور صحیح اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے جس کی جڑیں قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں موجود ہیں۔

دوسری بات یہ کہ یہ حقیقت موجود ہونے کے باوجود کسی مسلمان کو دوسروں کے رویے کی وجہ سے اسلام سے روگردانی کرنے میں کوئی عار نہیں۔ اس کے بجائے انہیں اسلام کا صحیح علم حاصل کرنا چاہیے تاکہ وہ خود تصدیق کر سکیں کہ اسلام کیا سکھاتا ہے۔ ایسا کرنے میں ناکام ہونے میں کوئی عذر نہیں ہے، کیونکہ صحیح اسلامی علم وسیع پیمانے پر دستیاب ہے اور عام لوگوں کے لیے قابل رسائی ہے۔ صرف اس طریقہ کے ذریعے ہی کسی بھی ممکنہ شکوک کو دور کیا جا سکتا ہے جو دوسرے مسلمانوں کے غلط رویے کو دیکھنے سے پیدا ہو سکتے ہیں اور ان شکوک کو مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کو متاثر ہونے سے روک سکتے ہیں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 94

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جب کوئی سوشل میڈیا پر نظر ڈالتا ہے تو ظاہر ہے کہ مسلمان فریاد کرنے والوں کی قوم بن چکے ہیں۔ ایسی لاتعداد پوسٹس اور ویڈیوز دیکھی جا سکتی ہیں جن میں اسلامی تعلیمات کے اندر دعائیں ملتی ہیں۔ گو کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اسلام میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے لیکن بہت سے لوگوں نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا ہے کہ دعاؤں کے مؤثر ہونے کے لیے ان کو مخلصانہ اعمال کے ساتھ جوڑنا چاہیے۔ قرآن پاک میں دعائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات ہمیشہ مخلصانہ اعمال کے ساتھ ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر، باب 2 البقرہ، آیات 127-129:

اور اس وقت کا ذکر کریں جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیل علیہ السلام کہہ رہے تھے کہ اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا، جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب اور ہمیں اپنا مسلمان بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک مسلمان امت بنا۔ اور ہمیں ہماری عبادتیں دکھا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اے ہمارے رب اور ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیات پڑھے اور انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور ان کو پاک کرے۔ بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔"

انبیاء ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام جب یہ دعا کرتے تھے تو عملی طور پر اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کر رہے تھے۔ یعنی ان کی دعا میں خلوصِ نیت کے ساتھ نیک اعمال بھی شامل تھے۔

ایک اور مثال باب 27 عن نمل، آیات 18-19 ہے:

یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ کہ تمہیں سلیمان اور اس کے سپاہیوں کے ہاتھوں کچل نہ جائے اور وہ اس کی خبر نہ بھی رکھتے ہوں۔ اور کہا کہ اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں اور وہ نیکی کرنے کی توفیق عطا فرما جس سے تجھے منظور ہے۔ اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔"

ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے آپ کو عطا کی گئی تھیں اس دعا کو پورا کیا۔ اس نے صرف دعا ہی نہیں کی اور اسے اعمال کے ساتھ جوڑنے میں ناکام رہا۔

اس کے علاوہ، اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے لیے جو اوقات تجویز کیے گئے ہیں، ان کا جسمانی اعمال سے گہرا تعلق ہے۔ مثال کے طور پر جامع ترمذی نمبر 3499 میں ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرض نمازوں کے بعد اور رات کے آخری حصے میں کی جانے والی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ دعا کے یہ دونوں اوقات جسمانی اعمال سے جڑے ہوئے ہیں :فرض نمازیں اور رات کی رضاکارانہ نماز۔

بہت سی احادیث ایسی ہیں جن میں بعض ایسے اعمال سے تنبیہ کی گئی ہے جو دعا کی قبولیت میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر جامع ترمذی نمبر 2989 میں موجود حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ حرام کمانے اور کھانے والے کی دعا کبھی قبول نہیں ہوگی۔ ظاہر ہے کہ بعض کاموں کے لیے دعا کرنا فضول ہے۔ مثال کے طور پر وہ شخص جو جہنم سے حفاظت کی دعا کرتا ہے لیکن مسلسل ایسے گناہ کرتا ہے جو جہنم میں لے جاتے ہیں۔ یا وہ شخص جو جنت کی دعا کرتا ہے پھر بھی وہ اعمال صالحہ قائم کرنے میں ناکام رہتا ہے جو جنت کی طرف لے جاتے ہیں جیسے کہ فرض نماز۔

مزید برآں، اسلام واضح کرتا ہے کہ کوئی شخص کامیابی کے لیے کوشش کے بغیر صرف دعا نہیں کر سکتا۔ مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ مومنوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ لڑائی کے دوران احتیاط کریں، وہ انہیں صرف یہ نہیں کہتا کہ کامیابی کے لیے صرف اس سے دعا کریں۔ باب 4 النساء، آیت 71:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، احتیاط کرو اور )یا تو (گروہ بنا کر نکلو یا سب اکٹھے نکلو۔"

یہاں تک کہ جب ایک شادی شدہ جوڑے کو مسائل درپیش ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں صرف یہ نہیں کہتا کہ وہ اس سے دعا کریں۔ اس کے بجائے وہ ان پر زور دیتا ہے کہ وہ مسائل کو حل کرنے کے لیے عملی اقدامات کریں۔ باب 4 النساء، آیت 35:

" اور اگر تم دونوں کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث اس کی قوم سے اور ایک ثالث اس کی قوم سے بھیج دو، اگر وہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان صلح کرا دے گا، بے شک اللہ جاننے والا اور باخبر ہے۔"

یہاں تک کہ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی دعا بھی نماز کے ہر چکر کے دوران فعال طور پر پڑھی جاتی ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مؤثر ہونے کے لیے دعاؤں کو مخلصانہ اعمال کے ساتھ جوڑا جانا چاہیے۔ باب 1 الفاتحہ، آیات 5-7:

" ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ کہ ان لوگوں کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا"۔

اس بحث سے اب تک یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دعا بذات خود کارآمد نہیں ہوتی جب تک کہ اسے خلوص نیت سے نہ ملایا جائے۔ یہ بات اس وقت واضح ہوتی ہے جب کوئی شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل اور طرز عمل کو دیکھتا ہے۔

لہٰذا دعاؤں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے ان کی حمایت خلوص اور صالح عمل سے کرنی چاہیے۔ اگر کسی کو کوئی مشکل درپیش ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ان وسائل کو استعمال کرے جو اسے دیے گئے ہیں تاکہ اس مسئلے کو عملی طور پر حل کیا جا سکے، جیسے کہ رشتہ داروں کے درمیان مشکلات، اور پھر اس کے لیے دعا کریں۔ ایک کے بغیر دوسرا اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ بیمار کو چاہیے کہ طبی مشورہ لے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوا کھائے اور شفاء کی دعا بھی کرے۔ جو شخص اولاد کی خواہش رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ پہلے شادی کرے اور اپنے شریک حیات سے بچہ پیدا کرنے کی کوشش کرے اور پھر اس کے ہونے کی دعا کرے۔ جو شخص اپنا امتحان پاس کرنا چاہتا ہے اسے پڑھنا چاہیے اور پھر کامیابی کے لیے دعا کرنا چاہیے۔ مشکل میں پڑنے والے لوگوں کی عملی طور پر ان کے وسائل کے مطابق مدد کرنی چاہیے، جیسے کہ مالی امداد، اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنی چاہیے۔ اللہ عزوجل کی مخلصانہ اطاعت پر عمل پیرا ہونا چاہیے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے جو اس کی خوشنودی کے لیے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں، پھر دونوں جہانوں کی بھلائی کے لیے دعا کریں۔

بدقسمتی سے دعا کرنے والوں کی ایک سست قوم بننا جو اپنی دعاؤں کو خلوص اور صالح عمل سے جوڑ نہیں پاتے، اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ پوری ملت اسلامیہ اور انفرادی مسلمانوں کا ایمان ڈرامائی طور پر کمزور ہوتا چلا گیا ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 95

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ باب 57 الحدید، آیت 16:

" کیا وہ وقت نہیں آیا جو ایمان لے آئے ہیں کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور جو حق نازل ہوا ہے اس کے لیے عاجزی اختیار کریں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی اور ایک طویل مدت۔ "ان کے اوپر سے گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے۔

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا، اہل کتاب نے اپنے عقیدے کو خالی رسومات کا ایک گچھا سمجھا، جیسا کہ کوئی ثقافتی طریقوں کو پورا کرتا ہے۔ عقیدے کو ایک ثقافتی مشق کی طرح برتاؤ کرنے کا مسئلہ یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ ثقافتی طریقوں کو ترک کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک باپ کو اکثر دیکھا جائے گا جو اپنی ثقافت اور ورثے کے مطابق لباس پہنتا ہے لیکن ان کا بچہ مختلف ثقافت کے مطابق لباس پہنتا ہے۔ لہٰذا جیسے جیسے اہل کتاب کا وقت گزرتا گیا، آخرکار انہوں نے اپنے عقیدے پر عمل کرنا چھوڑ دیا، کیونکہ وہ ان کے لیے خالی عمل کے سوا کچھ نہیں تھے، اور ان کا ایمان محض ایک خالی خول بن گیا تھا جس سے لوگ ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے، لیکن اپنے مذہب پر عمل کرنے میں ناکام رہے۔ یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے جب آج کوئی ایسے لوگوں کو دیکھتا ہے جو بعض مذاہب کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کی تعلیمات پر بالکل عمل نہیں کرتے۔ ایک زمانے میں ان کے مذہبی ادارے ہمیشہ متعلمین اور عبادت گزاروں سے بھرے رہتے تھے، اب وہ خالی ہیں۔

بدقسمتی سے مسلمانوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے جنہوں نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کو چند خالی رسومات کے طور پر دیکھا جنہیں آخر کار آنے والی نسلوں نے چھوڑ دیا۔

مسلمانوں کی پہلی نسل اسلام کے لیے وقف تھی اور اس لیے یہ ان کے لیے زندگی کا ایک طریقہ تھا، نہ کہ صرف رسومات اور رسومات۔ انہوں نے اپنے آپ کو قرآن پاک سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے وقف کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھا اور اسی لیے اسلام نے ان کے ہر قول و فعل اور ان کی زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا، جیسے کہ ان کی ذاتی، سماجی، مالی اور کام کی زندگی .ان کے نزدیک اسلام ان کے خون سے گھل مل گیا تھا اور ان کے روزمرہ کے کاموں سے الگ نہیں ہو سکتا تھا۔ طرزِ عمل کو ترک کیا جا سکتا ہے، جب کہ جو چیز زندگی کا ایک طریقہ ہے وہ نہیں ہو سکتی۔ مثال کے طور پر، کوئی شوق ترک کر سکتا ہے کیونکہ وہ اسے کرنا پسند نہیں کرتا ہے لیکن وہ طویل مدت تک کھانا یا سانس لینے والی آکسیجن نہیں چھوڑ سکتا، کیونکہ مؤخر الذکر زندگی کے لیے ایک طریقہ اور ذریعہ ہے جبکہ پہلا صرف ایک مشق ہے۔

صالح پیشروؤں کا یہ رویہ، زیادہ تر معاملات میں، اسی طرح ترک کر دیا گیا ہے، جس طرح دوسرے مذاہب کے لوگوں نے اپنے عقیدے کی تعلیمات کو ترک کر دیا تھا، جیسا کہ اب اسلام کو ایک ایسے عادات و رسومات کے طور پر دیکھا جاتا ہے جس کا کسی کے روز مرہ پر کوئی حقیقی اثر نہیں ہوتا۔ سرگرمیاں یا طرز عمل۔ یہی وجہ ہے کہ مساجد جو پانچ وقت کی نمازوں کے دوران ہمیشہ بھری رہتی تھیں، اب عملی طور پر خالی ہیں۔ صرف جمعے کی نماز کا رواج باقی ہے، لیکن اگر حالات ایسے ہی رہے تو آنے والی نسلیں اسے ترک کر دیں گی۔

اس کے علاوہ، دوسروں کی اندھی تقلید کافی اچھی نہیں ہے، کیونکہ یہ کسی کو اس بات کی تعریف کرنے سے روکتا ہے کہ اسلام ایک طرز زندگی ہے اور اس کے بجائے انہیں اور ان پر عمل کرنے والوں کو، جیسے کہ آنے والی نسلوں کو قائل کرتا ہے کہ اسلام صرف چند خالی رسومات ہے اور روایات، جنہیں ترک کیا جا سکتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے ثقافتی طریقوں کو ترک کیا جا سکتا ہے۔

اس نتیجہ سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ اسلام کوئی عادات کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک طرز زندگی ہے جو مسلمان کے ہر لمحے کو متاثر کرتا ہے۔ یہ سمجھ صرف اس

وقت آتی ہے جب کوئی شخص قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھتا اور اس پر عمل کرتا ہے کیونکہ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ انسان کی زندگی کا ہر پہلو اسلام سے جڑا ہوا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کوئی شخص ان نعمتوں کا استعمال کرے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

# ایمان کو مضبوط کرنا - 96

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ دنیا بھر میں بے گناہوں پر بڑے پیمانے پر ظلم و ستم کے اس دور میں ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق اور اسلامی قوانین کے اندر برائی پر اعتراض کرے۔ بہت سے مسلمان خاص طور پر سوشل میڈیا پر قرآن پاک کی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا حوالہ دے کر یہ اہم فریضہ سرانجام دیتے ہیں جن میں ظالموں کو دی جانے والی دھمکیوں کا ذکر ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ آیات اور روایات تمام لوگوں پر لاگو ہوتی ہیں، بشمول خود بھی۔ جب کوئی لوگوں پر بڑے پیمانے پر جبر کا مشاہدہ کرتا ہے، جیسے کہ اجتماعی قتل، تو ایک مسلمان کے لیے یہ آسان ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اپنی نافرمانی، اور دوسروں کے حقوق پر ہونے والے اپنے جبر کو دوسروں کی طرف سے کیے جانے والے اجتماعی جبر سے تشبیہ دے کر حقیر سمجھے۔ .مثال کے طور پر ایک مسلمان جو اپنی شریک حیات کے ساتھ مسلسل بدتمیزی سے پیش آتا ہے وہ خبروں میں لوگوں پر بڑے پیمانے پر ہونے والے ظلم کو دیکھ کر اس ظلم کو حقیر سمجھے گا۔ اس کے بعد وہ قرآن مجید کی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو اچھالنے پر اکتفا کرتے ہیں، جو ان لوگوں کو ظالموں سے ڈراتے ہیں جن کا وہ خبروں میں مشاہدہ کرتے ہیں لیکن ان اسلامی تعلیمات کو اپنے اوپر اور اپنے طرز عمل پر لاگو کرنا بھول جاتے ہیں۔ اگرچہ ظلم کی کچھ اقسام دوسروں سے بدتر ہیں، لیکن کوئی بھی کم نہیں، ظلم اب بھی ظلم ہے، اور اس کی تمام صورتیں ظالم کے لیے تاریکی کا باعث بنتی ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 2447 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس بحث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو اپنی طاقت کے مطابق اور اسلامی قانون کے حدود میں برائی پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نافرمانی اور جبر کے ان کاموں کو فراموش نہ کریں جو ان کے ذریعے ہونے والے اجتماعی جبر سے ان کا موازنہ کرتے ہوئے انہیں حقیر سمجھ کر کرتے ہیں۔ دوسرے برائی پر اعتراض کرتے رہنا چاہیے بلکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنے اعمال کا بھی مسلسل جائزہ لینا چاہیے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں ناکامی یا لوگوں پر ظلم کرنے کے ذریعے ہونے والے ظلم کے کسی بھی پہلو کو دور کرے۔ دوسری صورت میں، وہ اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں کہ قیامت کے دن وہ ان ظالموں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن پر انہوں نے اعتراض کیا تھا، زمین پر اپنی زندگی کے دوران۔ باب 14 ابراہیم، آیت 42:

اور یہ ہرگز نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے اعمال سے بے خبر ہے، وہ انہیں صرف اس دن کے "
"لیے مؤخر کرتا ہے جب آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 97

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ہر مسلمان، خواہ اس کے ایمان کی مضبوطی کتنی بھی ہو، قیامت کی حقیقت پر یقین رکھتا ہے، کیونکہ یہ ایمان کے بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے۔ لیکن قیامت میں کسی کے یقین کی طاقت مسلمانوں کے درمیان مختلف ہوتی ہے۔ اگر چہ کسی کے ایمان کی صحیح سطح کا اندازہ لگانا انسان کی استطاعت سے باہر ہے، کیونکہ یہ ایک پوشیدہ معاملہ ہے، پھر بھی کچھ نشانیاں ایسی ہیں جو کسی کے یقین کی مضبوطی کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مسلمان ہدایت کے دو ذرائع :قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے کتنا یا کم وقف ہے۔ یومِ جزا پر جتنا زیادہ اعتقاد ہوگا، وہ عملی طور پر اُس کے لیے اتنا ہی زیادہ تیاری کرے گا۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب کوئی شخص ہدایت کے دو ذرائع کو سیکھے اور ان پر عمل کرے، جس کے نتیجے میں وہ یہ دکھاتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کا استعمال کیسے کریں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ لہٰذا جس کا یقین قیامت پر جتنا زیادہ مضبوط ہوگا، وہ ہدایت کے دو ذرائع پر اتنا ہی زیادہ عمل کرے گا اور جس کا ایمان کمزور ہوگا، وہ ہدایت کے دو ذرائع پر اتنا ہی کم عمل کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قیامت پر یقین نہیں رکھتا وہ ہدایت کے دو ذرائع سے پریشان نہیں ہوگا، کیونکہ انہیں کسی ایسی چیز کے لیے تیاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے جس پر وہ یقین نہیں رکھتے۔ جزا کا دن۔ اگر وہ ہدایت کے دو ذرائع کو مشکل سے سیکھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں، تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قیامت کے دن پر شاید ہی یقین رکھتے ہیں، چاہے وہ کوئی اور دعویٰ کریں۔ ہر مسلمان کو باقاعدگی سے یہ خود تشخیص کرنا چاہیے تاکہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ اپنے آپ کو یہ یقین دلانے کے لیے بے وقوف نہ بنائیں کہ وہ قیامت پر پختہ یقین رکھتے ہیں، حالانکہ عملی طور پر دیکھا جائے تو وہ اس پر شاید ہی یقین رکھتے ہوں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 98

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان کی مضبوطی کا باقاعدگی سے جائزہ لیں اور اس کا اندازہ لگائیں تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ زندگی میں صحیح سمت میں جا رہے ہیں اور قدم بہ قدم خود کو بہتر کر رہے ہیں۔ ایسا کرنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ پانچوں فرض نمازوں کے درمیان ان کی حالت کا مشاہدہ کیا جائے۔ اگرچہ پنجگانہ فرض نمازیں پڑھنا ایک بہترین آغاز ہے لیکن یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں منافقین بھی نماز پڑھا کرتے تھے۔ پانچوں فرض نمازوں کے درمیان ان کی حالت کو دیکھنا چاہیے۔ انہیں اپنے مقاصد، خواہشات، امیدوں اور خوف کا اندازہ لگانا چاہیے تاکہ یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ آیا وہ صحیح طریقے سے زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ تمام چیزیں اس بات پر اثرانداز ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ جتنا زیادہ انسان اپنے مقاصد، خواہشات، امیدوں اور خوف کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور آخرت کی تیاری پر مرکوز کرے گا، اتنا ہی زیادہ وہ ان نعمتوں کا استعمال کرے گا جو اسے اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

اگر کسی کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کر رہے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں وہ باطل یا گناہ ہیں، تو وہ اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں اور اپنے دن کی اکثریت کے لیے اللہ تعالیٰ کو بھول چکے ہیں، چاہے وہ دعا کرتے ہیں .یہ دونوں جہانوں میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بنے گا۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، یقیناً اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

ایک مسلمان کو اپنے ایمان کی مضبوطی کو سب سے پہلے کم سے کم کرکے ان نعمتوں کا استعمال کرنا چاہیے جو اسے گناہ کے طریقوں سے عطا کی گئی ہیں۔ پھر انہیں ان نعمتوں کو فضول طریقوں سے استعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ انہیں ہر نعمت کا اندازہ لگانا چاہیے اور اس نمونے کو اس وقت تک لاگو کرنا چاہیے جب تک کہ وہ یہ نہ جان لیں کہ وہ ان تمام نعمتوں کو استعمال کر رہے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون اور کامیابی کا راستہ ہے، کیونکہ دلوں کا حاکم اس مسلمان کو دنیا یا آخرت میں تاریک اور تنگ زندگی میں مبتلا نہیں ہونے دے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

# ایمان کو مضبوط کرنا - 99

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ تمام لوگوں کی زندگیوں میں سوشل میڈیا کی بڑھتی ہوئی موجودگی اور جس آسانی سے کوئی دوسروں کے ساتھ مل سکتا ہے، مسلمانوں کے لیے مفید خود عکاسی کے ایک اہم پہلو کو سمجھنا ضروری ہے۔ کسی صورت حال کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے خود غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس سے نمٹنے کے طریقے کے بارے میں صحیح اور اچھا فیصلہ کیا جا سکے۔ یہ دنیوی اور دینی دونوں معاملات میں درست ہے۔ یہ خود کی عکاسی صرف اس وقت ممکن ہے جب کوئی اندر کی طرف مڑتا ہے اور وقتی طور پر بیرونی مواصلات سے کٹ جاتا ہے، جیسے دوسروں سے بات کرنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص جس صورتحال کا سامنا کر رہا ہے وہ کبھی بھی دوسرے شخص کو پوری طرح سے نہیں سمجھا جا سکتا، چاہے وہ ایک دوسرے کو کتنا ہی اچھی طرح جانتے ہوں۔ جیسا کہ ہر ایک شخص کا سامنا مختلف جذبات اور احساسات پیدا کرتا ہے جو دوسرے کے ذریعہ تجربہ نہیں کیا جاسکتا ہے، یہاں تک کہ اگر وہ ایک جیسی صورتحال کا تجربہ کرتے ہیں، کیونکہ ہر شخص مختلف ہے اور اس وجہ سے حالات کو دوسروں سے مختلف طریقے سے دیکھتا ہے اور ردعمل کرتا ہے .یہی وجہ ہے کہ بہت سارے لوگوں سے مشورہ لینا صرف الجھن اور زندگی میں غلط انتخاب کرنے کا باعث بنتا ہے۔

لہٰذا اگرچہ دینی اور دنیاوی دونوں معاملات میں ماہرانہ مشورہ لینے کی سفارش کی جاتی ہے، لیکن پھر بھی اپنی ضرورت، کردار اور صلاحیت کے مطابق صحیح فیصلہ کرنے کے لیے حالات پر خود غور کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ، خود عکاسی کے ساتھ ملٹی ٹاسک کرنا ممکن نہیں ہے، بالکل اسی طرح جیسے ایک طالب علم صحیح طریقے سے مطالعہ نہیں کر سکتا اور بیک وقت سوشل میڈیا پر سرفنگ نہیں کر سکتا۔ لیکن جو شخص مسلسل اجتماعیت میں ڈوبا رہتا ہے، خواہ وہ کچھ سن رہا ہو اور دیکھ رہا ہو، کسی سے بات کر رہا ہو یا ٹیکسٹ کر رہا ہو، وہ ان حالات کے حوالے سے کبھی بھی صحیح فیصلہ نہیں کرے گا جن کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ وہ ان پر صحیح معنوں میں خود غور کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ یہ اس قدر خراب ہو گیا ہے کہ زیادہ تر لوگ دوسروں کے ساتھ میل جول کیے بغیر بس سٹاپ تک پیدل بھی نہیں جا سکتے۔

یہ خود کی عکاسی تمام چھوٹے مذہبی اور دنیاوی معاملات میں اہم ہے، جیسے کام کے مسائل، اور زندگی میں سمت اور مقصد کے احساس کے حوالے سے اہم ہے۔ جو شخص ضرورت سے زیادہ سوشلائز کرتا ہے، اس طرح وہ اپنے آپ پر غور کرنے کے لیے باقاعدگی سے وقت نکالنے میں ناکام رہتا ہے، وہ ایک بے مقصد اور بے مقصد زندگی گزارے گا جس میں وہ اپنی اچھی امنگوں، امیدوں اور مقاصد کو پورا کرنے کے لیے نہ کوئی مقصد رکھتے ہیں اور نہ ہی کوشش کرتے ہیں۔

ایک مسلمان کو خود غوروفکر کے لیے وقت نکالنا چاہیے تاکہ وہ باقاعدگی سے اپنے مقصد، جس راستے پر چل رہے ہیں اور کیا وہ صحیح سمت میں جا رہے ہیں اس پر سوال کریں۔ اسی کے ذریعے سے وہ دنیاوی اور مذہبی حالات کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہے اور ان سے مناسب طریقے سے نمٹ سکتا ہے اور اس بات کو یقینی بنا سکتا ہے کہ وہ زندگی کی صحیح سمت میں گامزن ہیں، تاکہ انہیں دونوں جہانوں میں سکون اور کامیابی حاصل ہو۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 100

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ زیادہ تر مسلمانوں کے لیے، یہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت، جنت کی طرف لے جاتی ہے، ایمان کی چھلانگ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تصور ان کے ذہنوں میں چھوٹی عمر سے ہی داخل ہو چکا ہے اور اسے قبول کرنا بھی بالکل واضح ہے۔ ایمان کی اصل چھلانگ دراصل یہ یقین کرنے میں شامل ہے کہ جو شخص ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جن کا تذکرہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں موجود ہے۔ اس دنیا میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

اور باب 13 الرعد، آیت 28:

‘‘بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔’’

اس حقیقت کو قبول کرنا مشکل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ ظاہری طور پر منطق سے متصادم نظر آتی ہے۔ منطق یہ بتاتی ہے کہ انسان کو سکون اور خوشی تب ہی ملے گی جب وہ اپنی خواہشات کو پورا کرے۔ اس کے علاوہ، جب لوگ سوشل میڈیا، ثقافت، فیشن اور دوسرے لوگوں کی اکثریت کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو وہ سب اپنی خواہشات کی تکمیل کے ذریعے امن اور خوشی حاصل کرنے کی

طرف اشارہ کرتے ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ شیطان بھی اس بات سے انکار نہیں کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت جنت کی طرف لے جاتی ہے لیکن وہ مسلمانوں کو ان کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرنے سے ڈراتا ہے، بنیادی فرائض سے ہٹ کر، انہیں یہ باور کراتا ہے کہ اگر انہوں نے ایسا کیا اس دنیا میں ایک دکھی زندگی کا تجربہ کرے گا.

یہ تمام وجوہ اور مزید چیزیں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اپنی نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکتی ہیں، کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ اپنی خواہشات کو ترک کر دینا انہیں خوش رہنے اور ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دے گا۔ اس کے بجائے، لوگ لاشعوری طور پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں امن عطا کرتا ہے تو وہ مزید حاصل کرنے کے لیے اپنی نعمتوں کا صحیح استعمال کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سکون حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال نہ کرے جو اسے دی گئی ہیں پہلے اس کی رضا کے لیے۔ یہ ایک شخص کو غیر فعال کرنے کا باعث بنتا ہے جس سے وہ صحیح طریقے سے کام کرنے سے روکتا ہے اور دماغ اور جسم کا سکون حاصل کرتا ہے۔

اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا مطالعہ، سیکھنا اور ان پر عمل کرنا چاہیے، جو انھیں ایمان کی اس چھلانگ لگانے کی ترغیب دے گا تاکہ وہ اپنے ایمان کو مضبوط کر سکیں۔ دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کا سکون حاصل کریں۔ مثال کے طور پر، جب کوئی یقین کے ساتھ یقین رکھتا ہے کہ دلوں کا حاکم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے، تو وہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی دنیا کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکام رہے تو کوئی دنیاوی خواہش ذہنی سکون کا باعث نہیں بن سکتی۔ جبکہ کوئی مشکل انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے نہیں روک سکتی جب تک کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، بالکل اسی طرح جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے درمیان امن و سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ باب 21 انبیاء، آیات 68-69:

نے کہا کہ اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی حمایت کرو اگر تم عمل کرنا چاہتے ہو۔ ہم نے فرمایا اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 101

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ قیامت کے لیے عملی طور پر تیاری کی قیمت پر مسلمان اپنی دنیاوی خواہشات کے حصول کے لیے جس قدر کوشش کرتے ہیں ان میں سے ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کا اس دنیا میں اپنی خواہشات کو حاصل کرنے سے محروم ہوجانے کا خوف ہے۔ یہ خوف ایک انتہائی طاقتور ہتھیار ہے جسے شیطان ایک مسلمان کو آخرت کی تیاری سے ہٹانے کے لیے استعمال کرتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ اس نتیجے سے بچنے کے لیے، ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب تک وہ داخلی طور پر اسلام پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی تعلیمات پر فعال طور پر عمل کرتے ہیں، انہیں کبھی بھی اس چیز سے محروم نہیں ہونا پڑے گا جس کی وہ امید کرتے تھے۔ یہ اس لیے ہے کہ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے سچے دل سے کوشش کرتا ہے، اس سے آخرت میں جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا جو کچھ وہ اس دنیا میں چاہیں اور حاصل کرنے میں کھو جانے کا اندیشہ رکھتے ہوں، وہ جنت میں حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ اس چیز سے لطف اندوز ہو سکیں گے جو وہ مستقل طور پر چاہتے تھے اور اس کی بہترین شکل میں۔ جب کہ اگر وہ اس دنیا میں اپنی خواہش کے مطابق حاصل کر بھی لیں تو یہ کبھی مستقل یا کامل نہیں ہو گا۔ پس درحقیقت ایک مسلمان کے لیے کسی چیز سے محروم ہونے کی کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ وہ یا تو وہ چیز حاصل کر لے گا جس کی وہ اس دنیا میں خواہش کرے گا یا پھر آخرت میں۔ اس لیے اگر وہ اسے دنیا میں حاصل نہیں کر پاتے ہیں تو آخرت میں حاصل کرنے میں تھوڑی ہی تاخیر ہو گی۔ انسان کو صرف اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کی زندگی کتنی تیزی سے گزری ہے یہ سمجھنے کے لیے کہ آخرت صرف ایک لمحے کی دوری پر ہے۔ باب 10 یونس، آیت 45:

"اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا، گویا وہ ]دنیا میں [دن کی ایک گھڑی باقی نہیں رہے تھے۔"

اس اہم حقیقت کو یاد رکھنا کہ ایک مخلص مسلمان کے لیے ہر نیک خواہش جلد یا بدیر پوری ہو جائے گی، انہیں اپنی آخرت کی تیاری کے نقصان پر اس کی تکمیل کے لیے ضرورت سے زیادہ پیچھے ہٹنے سے روکے گی۔ ایک مخلص مسلمان کے لیے کوئی نقصان نہیں ہے، صرف تاخیر ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 102

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اسلام لوگوں کو ان کی زندگیوں اور دوسروں کی زندگیوں میں پیش آنے والی ہر چیز کو ذہن میں رکھنے کی تعلیم دیتا ہے، کیونکہ کوئی ان سے قیمتی سبق سیکھ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، کسی بیمار کی گواہی دینا ایک مسلمان کے لیے ایک طاقتور یاد دہانی ہے کہ وہ اپنی صحت سے محروم ہونے سے پہلے اس سے فائدہ اٹھائے۔ اسی طرح ایک مسلمان کو ان کی تقریر اور دوسروں کی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے، کیونکہ کوئی ان سے اہم سبق سیکھ سکتا ہے۔ لوگ اکثر زبان کے پھسلنے کا تجربہ کرتے ہیں جس کے ذریعے وہ کوئی ایسی بات کہتے ہیں جو ان کی باطنی حالت کو اچھی طرح سے ظاہر کر سکتی ہے چاہے وہ ان سے اور دوسروں سے پوشیدہ ہو۔ مثال کے طور پر، کسی کے لیے خاندان کی اہمیت کے بارے میں بات کرتے وقت، وہ اچھی طرح سے کہہ سکتے ہیں کہ کسی شخص کے لیے سب سے اہم چیز اس کا خاندان ہونا چاہیے۔ لیکن جب کوئی صحیح طور پر ان کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مسلمان میں سب سے اہم اللہ تعالیٰ ہے، تو مقرر جلد ہی اپنے بیان کو واپس لے لیتا ہے یا جواب دیتا ہے کہ ان کا یہی مطلب تھا، حالانکہ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا۔ زبان کے ان پھسلتے لمحات میں، خواہ یہ اپنے آپ کو پیش آئے یا دوسروں کو، جو کچھ کہا گیا ہے اس پر گہرائی سے غور کرنا چاہیے اور اپنے عقیدے اور اعمال کا اندازہ لگانا چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ صحیح راستے پر ہیں اور خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہتے ہیں۔ خود کو دھوکہ دینے سے بچیں، یہاں تک کہ لاشعوری طور پر بھی۔

اسی طرح جب دوسرے لوگ کسی چیز کا مذاق اڑاتے ہیں تو اکثر ان کے مذاق میں سچائی کی ایک تہہ سرایت کر جاتی ہے۔ مطلب، ان کے ایک حصے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں، ایک خاص حد تک۔ کسی کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ وہ اپنی نفسیات اور رویے کے بارے میں گہری سچائیاں سیکھ سکتے ہیں، جن کی نگرانی ہمیشہ ضروری ہوتی ہے اور اگر ضروری ہو تو اسے ایڈجسٹ کرنا بھی ضروری ہے تاکہ یہ قرآن پاک کی تعلیمات اور روایات کے مطابق ہو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 103

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ درحقیقت، اس دنیا میں صرف دو ہی معیار ہیں جن پر انسان جی سکتا ہے۔ صحیح معیار ہر چیز کے خالق اور پالنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ ان معیارات پر قرآن مجید اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بحث کی گئی ہے۔ دوسرا معیار وہ ہے جسے دنیا سوشل میڈیا، ثقافت اور فیشن کے ذریعے وقف کرتی ہے۔ یہ معیار چست ہے اور وقت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے اور جو ان پر عمل کرتا ہے وہ چست ذہنی اور جسمانی حالت اختیار کر لیتا ہے۔ جب کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ معیار کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ لامحالہ دنیا کے مقرر کردہ معیار کی پیروی کرے گا۔ اس کی طرف لے جانے والے بڑے مسائل میں سے ایک نارملائزیشن سے متاثر ہونا ہے۔ یہ تب ہوتا ہے جب کوئی خاص رویہ، رویہ یا عقیدہ لوگوں کے لیے قابل قبول ہو جاتا ہے جیسا کہ وسیع تر سماج نے اسے قبول کیا ہے اور اس پر عمل کیا ہے۔ یہ ایک خطرناک راستہ بن سکتا ہے کیونکہ یہ گناہوں اور گمراہی کی طرف جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ غیبت معاشرے میں معمول بن گئی، جیسا کہ یہ معاشرے میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ نتیجے کے طور پر، بہت سے مسلمان اس بڑے گناہ میں ملوث ہوتے ہیں اور رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہر کوئی ایسا کرتا ہے، جب بھی انہیں اس کے خلاف تنبیہ کی جاتی ہے۔ اسی طرح بہت سے مسلمان یہ غلط سمجھتے ہیں کہ اسلام پر اندرونی طور پر ایمان لانا کافی ہے خواہ وہ اس کی تعلیمات پر عمل نہ کریں۔ جیسا کہ معاشرے میں یہ رویہ معمول بن گیا ہے، مسلمان اس حقیقت کو استعمال کرتے ہیں کہ بہت سے دوسرے اس طرز عمل کو ان کے اس منحرف طرز عمل کو اپنانے کا جواز فراہم کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ معاشرے میں معمول کو گناہوں کے جواز کے طور پر استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کو ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ اگر ہر کوئی ایک مخصوص گناہ کرتا ہے، تو وہ ان سب کو اس کے لیے جوابدہ ٹھہرائے گا، چاہے اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ ان سب کو سزا دیتا ہے۔

معاشرے میں نارملائزیشن سے منفی طور پر متاثر ہونے سے صرف اسی صورت میں بچا جا سکتا ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ معیار کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا انتخاب کرے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اس کو خوش کرتے ہیں۔ اس سے ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

اور باب 13 الرعد، آیت 28:

‘‘بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔’’

اگر کوئی اس معیار سے روگردانی کرتا ہے تو وہ لامحالہ دنیا کے مقرر کردہ معیار زندگی کی پیروی کرے گا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کو بھول جائے گا اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا۔ یہ صرف اس دنیا میں مشکل زندگی کا باعث بنتا ہے اور جس چیز کو معاشرے میں معمول سمجھا جاتا تھا اس پر عمل کرنے کا عذر قیامت کے دن بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ باب 20 طہٰ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے " قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ )اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 104

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان اکثر یہ شکایت کرتے ہیں کہ اگرچہ وہ جانتے ہیں کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کیا نتائج بھگتنے پڑیں گے، یعنی جہنم میں داخل ہوں گے، اور ان میں سے بہت سے لوگ جہنم اور اس کی ہولناکیوں کی تفصیلات جانتے ہیں، پھر بھی وہ نافرمانی سے باز نہیں آتے۔ اللہ عزوجل۔ اسی طرح، اگرچہ انہیں اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے نتائج کے بارے میں کچھ علم ہے، جیسے کہ دنیا میں سکون قلب اور آخرت میں جنت، لیکن ان کا علم اکثر ان کو خلوص نیت سے اس کی اطاعت کی ترغیب دینے کے لیے کافی نہیں ہوتا، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا جو اس کو خوش کرنے کے طریقے سے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس رویہ کی ایک بڑی وجہ ایمان کی کمزوری ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ جب کسی کو خوفناک تصویر یا ویڈیو دکھائی جاتی ہے، جیسے کوبرا کسی پر حملہ کرتا ہے، اگرچہ وہ شخص کچھ خوف محسوس کرتا ہے، جیسا کہ وہ اس خوفناک صورتحال میں ہونے کا تصور کرتے ہیں، لیکن یہ رویہ ان کے رویے کو تبدیل کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر خوفناک تصویر یا ویڈیو دیکھنے کے بعد وہ خوف سے بھاگتے نہیں۔ جبکہ، اگر کسی شخص کو براہ راست کسی خوفناک چیز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے کہ کوبرا کا سامنا کرنا، تو یہ اس کے اندر پہلے منظر کے مقابلے میں زیادہ خوف پیدا کرے گا اور وہ اپنے آپ کو نقصان سے بچانے کے لیے کام کرنے کی ترغیب دے گا، جیسے بھاگنا۔ منظر .ایک خوبصورت واقعہ کا تجربہ کرنے کے مقابلے میں ایک خوبصورت تصویر/ویڈیو کے مشاہدے پر بھی یہی اصول لاگو ہوتا ہے۔ واقعہ کا مشاہدہ کرنا ہمیشہ اس شخص پر صرف دیکھنے سے زیادہ عملی اثر کا باعث بنے گا۔ کمزور اور مضبوط ایمان میں یہی فرق ہے۔ کمزور ایمان والا جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے نتائج کے بارے میں سوچتا یا سنتا ہے تو خوف محسوس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے نتائج کے بارے میں سوچ کر اور سن کر خوشی محسوس کرتا ہے۔ لیکن یہ خوف اور خوشی ان کے عملی رویے کو متاثر کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ یہ کسی خوفناک یا خوبصورت چیز کی تصویر/ویڈیو دیکھنے کے مترادف ہے۔ دوسری طرف، مضبوط ایمان رکھنے والے کو باطنی بصارت سے نوازا جاتا ہے تاکہ وہ جسمانی طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اطاعت کے نتائج کا مشاہدہ کر سکے۔ یہ باطنی وژن اس قدر طاقتور ہے کہ یہ ان پر عملی طور پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس لیے انہیں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک حدیث میں اس باطنی نظر کا ذکر کیا گیا ہے۔

انسان کو مضبوط ایمان حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس باطنی نظر کو اپنانا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ساتھ اس کا برتاؤ بہتر ہو۔ یہ قرآن پاک کا علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس علم اور عمل کے بغیر، کوئی شخص اس باطنی بصیرت کے بغیر زندہ رہے گا اور اس کے کمزور ایمان کے نتیجے میں، خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا نافرمانی کے نتائج کی کوئی یاد دہانی ان کے طرز عمل پر بہت کم یا کوئی اثر نہیں ڈالے گی۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 105

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مشکل کے آغاز سے ہی صبر کا مظاہرہ کرنے میں ناکام ہونے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ جب وہ زندگی کی بڑی تصویر پر توجہ کھو دیتے ہیں۔ ہر ایک شخص کو جس صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ پورے جیگس پزل کے مقابلے میں صرف ایک جیگس پیس کی طرح ہے۔ لیکن جب کوئی اس واحد ٹکڑے پر پوری طرح توجہ مرکوز کرتا ہے، جو اکثر ایک مشکل کی نمائندگی کرتا ہے، تو وہ پوری جیگس پہیلی پر توجہ کھو دیتے ہیں اور اس کے نتیجے میں، مشکل اس سے کہیں زیادہ سنگین دکھائی دیتی ہے جو حقیقت میں ہے اور اس کے منفی نتائج حقیقت سے کہیں زیادہ سنگین معلوم ہوتے ہیں۔ .یہ صبر کا مظاہرہ کرنے سے روکتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھتے ہوئے تقریر یا عمل کے ذریعے صورتحال کے بارے میں شکایت کرنے سے گریز کرنا شامل ہے۔ اس نتیجہ سے بچنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ قیامت کے دن پر مسلسل توجہ مرکوز رکھی جائے۔ اس سے انہیں یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ ان کا مسئلہ یا مشکل اتنی بڑی بات نہیں ہے، کیونکہ دنیا کی کوئی مشکل قیامت کی مشکلات سے موازنہ نہیں کرتی۔ نہ ہی زمینی مشکلات کے منفی نتائج قیامت کے دن سے زیادہ شدید ہیں۔ یاد رہے کہ یہ وہ دن ہے جب سورج کو مخلوق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا اور ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق پسینہ بہائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جس دن وہی رشتہ دار جن پر زور دیا جائے گا اور اسے خوش کرنے کی شدید کوشش کی جائے گی وہ ان سے بھاگ جائیں گے۔ باب 80 اباسہ، آیات 33-37:

" لیکن جب بہرا کرنے والا دھماکا آئے گا۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اس کی بیوی اور اس کے بچوں سے بھاگ جائے گا۔ ہر آدمی کے لیے، وہ دن اس کے لیے کافی ہوگا۔"

جس دن جہنم کو دیکھنے کے بعد کوئی اپنے اعمال پر غور کرے گا۔ باب 89 الفجر، آیت 23:

"اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کے لیے کیا فائدہ ہوگا؟"

جب کوئی اس دن پر توجہ مرکوز کرے گا تو ان کی دنیاوی پریشانی اور مشکل کوئی بڑی بات نہیں لگے گی۔ یہ رویہ انہیں مشکل کے آغاز سے ہی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنے اور اس کا اندازہ لگانے اور مناسب طریقے سے نمٹنے میں مدد دے گا جس سے ان کے تناؤ کو کم کیا جائے۔

اس کے علاوہ، یومِ حشر پر توجہ مرکوز رکھنے سے یہ بھی یقینی ہو جائے گا کہ وہ کسی بھی چیز سے منہ موڑ لیں، نظر انداز کر دیں اور اس کو حقیر سمجھیں جو قیامت کے دن اہم نہ لگے، جس میں ان کی زندگی کے دوران آنے والی مشکلات اور تناؤ شامل ہیں۔ اس کے بجائے، وہ ان چیزوں پر توجہ مرکوز کریں گے جو قیامت کے دن متعلقہ ہوں گی، جیسے مشکلات کے وقت صبر کا مظاہرہ کرنا۔ باب 39 از زمر، آیت 10:

"بے شک، مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا ]یعنی حد[۔..."

شاید یہ صحیح رویہ اس وجہ کا حصہ تھا کہ فرعون کے جادوگر جو ایمان لانے کے بعد فرعون کی طرف سے دی گئی جسمانی اذیتوں کی دھمکیوں سے ہچکچاتے یا باز نہیں آتے تھے کیونکہ ان کی توجہ قیامت پر مرکوز تھی۔ باب 26 اشعرا، آیات 49-50:

" ]فرعون نے [کہا، "تم نے ان )یعنی موسیٰ (کو میری اجازت سے پہلے ہی مان لیا۔ بے شک وہ تمہارا لیڈر ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے مگر تم جان لینے والے ہو۔ میں یقیناً تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف

سمتوں سے کاٹ دوں گا اور تم سب کو ضرور سولی پر چڑھا دوں گا۔ ‘‘انہوں نے کہا ’’کوئی حرج نہیں۔ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔"

# ایمان کو مضبوط کرنا - 106

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جب کوئی شخص اسلام کی تعلیمات اور دوسروں کی زندگی کا مشاہدہ کرتا ہے، تو وہ واضح طور پر دیکھ سکتا ہے کہ لوگ تین طریقوں سے ہر نعمت کو استعمال کر سکتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے، اور ہر انتخاب کے نتائج۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو گناہ کے طریقوں سے استعمال کریں۔ یہ دونوں جہانوں میں ممکنہ سزا کا باعث بنے گا۔ اس دنیا میں ان کی نعمتیں ان کے لیے لعنت اور ان کی مشکلات اور مصائب کا سبب بنیں گی۔ مثال کے طور پر جو اپنے بچے کی پرورش ناجائز پر کرتا ہے، اسے معلوم ہوگا کہ اس کا بچہ ان کے لیے مصیبت اور پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، یقیناً اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کے استعمال کا دوسرا طریقہ ان طریقوں سے ہے جنہیں اسلام نے باطل سمجھا ہے۔ اس میں برکات کو ایسے طریقوں سے استعمال کرنا شامل ہے جو گناہ نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے نتیجے میں کوئی اچھا کام ہوتا ہے۔ اس طرح کا برتاؤ لوگوں کے لیے آخرت میں بڑی پشیمانی کا باعث ہوگا، خاص طور پر جب وہ ان لوگوں کو ملنے والے انعام کا مشاہدہ کریں جنہوں نے اپنی نعمتوں کا صحیح استعمال کیا۔ مزید برآں، کسی کی برکات کو فضول طریقوں سے استعمال کرنا ان کے حق میں قیامت کے ترازو کو اچھالنے سے روک سکتا ہے۔ جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا بے فائدہ استعمال کرنا بھی اس دنیا میں تناؤ اور اضطراب کا باعث بنتا ہے۔ مثال کے طور پر، جو اپنا وقت فضول طریقوں سے استعمال کرتا ہے، اسے اکثر زیادہ تناؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے کہ دلائل، ان لوگوں کے مقابلے میں جو اپنا وقت فضول طریقوں سے استعمال کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے اپنی ضرورت سے زیادہ دولت کی تلاش میں رہتے ہیں وہ اکثر ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ دباؤ ڈالتے ہیں جو صرف اپنی ضروریات کے مطابق تلاش کرتے اور استعمال کرتے ہیں۔

انسان کو جو دنیاوی نعمتیں عطا کی گئی ہیں اسے استعمال کرنے کا آخری طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہو۔ یہ درحقیقت اس کا شکر ادا کرنا ہے اور اس وجہ سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7:

" اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں گا۔"

مزید برآں، اس طرح کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے اور اسی وجہ سے دماغ اور جسم کو سکون ملتا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28:

‘‘بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔’’

جس نے اس طرح کا برتاؤ کیا اس نے ان کی تخلیق کا مقصد پورا کر دیا اس لیے وہ دونوں جہانوں میں اچھی، بامقصد اور بامقصد زندگی گزارے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

آخر میں، یہاں تک کہ جب اس شخص کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اسے صبر کے ساتھ جواب دینے اور مزید برکات اور اجر حاصل کرنے کے لئے صحیح رہنمائی ملے گی۔ وہ انستھیزیا کے تحت مریض کی طرح ہوں گے جو علاج کے درد کو محسوس نہیں کرتا ہے جو ان کا انتظام کیا جا رہا ہے .یعنی انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے لیکن ان کا دل ہمیشہ سکون میں رہے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، یہ تین طریقے اور نتائج ہیں جو ان نعمتوں کو استعمال کر سکتا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان کو کس طریقہ پر عمل کرنا چاہیے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 107

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگ اکثر ان چیزوں کو الجھا دیتے ہیں جن پر ان کا کوئی اختیار نہیں ہوتا اور ان چیزوں کے ساتھ ان کا کنٹرول ہوتا ہے اور وہ اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اس الجھن کے نتیجے میں وہ صحیح ذہنیت اور طرز عمل کو اپنانے میں ناکام رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ذہنی سکون حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں جو اسلام پیش کرتا ہے۔ اس کے بجائے، ان کی الجھنوں کی وجہ سے وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت اختیار کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ بہت کم وقت میں ایک انتہائی موڈ سے دوسرے موڈ میں جھول جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں ذہنی عارضے جیسے تناؤ، اضطراب اور ڈپریشن کا سامنا ہوتا ہے۔

اس نتیجے سے بچنے کے لیے کچھ چیزوں کو سمجھنا ضروری ہے۔ کسی کی زندگی میں دو عناصر ہوتے ہیں۔ پہلی وہ چیزیں ہیں جو ظاہری ہیں اور ان پر قابو نہیں ہے جیسے بیمار پڑنا۔ یہ چیزیں تقدیر اور رضائے الٰہی سے جڑی ہوئی ہیں اور ان کو ٹالا یا ٹالا نہیں جا سکتا۔ دوسرا عنصر اندرونی ہے اور کسی کے رویے سے جڑا ہوا ہے۔ اس عنصر پر ایک شخص مکمل کنٹرول رکھتا ہے اور وہی ہے جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا۔

الجھن اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی یہ سمجھنے میں ناکام رہتا ہے کہ وہ اپنے طرز عمل پر کنٹرول رکھتے ہیں اور اس کے ذمہ دار ہیں، اور اس کے نتیجے میں وہ ایک متوازن ذہنی کیفیت کو اپنانے میں ناکام رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ضرورت سے زیادہ خوش معنی، پرجوش، آسانی کے وقت اور ضرورت سے زیادہ اداس، معنی، غم، مشکلات کے وقت۔ اس کے بجائے، وہ اپنے رویے پر قابو پانے میں ناکام رہتے ہیں اور اس کے بجائے اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جیسے یہ ان کے قابو سے باہر ہے اور تقدیر کا حصہ ہے، بالکل اسی طرح جیسے وہ بیرونی حالات کا سامنا کرتے ہیں۔ اپنے آپ پر قابو پانے میں ناکامی کے نتیجے میں وہ معمولی باتوں پر خوش ہو جاتے ہیں اور معمولی اور معمولی باتوں پر انتہائی پریشان ہو جاتے ہیں۔ جب بھی وہ اپنے انتہائی رویے سے صحت یاب ہوتے ہیں تو وہ صرف اپنے کندھے اچکاتے ہیں اور تبصرہ کرتے ہیں کہ زندگی ایسی ہے اور یہی ہے۔ نتیجے کے طور پر، وہ وقت کے ساتھ اپنے رویے میں بہتری نہیں لاتے، اور نہ ہی

اپنے تجربات سے سیکھتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے رویے کی ذمہ داری نہیں لیتے اور اس کے بجائے اسے ان چیزوں کے ساتھ رکھ دیتے ہیں جن پر ان کا کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ یہ ایک ناقابل یقین حد تک بدتمیزی اور احمقانہ رویہ ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے برے رویے اور رویے کے لیے اللہ تعالیٰ کو، جو تقدیر کا فیصلہ کرنے والا ہے، کو موردِ الزام ٹھہراتا ہے، حالانکہ ان کا طرز عمل مکمل طور پر ان کے قابو میں ہے۔

جب کوئی یہ رویہ اختیار کرے گا تو اسے یقین ہو جائے گا کہ ایک انتہائی مزاج سے دوسرے مزاج میں جھولنا اس دنیا کا ایک معمول ہے اور اسی طرح زندگی گزارنی تھی۔ یہ ایک متوازن مسلمان کی زندگی کے مقابلے میں ذہنی طور پر غیر مستحکم شخص کے طرز زندگی کے زیادہ قریب ہے، ایک ایسا توازن جس کا اسلام سکھاتا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، کسی کو اُلجھنے سے گریز کرنا چاہیے کہ جس چیز پر ان کا اختیار نہیں ہے، جس پر ان کا مکمل اختیار ہے، یعنی ان کے رویے اور رویے پر۔ ان دونوں میں فرق کرتے ہوئے، ایک مسلمان اپنے تجربات سے سیکھ سکتا ہے اور سیکھ سکتا ہے اور اسلامی علم کی مدد سے، وہ ایک متوازن ذہنی حالت اختیار کرے گا جس کے تحت وہ شدید مزاج سے بچیں گے۔ یہ اس دنیا میں امن اور دماغ کی طرف جاتا ہے .باب 57 الحدید، آیات 22-23:

" زمین پر یا تمہارے درمیان کوئی آفت نہیں آتی مگر یہ کہ وہ ایک رجسٹر میں ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے وجود میں لائیں - بے شک یہ اللہ کے لیے آسان ہے، تاکہ تم اس چیز سے مایوس نہ ہو جاؤ جو تم سے چھوٹ گئی ہے اور جس چیز پر تم خوش نہیں ہو رہے ہو، اس نے تمہیں دیا ہے..."

# ایمان کو مضبوط کرنا - 108

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے اسلام پر ثابت قدم رہنے اور اسلام میں ضد اختیار کرنے میں فرق کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ ظاہری طور پر ایک جیسے دکھائی دے سکتے ہیں لیکن وہ بہت مختلف ہیں۔ ایمان کی ضد اندھی تقلید اور اسلامی علوم کو سیکھنے اور اس پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اسلام میں اندھی تقلید کو ناپسند کیا گیا ہے، کیونکہ لوگوں کو اعلیٰ ذہنی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے اور اس لیے انہیں چوپایوں کی طرح کام نہیں کرنا چاہیے، جو اندھی تقلید کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کو صحابہ کرام کی پیروی کرنی چاہیے، اللہ ان سے راضی ہے، جنہوں نے اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی۔ باب 12 یوسف، آیت 108:

کہو، "یہ میرا راستہ ہے۔ میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، میں اور میری پیروی کرنے والے..."

لہٰذا ایمان کی ضد مضبوط ایمان کا باعث نہیں بنتی۔ یہ انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت پر ثابت قدم رہنے سے روکتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور مقدس روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک ضدی مسلمان بعض صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر سکتا ہے لیکن بالآخر دوسروں میں اس کی اطاعت کرنے میں ناکام رہے گا، کیونکہ ان کے پاس اس کو حاصل کرنے کے لیے درکار مضبوط ایمان نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، ایمان کی ضد انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بہتر کرنے سے روکتی ہے، کیونکہ وہ بہتر نہیں ہوں گے، اگر اس کا مطلب ان کی عادات سے متصادم ہے۔ جب کہ اسلام میں ثابت قدمی ہر ایک کو جب بھی کچھ نیا سیکھتا ہے اپنے طرز عمل کو بدلنے اور بہتر کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

مثال کے طور پر، ضدی مسلمان مسجد میں اپنی نفلی نماز پڑھنا جاری رکھے گا، اس کے بعد بھی کہ انہیں بتایا گیا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ثابت شدہ روایت ہے، کہ گھر میں اپنی نفلی نماز پڑھنا۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت ادا کی جانے والی دو رکعتوں کے علاوہ۔ اس کی تصدیق بہت سی احادیث سے ہوئی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری، نمبر 6113 میں موجود ہے۔ ایک ضدی مسلمان ان طریقوں پر بھی مضبوطی سے قائم رہے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں سے نہیں ہیں۔ چاہے اس کی روایات پر عمل کرتے ہوئے قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

دوسری طرف ایمان پر ثابت قدمی، اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں جڑی ہوئی ہے۔ یہ رویہ کسی کو اپنے رویے میں مسلسل تبدیلی اور بہتری لانے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ وہ اپنے علم میں اضافہ کرتے ہیں۔ یہ مضبوط ایمان کی طرف لے جاتا ہے، جو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے لیے مخلصانہ اطاعت گزار رہیں۔ لہٰذا ایک مسلمان کو یہ رویہ اختیار کرنا چاہیے اگر وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ باب 46 الاحقاف، آیت 13:

’’بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ راہ راست پر رہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘

# ایمان کو مضبوط کرنا - 109

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو سچے دل سے اس کی اطاعت کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے ان کو عطا کی ہیں ان طریقوں سے جو اس کو خوش کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جو لوگ مسلسل اس کی نافرمانی کرتے ہیں وہ گمراہی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، کیونکہ مسلسل نافرمانی روحانی قلب اور اعمال کی خرابی کا باعث بنتی ہے۔

یہ ایک ایسے شخص کی طرح ہے جسے جج نے غیر قانونی طریقے سے برتاؤ نہ کرنے کی تنبیہ کی ہے لیکن جب وہ شخص اس رویے پر قائم رہتا ہے تو جج اسے جیل میں بند کرنے کا حکم دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا انہوں نے صرف اپنے آپ پر ظلم کیا۔

لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ چونکہ گمراہی میں ترک ہونا ایک روحانی چیز ہے اور اس لیے بنی نوع انسان کے لیے پوشیدہ ہے، مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ بعض لوگ اس مقام تک پہنچ چکے ہیں۔ اس کے بجائے انہیں تمام لوگوں کے بارے میں مثبت سوچنا چاہیے اور اس لیے ان کے عقیدے اور طرز عمل کی اصلاح میں خلوص نیت سے عملی طور پر ان کی مدد کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اُس نے اُنہیں نیکی اور بدی میں فرق کرنے کا علم اور طاقت بخشی اور یہاں تک کہ اُن میں نیکی کو پسند کرنے اور بُرائی کو ناپسند کرنے اور اُن سے بچنے کا فطری رجحان بھی دیا۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 2389 میں موجود ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خیر و شر میں سے انتخاب کرنے

کی آزادی بھی دی ہے۔ یہ انتخاب کسی شخص کی فطری عقلی صلاحیتوں کو بڑھانے یا کم کرنے میں کردار ادا کرتا ہے۔ باب 91 الشمس، آیات 9-10:

" وہ کامیاب ہوا جس نے اسے پاک کیا ]روحانی دل - عقل کی سب سے بڑی صلاحیت[۔ اور وہ ناکام ہوا جس نے اسے ]بدعنوانی کے ساتھ[ ڈالا۔

جب کوئی شخص نیکی کے راستے کا انتخاب کرتا ہے تو اس کی فطری صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں مزید مدد کرتا ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 69:

‘‘اور جو لوگ ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں، ہم ان کو اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے۔’’

لیکن اگر کوئی اپنی خواہشات کی پیروی کرے اور برائی کا راستہ اختیار کرے تو رفتہ رفتہ اس کے روحانی دل تاریکی میں ڈوب جائیں گے اور اس میں کوئی بھلائی باقی نہیں رہے گی۔ جامع ترمذی نمبر 3334 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص توبہ نہ کرے تو زیر بحث اصل آیت نافذ العمل ہو جاتی ہے۔ یہ شخص برائیوں میں اس قدر مگن ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی برائی ذہنیت اور اعمال میں خوشی ملتی ہے۔ وہ کسی بھی اچھی چیز سے قطعی نفرت کرتے ہیں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 110

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ قرآن پاک میں ایسی بے شمار صفات ہیں جو اسے کسی بھی دنیوی کتاب سے ممتاز کرتی ہیں۔ قرآن کریم کا یہ پہلو اتنا شدید ہے کہ اس کی بے شمار زندگیوں میں وضاحت یا بحث بھی نہیں کی جا سکتی۔ لیکن ان میں سے چند ایک خوبیوں کا یہاں ذکر کیا جائے گا۔ سب سے پہلے، قرآن پاک میں، اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات )صرف انسانوں کو نہیں (کو ایک کھلا چیلنج دیا ہے اور نہ صرف ان لوگوں کے لیے جو اس الٰہی وحی کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے بلکہ تمام مخلوقات کے لیے ایک چیلنج دیا ہے۔ وقت کے اختتام .چیلنج یہ ہے کہ اگر لوگ یہ مانتے ہیں کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وحی نہیں ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ ایک ایسا باب تیار کریں جو قرآن پاک کے کسی باب کا مقابلہ کر سکے۔ باب 2 البقرہ، آیت 23:

اور اگر تمھیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو اس جیسا ایک " باب لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔"

پوری کرہ ارض پر کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو اس قسم کا کھلا چیلنج دے سکتی ہو۔ لیکن 1400 سال پہلے قرآن کریم نے پوری کائنات کو یہ چیلنج دیا تھا اور آج تک یہ چیلنج نہ غیر مسلم جیتے ہیں اور نہ ہی انشاء اللہ کبھی مل سکے گا۔

قرآن کریم کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس نے مستقبل کے واقعات کے نتائج کو بیان کیا ہے۔ لیکن ان بیانات کے بارے میں زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کے نتائج اس وقت ناممکن نظر آتے تھے۔ مثال کے طور پر باب 48 الفتح، آیت 28:

’’ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے۔دین حق کو تمام مذاہب پر غالب کر دے اور اللہ گواہ کافی ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مکہ کا پورا شہر اسلام تھا چنانچہ جب اہل مکہ نے یہ آیت سنی تو بدقسمتی سے ان کے لیے یہ مان لیا کہ اسلام بہت کمزور ہے اس لیے زیادہ دیر زندہ نہیں رہے گا اور یقینی طور پر مکہ کی سرحدوں سے باہر نہیں پھیل سکے گا۔ پوری دنیا اکیلے .لیکن چند ہی سالوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا کر دیا۔

اس کی ایک اور مثال کس طرح قرآن پاک نے مستقبل کے واقعہ کی پیشین گوئی کی جو اس وقت ناقابل تصور تھا باب 30 اروم، آیات 2-5 میں پایا جاتا ہے:

" رومیوں کو مغلوب کیا گیا ہے۔ آس پاس کی زمین میں اور ان کے زیر تسلط ہونے کے بعد وہ عنقریب غالب آجائیں گے۔ چند سالوں میں. حکم صرف اللہ کا ہے پہلے اور بعد میں۔ اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اور وہ غالب اور رحم کرنے والا ہے۔‘‘

قرآن پاک کی یہ آیات ایسے وقت میں نازل ہوئیں جب رومی )عیسائی (فارسیوں )آگ پرستوں (کے ساتھ جنگ میں تھے۔ اس جنگ کی تصدیق کئی مستند تاریخی کتب سے ہوئی ہے۔ اس خاص وقت میں فارسی جنگ جیتنے کے راستے پر تھے۔ ایک موقع پر روم خود فارسیوں سے گھرا ہوا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رومی بالآخر فتح یاب ہو کر حکومت کریں گے۔ مکہ کے غیر مسلم جو خود بت پرست تھے انہوں نے فارسیوں کی حمایت کی اور اکثریت سے اتفاق کیا کہ رومیوں کا جیتنا ناممکن ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کی طرح ان آیات کو درست ثابت کیا اور رومیوں کو فتح کی اجازت دی۔

ایک آخری مثال جو دنیا کے سائنسدانوں کو دلکش ہے، باب 21 الانبیاء، آیت 33 میں نظر آتی ہے:

" اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ ہر ایک ایک دائرے میں تیر رہا ہے۔"

صدیوں سے سائنس دان ان نظریات پر لڑتے رہے ہیں کہ نظام شمسی کو کس طرح ترتیب دیا گیا ہے جیسے کہ آیا سورج ساکن رہتا ہے اور زمین گرد گھومتی ہے یا اس کے برعکس۔ صرف نسبتاً حال ہی میں تمام مختلف عقائد اور پس منظر سے تعلق رکھنے والے سائنسدانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہر اعتراض؛ سورج، چاند اور زمین سب اپنے اپنے محور پر گھومتے ہیں اور ایک مقررہ مدار میں ایک دوسرے کے گرد گھومتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے 1400 سال پہلے اس کا اعلان کر دیا تھا۔ قرآن پاک کی سائنس سے متعلق تمام آیات کو آج سائنسدان آہستہ آہستہ ثابت کر رہے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا ثبوت ہے جو اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ قرآن پاک ایک اور واحد سچے خدا، اللہ تعالٰی کے الفاظ ہیں، جس نے اس کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کو پیدا کیا ہے، کیونکہ صرف ایک خالق ہی اپنی تخلیقات کی صحیح معنوں میں وضاحت کر سکتا ہے۔

اگرچہ قرآن کریم کے بہت سے احکام لوگوں کو سمجھ نہیں آتے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ غلط ہیں۔ قرآن کریم کی بعض آیات جن کی حکمت انسان پر مخفی تھی وہ اس وقت ظاہر ہوئیں جب معاشرہ ترقی کی ایک خاص منزل پر پہنچ گیا۔ چونکہ پورا قرآن حکیم اور ہدایت کی کتاب ہے اس کو قبول کرنا چاہیے خواہ کوئی اس کے احکام کو سمجھے یا نہ سمجھے۔ یہ صورت حال بالکل ایسے بچے جیسی ہے جو نزلہ زکام میں مبتلا ہو اور آئس کریم کا خواہش مند ہو لیکن اس کے والدین اسے نہیں دیتے۔ بچہ پیچھے کی حکمت کو سمجھے بغیر روتا رہے گا لیکن جو علم رکھتے ہیں وہ والدین کی بات سے اتفاق کریں گے اگرچہ ظاہری طور پر ایسا لگتا ہے جیسے والدین کا فیصلہ بچے پر ظلم کر رہا ہے۔

جب قرآن پاک کا مطالعہ کیا جائے گا تو یہ احساس ہوگا کہ اس میں واضح اور لطیف معانی دونوں کے ذریعے برتری کے مختلف درجات موجود ہیں جن پر یہ بحث کرتا ہے۔ باب 11 ہود، آیت 1:

"...یہ [ایک کتاب ہے جس کی آیات کو مکمل کیا گیا ہے اور پھر اس کی طرف سے تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جو حکمت اور باخبر ہے۔"

اس میں تاثرات بے مثال ہیں اور اس کے معنی سیدھے سادے انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کی آیات انتہائی فصیح ہیں اور کوئی دوسرا متن اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ قرآن کریم نے پچھلی امتوں کے قصے بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں حالانکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ میں تعلیم یافتہ نہیں تھے۔ اس نے ہر قسم کی بھلائی کا حکم دیا اور ہر قسم کی برائی سے منع کیا، وہ جو ایک فرد کو متاثر کرتی ہیں اور جو پورے معاشرے کو متاثر کرتی ہیں تاکہ گھروں اور معاشرے میں امن و سلامتی پھیل جائے۔ قرآن مجید نظموں اور کہانیوں کے برعکس مبالغہ آرائی، جھوٹ یا جھوٹ سے پاک ہے۔ قرآن پاک کی تمام آیات خواہ چھوٹی ہوں یا لمبی، فائدہ مند ہیں۔ یہاں تک کہ جب قرآن پاک میں ایک ہی کہانی کو دہرایا جائے تو اس سے مختلف اہم اسباق سیکھے جا سکتے ہیں۔ دوسری تمام کتابوں کے برعکس قرآن پاک بار بار پڑھنے سے بور نہیں ہوتا اور حق کا متلاشی اس کے مطالعہ سے کبھی تنگ نہیں ہوتا۔ قرآن پاک نہ صرف تنبیہات اور وعدے فراہم کرتا ہے بلکہ ان کی تائید غیر متزلزل اور واضح دلائل سے کرتا ہے۔ جب قرآن پاک کسی بھی چیز پر بحث کرتا ہے جو تجریدی معلوم ہو، جیسے صبر کو اپنانا، تو یہ ہمیشہ اس پر عمل کرنے کا ایک آسان اور عملی طریقہ فراہم کرتا ہے۔ یہ ایک سادہ لیکن گہرے طریقے سے اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے اور ابدی آخرت کے لیے تیاری کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں حقیقی کامیابی کے خواہشمند کے لیے سیدھا راستہ واضح اور دلکش بنا دیتا ہے۔ اس کے اندر موجود علم لازوال ہے اور اس کا اطلاق ہر معاشرے اور دور میں کیا جا سکتا ہے۔ یہ ہر جذباتی، معاشی اور جسمانی مشکل کے لیے شفا ہے جب اسے صحیح طریقے سے سمجھا جائے اور اس کا اطلاق کیا جائے۔ یہ ہر ایک فرد یا پورے معاشرے کو درپیش ہر مسئلے کا علاج ہے۔ صرف تاریخ کے اوراق پلٹنے کی ضرورت ہے تاکہ ان معاشروں کا مشاہدہ کیا جا سکے جنہوں نے قرآن کریم کی تعلیمات کو صحیح طریقے سے نافذ کیا تاکہ اس کے تمام محیط فوائد کو سمجھ سکے۔ صدیاں گزر گئیں ابھی تک قرآن پاک میں ایک حرف بھی ایسا نہیں آیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ تاریخ کی کوئی اور کتاب اس معیار کی حامل نہیں ہے۔ باب 15 الحجر، آیت 9:

بے شک ہم نے ہی اس پیغام کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں‘‘۔’’

بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا اور لازوال معجزہ ہے جو اس کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے۔ لیکن اس سے صرف وہی فائدہ اٹھائے گا جو حق کی تلاش کرتا ہے جبکہ اپنی خواہشات کے متلاشیوں کو صرف سننا اور پیروی کرنا مشکل ہوتا ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 82:

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ ’’ ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔‘‘

# ایمان کو مضبوط کرنا - 111

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ وحی الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کے بالکل ٹھیک الفاظ ہیں جن کی نمائندگی قرآن پاک میں کی گئی ہے۔ دوسرا وہ الہام ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا ہے۔ اسے حدیث یا روایت کہتے ہیں، جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خواہش سے نہیں فرمایا۔ باب 53 عن نجم، آیت 3:

’’نہ ہی وہ ]اپنی [جھکاؤ سے بات کرتا ہے۔‘‘

قرآن پاک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث/روایات کے بغیر صحیح طور پر نہیں سمجھا جا سکتا، جیسا کہ حدیث آیات کو ان کے صحیح تناظر میں بیان کرتی ہے جیسے کہ وہ کیوں نازل ہوئیں، وہ کس طرف اشارہ کر رہی ہیں وغیرہ۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا واجب ہے۔ باب 59 الحشر، آیت 7:

’’اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔‘‘

اور باب 3 علی عمران، آیت 31:

’’ کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔‘‘

اور باب 4 النساء آیت 59:

‘‘اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔’’

اور باب 4 النساء آیت 80:

‘‘جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ کی اطاعت کی۔’’

احادیث کی ضرورت کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک ہر چیز کی وضاحت نہیں کرتا اس لیے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہے۔ مثال کے طور پر اسلام کے تین ارکان :واجب صدقہ، حج اور فرض نماز۔ فرض نماز جو کہ اسلام کا مرکزی رکن ہے، قرآن کریم میں تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا ہے، جیسے کہ نماز پڑھنے کا طریقہ قرآن کریم میں بالکل بھی بیان نہیں کیا گیا ہے۔ اوقات مبہم طور پر بتائے گئے ہیں لیکن تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا ہے۔

واجب صدقہ کی صحیح مقدار قرآن کریم میں واضح نہیں ہے، صرف وہی جماعتیں ہیں جو اس کے حقدار ہیں۔ لیکن پھر بھی مختلف گروہوں کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

قرآن پاک میں حج کے صرف چند حصوں کا بہت اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ہر مقام پر سرگرمیوں کی قطعی ترتیب یا کیا کرنا ہے اس کا ذکر قرآن پاک میں نہیں ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے بغیر اسلام کے پانچ میں سے تین ستون صحیح طور پر مکمل نہیں ہو سکتے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائم کردہ روایات کو محفوظ رکھا ہے۔ باب 15 الحجر، آیت 9:

‘‘یقیناً ہم نے نصیحت کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔’’

اس آیت میں لفظ قرآن کا ذکر نہیں ہے۔ اس کے بجائے، یاد دہانی کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں وحی الٰہی کی دونوں قسمیں شامل ہیں: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔

جن لوگوں نے قرآن پاک کو اگلی نسلوں تک پہنچایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، وہی لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو منتقل کیا۔ اگر کوئی ایک کو رد کرتا ہے تو دوسرے پر شک پیدا کرتا ہے۔

آخر میں جن لوگوں نے اسلام کو سب سے بہتر سمجھا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور انہوں نے واضح کر دیا کہ قرآن کریم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے بغیر صحیح طور پر نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ ان روایات کے بغیر قرآن کریم کی آیات کو ان کے صحیح سیاق و سباق سے ہٹا کر غلط تشریح کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات ہیں جو آیات کو واضح کرتی ہیں تاکہ یہ ظاہر کیا جا سکے کہ ان کا اصل مطلب کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کا عملی نمونہ ہیں۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 112

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگوں نے اکثر اللہ تعالیٰ کو ان دنیاوی حکمرانوں جیسا تصور کیا ہے جو اپنے عالی شان محلات میں آرام کی زندگی گزارتے ہیں۔ ایسے حکمران عموماً اپنی رعایا سے بہت دور ہوتے ہیں۔ تمام اغراض و مقاصد کے لیے وہ اپنے مضامین کی براہ راست رسائی سے باہر ہیں۔ ان کی رعایا کے لیے ان تک پہنچنے کا واحد راستہ منتخب اور پسندیدہ درباریوں کے ذریعے ہے۔ اور یہاں تک کہ اگر کوئی رعایا کسی درباری کے ذریعے اپنی درخواستیں پہنچانے میں کامیاب ہوجاتی ہے تو یہ حکمران اکثر اس طرح کی درخواستوں کا براہ راست جواب دینے کے لئے بہت مغرور ہوتے ہیں۔ یہ ایک درباری کے کام کا ایک پہلو ہے - ایک حکمران کو اس کی رعایا کی درخواستیں پہنچانا اور رعایا کو حاکم کا جواب بھی پہنچانا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کا تصور اکثر ایسے دنیاوی حکمرانوں کی صورت میں ہوتا تھا بہت سے لوگ اس غلط عقیدہ کا شکار ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ عام انسانوں کی پہنچ سے بالاتر ہے۔ یہ عقیدہ مزید پھیل گیا کیونکہ بہت سے شریر لوگوں نے اس خیال کو پھیلانا فائدہ مند سمجھا۔ اس کی وجہ سے عام لوگوں نے محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ سے صرف طاقتور ثالثوں اور سفارشیوں کے ذریعے ہی رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک شخص کی دعا اللہ تک پہنچنے اور اس کی طرف سے قبول کرنے کا واحد طریقہ ان مقدس ہستیوں میں سے کسی ایک کے ذریعے اس کے پاس جانا تھا۔ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ ان مذہبی ہستیوں کو تحفے دیے جائیں جنہیں قیاس کے مطابق کسی شخص کی دعا اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ باب 11 ہود، آیت 61:

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا ۔ اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اسی میں آباد کیا پس تم اس سے بخشش مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو بے شک میرا رب بہت قریب ہے جوابدہ۔"

حضرت صالح علیہ السلام نے اس جاہلانہ نظام کی جڑ پر ضرب لگائی۔ یہ اس نے دو حقیقتوں پر زور دے کر حاصل کیا :یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے بہت قریب ہے اور یہ کہ وہ ان کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ اس طرح، اس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کی تردید کی :کہ وہ بہت دور ہے، انسانوں سے دور ہے اور اگر وہ براہِ راست اس سے رجوع کرنا چاہتے ہیں تو وہ ان کی دعاؤں کا جواب نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ، بے شک، ماوراء ہے اور اس کے باوجود وہ ہر شخص کے بہت قریب ہے۔ ہر کوئی اسے اپنے پاس ہی پائے گا۔ ہر کوئی اپنے دل کی باطنی خواہشات اس سے سرگوشی کرسکتا ہے۔ ہر کوئی اپنی دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور، علانیہ اور نجی، زبانی یا خفیہ طور پر پڑھ سکتا ہے۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کی دعاؤں کا براہ راست جواب دیتا ہے۔ روحانی رہنمائوں کا مقصد اپنے طلباء کو اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ سکھانا ہے اور اس کی وجہ سے وہ عزت کے مستحق ہیں۔ لیکن ان کا کردار یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے طالب علموں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کھڑے ہو جائیں، یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ اس تک پہنچنے اور اس کی توجہ حاصل کرنے کا واحد راستہ ان سے گزرنا ہے۔ یہ رویہ قرآن مجید کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے بالکل خلاف ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 113

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ فرض نمازیں جو کہ اسلام کا مرکزی رکن ہیں چند حرکات سے بڑھ کر ہیں۔ وہ درحقیقت یومِ جزا کی نمائندہ ہیں۔ نماز کی ہر پوزیشن قیامت کے دن ایک مخصوص حالت کی عکاسی کرتی ہے۔ نماز کے دوران سیدھا کھڑا ہونا یہ ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ کر رہے ہوں گے تو وہ کیسے کھڑے ہوں گے۔ باب 83 المطففین، آیات 4-6:

" کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ ایک زبردست دن کے لیے جس دن بنی نوع انسان رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ سیدھا ہے، وہ اپنی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتا ہے جو اس کی رضامندی کے لیے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ لوگوں کے ساتھ سیدھے ہیں، ان کے ساتھ ایسے سلوک کرنے سے جو وہ خود چاہتے ہیں کہ لوگوں سے سلوک کیا جائے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا آسان پائیں گے۔

نماز میں رکوع اس بات کو یقینی بنائے گا کہ قیامت کے دن کسی شخص کو ان لوگوں میں سے ایک کے طور پر لیبل نہیں کیا جائے گا جنہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران رکوع نہیں کیا تھا جب انہیں رکوع کا حکم دیا گیا تھا۔ باب 77 المرسلات، آیت 48:

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

اس رکوع میں ہر حالت اور لمحے کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے باطنی، زبانی اور عملی سر تسلیم خم کرنا شامل ہے۔ جو اس طرز عمل میں ناکام رہے اس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے میں ناکامی کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔

بیٹھنے کا مقام یہ ہے کہ لوگ کس طرح انتہائی خوف کے عالم میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنے ٹیکیں گے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 28:

اور تم ہر قوم کو ]خوف سے [گھٹنے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے۔ ہر قوم کو اس کے نامہ اعمال میں " بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو اس دنیا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت کے آگے گھٹنے ٹیکتا ہے وہ قیامت کے دن اپنے گھٹنے ٹیکنے کو آسان پائے گا۔

آخر کار وہ لوگ جو اس دنیا میں، نماز میں اور اپنی عملی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے میں ناکام رہے، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے انہیں دی گئی ہیں، وہ سجدہ کرنے کے قابل نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ، قیامت کے دن۔ باب 68 القلم، آیات 42-43:

" جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔"

صحیح بخاری نمبر 4919 کی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ جو لوگ دکھاوے کے لیے سجدہ کرتے تھے وہ قیامت کے دن سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ ، کیونکہ ان کی پیٹھ بہت سخت ہو جائے گی۔

جب کوئی ان سب باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے دعا کرتا ہے، تو وہ اپنے روزمرہ کے کاموں میں اس نیت سے لوٹتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خلوص نیت سے اطاعت کریں، ان کو جو دنیاوی نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے استعمال کریں، تاکہ انہیں سکون حاصل ہو۔ دماغ اور جسم دونوں جہانوں میں اور کامیابی کے ساتھ قیامت کی مشکلات پر قابو پانا۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

آخر میں، دن میں پھیلی ہوئی پانچ فرض نمازیں، اس بات کو یقینی بناتی ہیں کہ جب بھی کوئی قیامت کو بھول جائے، تو اگلی نماز انہیں اس کی یاد دلائے گی اور اس کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے کی اہمیت۔

جب کوئی ان چیزوں کو، اور اس سے زیادہ، سیاق و سباق میں لے، تو نماز کا مطلب دن میں چند بار حرکت کے چند کاموں کو مکمل کرنے سے کہیں زیادہ گہرا ہوتا ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 114

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ وقت کے ساتھ مسلمانوں کے ایمان کے کمزور ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ ایمان اور اسلام کو کیسے سمجھتے ہیں۔ صالح پیش رو یہ سمجھتے تھے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو کسی کی زندگی کے ہر پہلو، ہر صورت حال اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہر نعمت کو براہ راست متاثر کرتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اس ضابطہ اخلاق کو قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات سے سیکھا اور اس پر عمل کیا۔ اس کے نتیجے میں، انہوں نے آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کرنے کے باوجود ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کیا۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے اسلام کو چند روزانہ، ہفتہ وار اور سالانہ عبادات اور عبادات کے سوا کچھ نہیں سمجھا۔ اس نے انہیں ہر اس صورتحال سے نمٹنے کی ترغیب دی جس کا سامنا کرنا پڑا اور ہر نعمت جو انہیں ثقافت، فیشن اور معاشرے کے مقرر کردہ معیارات کے مطابق عطا کی گئی۔ اس کی وجہ سے انہوں نے قرآن پاک کو ایک خوشگوار راگ تک پہنچا دیا جسے سمجھنے یا اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور انہوں نے اسے اس چیز تک کم کر دیا جو دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے پڑھی جاتی ہے، جیسے کہ میاں بیوی اور بچے۔ اس رویے نے انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب بھی دی جو انہیں دی گئی تھیں۔ نتیجتاً ان کا ایمان ایک خالی خول کے سوا کچھ نہیں بن گیا، جو عبادات سے مزین ہے لیکن ان کی زندگیوں پر کوئی عملی اثر نہیں ڈالتا۔ یہ رویہ ایک اہم وجہ ہے کہ مسلمان، جو اسلام کے بنیادی فرائض کو پورا کرتے ہیں، ابھی تک ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

اگر یہی رویہ برقرار رہا تو جس طرح سابقہ قوموں نے آخرکار اپنی چند عبادات کو ترک کر دیا، جیسا کہ وہ خالی عبادات کے سوا کچھ نہیں تھے، اسی طرح مسلم قوم بھی۔ پھر وہ خود کو غیر عملی مسلمان کہیں گے۔ یہ صرف دونوں جہانوں میں مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ باب 20 طہٰ، آیات 124-126:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ )اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لہٰذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھ کر اس پر عمل کر کے اس رویہ اور نتائج سے بچیں، تاکہ وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں صحیح طرزِ عمل اور ضابطہ حیات اپنا سکیں۔ .اس کے ذریعے ہی انسان کو دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسم کا سکون ملے گا۔ باب 13 الرعد، آیت 28:

‘‘بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔’’

# ایمان کو مضبوط کرنا - 115

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسی ذہنیت میں پڑنے سے گریز کریں جو اللہ تعالیٰ کی خلوص نیت سے اطاعت کرنے سے روکتی ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس ذہنیت میں اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے موازنہ کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ان سے بدتر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ ذہنیت صرف اس بات کی ترغیب دیتی ہے کہ وہ دوسروں کے بڑے گناہوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اپنی نافرمانی کو حقیر سمجھے۔ یہ رویہ سستی کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے، کیونکہ جب وہ دوسروں کے گناہوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور مخلوق کے ساتھ اپنے رویے کو بہتر بنانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ وہ یقین کریں گے کہ وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں، حالانکہ وہ بمشکل اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اسلام کے بنیادی فرائض کو پورا کر رہے ہیں، کیونکہ وہ مسلسل ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو ان سے بدتر دکھائی دیتے ہیں۔ کسی کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ قیامت کے دن کسی کا فیصلہ دوسرے لوگوں کے ساتھ موازنہ پر مبنی نہیں ہوگا۔ قیامت کے دن تمام لوگوں کے لیے معیار قرآن مجید اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات ہیں۔ یعنی ہر شخص کے اعمال کا موازنہ ان ذرائع ہدایت سے کیا جائے گا، دوسرے لوگوں کے اعمال سے نہیں۔ چنانچہ ایک چور قیامت کے دن یہ دعویٰ کر کے سزا سے نہیں بچ سکے گا کہ اس نے کبھی کسی کو قتل نہیں کیا، جیسے بہت سے قاتل جو قیامت کے دن موجود ہوں گے۔ جس طرح قیامت کا معیار ہدایت کے دو ذرائع ہیں اسی طرح اس دنیا میں معیار بھی ہدایت کے یہ دو ذرائع ہیں۔ لہٰذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے تشبیہ دینے کے احمقانہ رویہ سے گریز کرے جو ان سے بدتر دکھائی دیتے ہیں اور ان کے اعمال کا قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے موازنہ کرنے کی بجائے خود کو درست کرنے کے لیے دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کی خواہش رکھتے ہیں، کیونکہ اپنے آپ کو بدتر لوگوں سے موازنہ کرنے سے وہ بہتر محسوس کر سکتے ہیں لیکن یہ صرف دنیا میں مشکلات اور آخرت میں مشکل احتساب اور ممکنہ سزا کا باعث بنے گا۔ باب 20 طٰہٰ، آیات 124-126:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ

میں دیکھ رہا تھا؟ )اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 116

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بعض مسلمانوں نے سست روی اختیار کی ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں کوشش کرنے سے پرہیز کرنا ہے، جس میں یہ شامل ہے کہ اس نے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کو اس کی خوشنودی کے طریقوں سے استعمال کیا جائے، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس پر، اور اس کے بجائے دوسروں پر بھروسہ کریں کہ وہ زندہ رہتے ہوئے اور مرنے کے بعد ان کے لیے دعا کریں۔ یہ ان لوگوں کا رویہ نہیں تھا جو اسلام کو کسی اور سے بہتر سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ ان میں سے کسی نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی طرف سے دعا مانگ کر سستی نہیں کی۔ انہوں نے اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں سخت جدوجہد کی اور پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی طرف سے دعا کرنے کی درخواست کی۔ اگر کسی نیک بزرگ کی دعا ہی کافی ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب کچھ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قربان نہ کرتے۔ باب 9 توبہ آیت 99:

"لیکن بدویوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے قرب الٰہی اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں، بلاشبہ یہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے، اللہ قبول کرے گا۔ ان کو اپنی رحمت کے لیے بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

یہاں تک کہ اگر کوئی دوسروں سے پوچھے، جو پرہیزگار نظر آتے ہیں ان کی طرف سے دعا کریں، تب تک یہ ان کو فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ وہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے خلوص نیت سے کوشش نہ کریں۔ اس سست روی کو اپنانے سے دعا کے تصور کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور اسلام کے کسی بھی پہلو کا مذاق اڑانا اچھے نتائج کا باعث نہیں بنے گا۔

جس طرح ایک عاقل انسان کسی کی دعا سے دنیاوی کامیابی کی امید نہیں رکھتا، مثلاً امتحان میں کامیاب ہونا، عملی کوشش کیے بغیر، نہ ہی وہ دینی برکات حاصل کر سکے گا، جیسے دماغ اور جسم دونوں جہانوں میں سکون، بغیر کوشش کے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، چاہے ہر شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی طرف سے دعا کرے۔ باب 53 عن نجم، آیت 39:

"اور یہ کہ انسان کے لیے اس کے سوا کچھ نہیں ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔"

## ایمان کو مضبوط کرنا - 117

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ کھلے فتنوں کے اس دور میں جن سے مسلمانوں پر مسلسل بمباری کی جاتی ہے، بعض اکثر یہ کہتے ہیں کہ ان سے بچنے کی کلید دور ہوجانا ہے، جیسے کہ اسلامی قوم میں منتقل ہونا، یا خود کو اور اپنے خاندان کو الگ تھلگ کرنا، جیسے کہ گھریلو تعلیم۔ اگرچہ یہ ممکنہ حل برے نہیں ہیں، کیونکہ یہ دنیا کے فتنوں اور فتنوں سے بچنے میں ایک حد تک مدد کرسکتے ہیں، لیکن یہ بنیادی حل نہیں ہیں۔ فرار کی قسم کی ذہنیت کو اپنانے میں مسئلہ یہ ہے کہ جب تک کوئی اپنے خاندان کے ساتھ الگ تھلگ غار میں نہ جائے اور کبھی ابھرے نہ ہو، ان فتنوں اور فتنوں سے مسلسل بچنا ممکن نہیں ہے۔ جلد یا بدیر، ایک مسلمان کو کسی نہ کسی شکل و صورت میں ان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر، اس میں کوئی شک نہیں کہ واحد صنف کے اسکول مکس اسکولوں کے مقابلے اپنے نتائج میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، پھر بھی ایک دن ضرور آئے گا جب ایک طالب علم اپنی زندگی کے دوران مخالف صنف کا سامنا کرے گا۔ سوشل میڈیا کے اس دن اور دور میں کسی کو شیطانی فتنوں اور فتنوں میں پڑنے کے لیے اپنا خواب گاہ چھوڑنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی خاندان کسی اسلامی ملک میں چلا جائے، جسے آج کل تلاش کرنا ناممکن نظر آتا ہے، پھر بھی انہیں ان فتنوں اور فتنوں کا سامنا کرنا پڑے گا، کیونکہ ہر ملک اور شہر کی اپنی اپنی نوعیت ہوتی ہے۔ کیا حاجی اور مسافر کو وہ ظلم اور ناانصافی نظر نہیں آتی جو مکہ اور مدینہ میں بھی ہوتی ہے؟

یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب زیادہ روایتی ممالک سے آنے والے مسلمان مغرب کا سفر کرتے ہیں تو وہ اکثر ان مسلمانوں کے مقابلے میں گناہوں کے فتنوں اور فتنوں میں گھرے ہوتے ہیں جو مغرب میں پیدا ہوئے اور پرورش پائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ غیر ملکی مسلمان، جو زیادہ محدود اور روایتی زندگی گزار رہے ہیں، جب مغرب میں داخل ہوتے ہیں، تو فتنے اور فتنے ان پر طوفانی لہر کی طرح ٹکراتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ ان میں پیدا ہونے اور پرورش پانے والوں کی نسبت آسانی سے پھسل جاتے ہیں۔ فتنوں اور آزمائشوں .اس لیے فرار کی قسم کی ذہنیت کو اپنانا آج کے دور اور دور میں عملی نہیں ہے۔

ان فتنوں اور فتنوں پر کامیابی کے ساتھ قابو پانے کی بنیادی کلید، جیسا کہ اسلام نے اشارہ کیا ہے، اسلامی علم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے مضبوط ایمان کو اپنانا اور آنے والی نسلوں کو اس رویہ کی تعلیم دینا ہے۔ مضبوط ایمان اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ایک مسلمان تمام فتنوں اور فتنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ثابت قدم رہے، چاہے وہ کہیں بھی کیوں نہ ہو، ان نعمتوں کا استعمال جاری رکھ کر جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔

یہ تعلیم نوجوان مسلمانوں کو اسلام میں پائی جانے والی ممنوعات کے پیچھے کی حکمتیں سکھائے گی۔ فرار کی قسم کی ذہنیت کو اپنانے سے یہ تعلیم نہیں ملے گی، یہ صرف ان فتنوں اور فتنوں تک رسائی سے کچھ پابندیاں فراہم کرے گی۔ ایک مجرم کی طرح جو عارضی طور پر جیل میں بند ہے۔ مجرم کی رہائی کے وقت، وہ اپنی جرم کی زندگی میں واپس آجائیں گے جب تک کہ وہ اس کے خلاف تعلیم حاصل نہیں کر لیتے۔ اسی طرح، ایک نوجوان مسلمان میں فطری خواہشات ہوں گی جو ان دنیاوی فتنوں اور فتنوں سے بھڑکتی ہیں، اور اس تعلیم کے بغیر وہ غالباً ناکام ہوں گے، جب ان کا امتحان ہو گا۔

جب کسی شخص کو محض اس کے پیچھے حکمتوں کے بغیر کسی ممانعت کے بارے میں بتایا جاتا ہے، تو وہ ممانعت پر عمل کرنے کا امکان کم ہوتا ہے اور اس میں دھوکہ دہی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ جبکہ حرمت کے پس پردہ حکمتوں کو جاننے والا اس پر عمل کرنے کا زیادہ امکان رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر، جسے شراب کے منفی پہلوؤں کا علم ہو، جیسے کہ کسی کی جسمانی اور ذہنی صحت کو پہنچنے والے نقصان، اس کا جرائم، جھگڑوں، لڑائیوں اور حملوں سے مضبوط تعلق ہے، اس کا لوگوں پر مالی اثر اور دیگر منفی نتائج ہیں۔ نشے کا عادی بننا، جیسے کسی کے رشتے اور زندگی کو تباہ کرنا، اس سے دور رہنے کا امکان اس شخص کے مقابلے میں زیادہ ہے جو ممانعت کو جانتا ہے لیکن اس کے پیچھے کی حکمتیں نہیں جانتا۔

آخر میں، ایک مسلمان کو عملی اقدامات کرنے چاہئیں تاکہ وہ اور ان کا خاندان فتنوں اور شیطانی فتنوں سے بچ سکیں لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے حصول کے لیے بنیادی قدم تعلیم ہے۔ قرآن پاک کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھنا اور

اس پر عمل کرنا، تاکہ کوئی شخص اسلام کی ممانعتوں سے بچنے کے پیچھے کی حکمتوں کو سمجھے اور اپنے ایمان کو مضبوط کرے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری جاری رکھیں گے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ باب 15 الحجر، آیات 39-40:

]ابلیس [نے کہا" :اے میرے رب، کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور زمین پر ان کے " لیے ]معصیت [کو خوشنما بناؤں گا، اور میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ سوائے ان کے، تیرے مخلص "بندوں کے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 118

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اس دنیا میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے کے لیے لوگوں کی جدوجہد کی ایک اہم وجہ دنیاوی چیزوں کی قدر کا غلط اندازہ لگانا ہے، کیونکہ ان کی اچھی اور بری، کامیابی اور ناکامی کی تعریف غلط ہے۔ ایک کاروباری مالک دیوالیہ ہو جائے گا اگر وہ اپنے خرید و فروخت کے سامان کی قیمت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اسی طرح جو شخص دنیاوی چیزوں کی قدروقیمت کا غلط اندازہ لگاتا ہے وہ اپنی کوششوں کو غلط جگہ دیتا ہے اور چیزوں کو غلط ترجیح دیتا ہے جس سے وہ دونوں جہانوں میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ زیادہ تر لوگ کامیابی اور ناکامی، اچھے اور برے کی تعریف ثقافت، فیشن اور سوشل میڈیا کی طرف سے دی گئی تعریفوں کی بنیاد پر کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ چیزوں کی قدر کا غلط تعین کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ان معیارات کے مطابق، بہت سی جائیدادوں کا ہونا اچھی بات ہے جبکہ چند دنیوی اثاثوں کا ہونا ایک بری چیز ہے، حالانکہ یہ بالکل درست نہیں ہے۔ وہ لوگ جن کے پاس بہت سی دنیاوی چیزیں ہیں، جیسے کہ جائیدادیں، اکثر دنیا میں سب سے زیادہ تناؤ اور پریشانی میں مبتلا لوگ ہوتے ہیں۔ اس کی ایک بہترین مثال فرعون ہے، جو اب تک کے سب سے امیر اور بااثر آدمیوں میں سے ایک ہے، اس کے برعکس جس کے پاس بہت سی دنیاوی چیزیں نہیں تھیں :حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ یہ جاننے کے لیے کسی ذہانت کی ضرورت نہیں ہے کہ دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون کس کو دیا گیا تھا۔

چیزوں کا غلط اندازہ لگانا ثقافت، فیشن اور سوشل میڈیا کو اپنی زندگی چلانے کی اجازت دیتا ہے۔ اگر کوئی غلط شخص کو اپنی گاڑی کی ڈرائیور سیٹ پر بیٹھنے دیتا ہے، تو وہ انہیں صحیح منزل تک نہیں لے جائے گا :دماغ اور جسم دونوں جہانوں میں سکون۔ نتیجے کے طور پر، ایک مسلمان اپنے ایمان کو پچھلی سیٹ یا گاڑی کے بوٹ میں بھی رکھتا ہے، اور صرف اپنی چند عبادتوں اور عبادات کے دوران اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

لیکن اگر کوئی دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کا سکون چاہتا ہے، تو اسے صحیح ڈرائیور کا انتخاب کرنا چاہیے تاکہ وہ صحیح منزل تک پہنچ سکے :دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کا سکون۔

صحیح ڈرائیور اسلام ہے۔ جب انسان اسلام کی دی گئی کامیابی اور ناکامی، اچھے اور برے کی تعریفوں کے مطابق زندگی گزارے گا، تو وہ دنیاوی چیزوں کی اصل قدر کا صحیح اندازہ کرے گا اور اس لیے اپنی کوششوں کو صحیح جگہ پر رکھے گا اور ان وسائل کو صحیح طریقے سے استعمال کرے گا، جو انہیں دیے گئے ہیں، جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں۔ اللہ تعالیٰ جو دلوں کا کنٹرول ہے جو کہ سکون کا گھر ہے پھر انہیں دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کا سکون عطا فرمائے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

# ایمان کو مضبوط کرنا - 119

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ شیطان بے شمار مختلف طریقوں سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے پھندوں کے بارے میں جاننا کسی شخص کو ان سے بچنے میں مدد دے سکتا ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 6:

"بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، لہٰذا اسے دشمن ہی سمجھو، وہ تو اپنی جماعت کو دوزخ کے ساتھیوں میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہے۔"

اس کا سب سے بڑا مقصد ان کی موت، قبر اور ان کے آخری فیصلے کو یاد کرنے سے باز رکھنا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ موت کو یاد رکھنا انسان کو اس کے لیے تیاری کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو موت کو کثرت سے یاد کرنے کی ترغیب دی، کیونکہ یہ لذتوں کو ختم کرنے والی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4258 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لہٰذا شیطان موت کو یاد کرنے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے ان کی کبھی نہ ختم ہونے والی دنیاوی مصروفیات کی یاد دلاتا ہے تاکہ وہ اس کے لیے مناسب تیاری نہ کر سکے۔

اگر کسی کو ان کی موت یاد آتی ہے، تو وہ اسے دوسرے لوگوں کے نقطہ نظر سے اس کے بارے میں سوچنے کی طرف موڑ دیتا ہے۔ مطلب، ایک شخص اپنی موت کے دوسرے لوگوں، جیسے کہ ان کے بچوں پر اثرات کے بارے میں سوچے گا۔ اگرچہ اپنے بچوں کے مستقبل کی فکر کرنا کوئی بری بات نہیں ہے، تاہم ایک مسلمان کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ان کے بچوں کا رازق اور پالنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ وہ اس عمل کے لیے صرف والدین کو استعمال کرتا ہے اور وہ آسانی

سے والدین کی جگہ کسی اور ذرائع سے لے سکتا ہے۔ دوسرے، موت کے بارے میں دوسرے لوگوں کے نقطہ نظر سے سوچنا، انسان کی توجہ اپنی موت کی تیاری سے ہٹا دیتا ہے۔ اس کے بجائے، انہیں اس دنیا میں مزید محنت کرنے کی ترغیب دی جائے گی تاکہ وہ اپنے زیر کفالت افراد کے لیے مزید دولت اور جائیدادیں جمع کر سکیں، اس خوف سے کہ اگر وہ مر جائیں تو انہیں غریب اور محتاج چھوڑ دیا جائے۔ یہ ایک بار پھر عملی طور پر اپنی موت کی تیاری سے ان کی توجہ ہٹاتا ہے۔ کسی کو نوٹ کرنا چاہیے، اپنے بچوں کے لیے معقول طریقے سے دولت بچانے اور اس سے زیادہ خرچ کرنے میں بڑا فرق ہے، جو کہ زیادہ تر مسلمان کرتے ہیں۔

انسان کو شیطان کے قائم کردہ ان خلفشار کو پیچھے دھکیلنا چاہیے اور اس کے بجائے اپنے نقطہ نظر سے ان کی موت پر صحیح معنوں میں غور کرنا چاہیے، تاکہ وہ عملی طور پر اس کے لیے تیاری کریں، اپنی تنہا اور اندھیری قبر، جہاں ان کے تمام رشتہ دار، دوست اور دنیاوی اموال ترک کر دیں۔ انہیں، اور ان کے آخری فیصلے کے لیے، جب وہ اکیلے اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کریں گے۔ باب 80 اباسہ، آیات 34-37:

"جس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اس کی بیوی اور اس کے بچوں سے بھاگے گا، ہر آدمی کے لیے، اس دن اس کے لیے کافی معاملہ ہوگا۔"

شاید اس عکاسی کے ذریعے انسان شیطان کے اس خاص جال سے بچ جائے اور وجود کے ان ناگزیر مراحل کے لیے عملی طور پر تیاری کرے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 120

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ دنیا بھر میں عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کتنے لوگ جیسے کہ سیاست دان اسلام اور اس کے مختلف پہلوؤں پر تنقید کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے سے اور غیر مسلموں کو اسے قبول کرنے سے باز رکھا جائے۔ اس معاملے کی حقیقت یہ ہے کہ ان کا مسئلہ اسلام یا اس کے کسی حصے سے نہیں ہے، جیسا کہ عورتوں اور مردوں کے لباس کوڈ سے۔ اسلام کے ساتھ ان کا مسئلہ یہ ہے کہ یہ محض رسوم و رواج کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو کسی کی زندگی کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوتا ہے، جیسے کہ اس کی ذاتی، سماجی، مالی، خاندانی اور کام کی زندگی۔ لیکن چونکہ یہ لوگ اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں، جانوروں کی زندگی، نہ کہ کوئی اعلیٰ اخلاقی ضابطہ، اس لیے ان کو مسلمانوں کو اسلام کے وضع کردہ ضابطہ اخلاق کی پابندی کرتے ہوئے دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے، جیسا کہ عمل کرنے والے مسلمان انہیں ایسا دکھاتے ہیں۔ جانوروں کے علاوہ کچھ بھی نہیں، جو صرف اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے جیتے ہیں۔ اپنے حیوانی رویے پر پردہ ڈالنے کے لیے، وہ اسلام کی وکالت کے ضابطہ اخلاق میں سوراخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ تھوڑی سی عقل رکھنے والا بھی ان کی ناقص کوشش کو سیدھا دیکھتا ہے، کیونکہ اسلام ایک منطقی، بے عیب اور سیدھا طرز زندگی ہے۔ مثال کے طور پر، یہ لوگ اکثر اس ڈریس کوڈ پر تنقید کرتے ہیں جس پر اسلام خواتین کو عمل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اگرچہ لاتعداد خواتین، خاص طور پر مغرب میں رہنے والی، اپنی مرضی سے اسلام کے مقرر کردہ معیار کے مطابق لباس پہننا چاہتی ہیں، پھر بھی یہ لوگ اصرار کرتے ہیں کہ انہیں اسلامی لباس کے ضابطے کی پابندی کرنی چاہیے، کیونکہ یہ خواتین پر ظلم کرتا ہے۔ عقل رکھنے والا کوئی بھی شخص واضح طور پر دیکھ سکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق لباس پہننے کی خواہش رکھنے والی مسلمان عورت کو روکنا اپنے آپ میں ظلم ہے۔ چنانچہ وہ ایک مظلوم پر مزید ظلم کر کے اسے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ان خواتین کی برین واشنگ کی گئی ہے، جو کہ انتہائی توہین آمیز ہے، کیونکہ وہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ خواتین کمزور ذہن کی ہیں۔ آخر میں، یہ عجیب بات ہے کہ ان لوگوں کو اسلامی لباس کے ضابطے سے کیسے کوئی مسئلہ ہے پھر بھی انہیں کسی دوسرے لباس کوڈ پر کوئی اعتراض یا اعتراض نہیں ہے۔ کوئی ادارہ، بڑا کاروبار یا ادارہ ایسا نہیں ہے جس کا لباس کوڈ نہ ہو، جیسے کہ تعلیمی ادارے، ہسپتال، فوج، پولیس فورس، ریٹیل سیکٹر، کاروبار اور یہاں تک کہ سیاسی عمارتیں، جن پر اسلام پر تنقید کرنے والے یہ سیاست دان کام کرتے ہیں۔ .وہ ان تمام جگہوں کے ڈریس کوڈ پر کبھی تنقید نہیں کرتے، جو دنیا کی اکثریت کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ صرف اسلام اور اس کے مختلف پہلوؤں کو نشانہ بناتے ہیں تاکہ اپنے آپ کو حیوانات کے نشان سے بچا سکیں، کیونکہ وہ صرف اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتے ہیں نہ کہ اعلیٰ ضابطہ اخلاق کے تحت۔

کسی مسلمان کو ایسے لوگوں سے کبھی بے وقوف نہیں بننا چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے بجائے اپنے ایمان کو مضبوط کریں تاکہ وہ احمقانہ تنقید کے باوجود اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت پر قائم رہیں۔ اطاعت میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 121

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں اس کی کوششوں کے مطابق ملے گا۔ مثال کے طور پر، جو طالب علم اتنی محنت سے نہیں پڑھتا وہ اپنے امتحانات میں کامیاب ہو سکتا ہے، پھر بھی وہ شاید اتنی دنیاوی کامیابی حاصل نہیں کر پائے گا، جیسے کہ ایک اچھی نوکری، جس طالب علم نے زیادہ محنت کی اور اس وجہ سے بہتر گریڈ حاصل کیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی کوششوں کے مطابق جزا دیتا ہے، نہ کہ صرف زبانی اعلان ایمان اور نیک نیت۔ مثال کے طور پر، آخرت میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے والوں کو بیان کرتے ہوئے، درج ذیل آیت میں پہلی نعمت جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ جنت میں اعلیٰ مقام یا بڑے محلات نہیں ہے، بلکہ آرام ہے۔ باب 56 الواقعہ، آیات 88-89:

"اور اگر وہ مقربوں میں سے ہوتا تو ]اس کے لیے [راحت اور فضل اور لذت کا باغ ہے۔"

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتے ہیں انہیں ہر چیز سے پہلے آرام ملتا ہے کیونکہ وہ اس دنیا میں اس کی اطاعت میں تھک جاتے ہیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

اس لیے جس طرح عام طور پر اس دنیا میں اپنی کوشش کے مطابق دنیاوی کامیابی حاصل ہوتی ہے، اسی طرح وہ دنیا اور آخرت میں بھی اپنی کوششوں اور ارادوں کے مطابق روحانی کامیابی حاصل کریں گے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ دنیا اور آخرت میں کتنی روحانی کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں کوشش کرتا ہے۔

# ایمان کو مضبوط کرنا - 122

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ان اہم چیزوں میں سے ایک جو مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی خلوص نیت سے اطاعت کرنے سے روکتی ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے عطا کی ہیں ان طریقوں سے جو اس کی خوشنودی کے لیے قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں۔ ان پر کیا غیر فعال اور فعال تنقید اور تضحیک کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان لوگوں کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے، یا کمزور ایمان رکھنے والے مسلمانوں کی طرف سے۔ یہ دونوں گروہ ان عقیدت مند مسلمانوں کی عقیدت اور فرمانبرداری کو حقیر سمجھتے ہیں جو ان نعمتوں کو استعمال کرنے کا انتخاب کرتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، بجائے اس کے کہ ان کو اپنے لیے راضی کرنے کے طریقوں میں استعمال کریں۔ وہ اپنی خواہشات پر قابو پاتے ہیں اور اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارنے کے بجائے اسلام کے وضع کردہ ضابطہ اخلاق پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جو لوگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت کی قدر نہیں سمجھتے جس میں دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسم کا سکون شامل ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ متقی مسلمان دیوانے ہیں اور ان کے اس رویے کے نتیجے میں وہ دنیا کی آسائشوں سے محروم ہو رہے ہیں۔ .ان کی مثال دو لوگوں کی سی ہے جنہیں ایک ایسا کھانا پیش کیا جاتا ہے جو لذیذ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان میں سے صرف ایک کو، جو بصیرت رکھتا ہے، اسے احساس ہوتا ہے کہ کھانا زہریلا ہے۔ وہ دوسرے کو تنبیہ کرتے ہیں کہ وہ زہر آلود کھانا نہ کھائے لیکن دنیاوی چیزوں کی محبت میں مدہوش ہونے کی وجہ سے وہ اس نصیحت کو نظر انداز کر کے کھانا کھاتے ہیں جبکہ مشیر کو لذیذ کھانے سے لطف اندوز نہ ہونے پر احمق سمجھتے ہیں۔

جو شخص یہ بصیرت حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عملاً اطاعت سے باز آجائے گا، جب وہ غیر فعال یا فعال طور پر دوسروں پر تنقید کرتے ہیں۔

ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون صرف اطاعت میں مضمر ہے۔ اللہ عزوجل۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

جبکہ اس کی نافرمانی، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنا دونوں جہانوں میں مصیبت ہی کا باعث بنتا ہے۔ دنیاوی خواہشات اور ہوس میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے۔ باب 20 طٰہٰ، آیات 124-126:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ )اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

دوم، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ بصیرت حاصل کرنے کی کوشش کرے جو اسے اس سچائی پر قائل کرے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص اسلام کی تعلیمات کو سیکھتا اور اس پر عمل کرتا ہے اور جب وہ دوسروں کے انتخاب کے نتائج کا مشاہدہ کرتا ہے، جیسے کہ دنیاوی آسائشوں میں ڈوبنے والے اکثر پریشانی، تناؤ، ذہنی دباؤ اور خودکشی کے رجحانات کا سامنا کرتے ہیں۔ یہ بصیرت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے۔ باب 2 البقرہ، آیت 212:

" کافروں کے لیے دنیا کی زندگی مزین کر دی گئی ہے، اور وہ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں، لیکن جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں وہ قیامت کے دن ان کے اوپر ہوں گے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔"

# ایمان کو مضبوط کرنا - 123

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایمان کا ایک حصہ، جو اپنے آپ میں ایک امتحان ہے، یہ ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے عطا کی ہیں، ان طریقوں سے اس کی رضامندی، جیسا کہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم، ان کو ٹھوس فوائد حاصل کرنے کی ضمانت نہیں ہے، جیسے کہ مال میں واضح اضافہ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت سے وابستہ فوائد اکثر کسی کے روحانی دل میں زیادہ لطیف اور تجربہ کار ہوتے ہیں، جیسے ذہنی سکون حاصل کرنا۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

کمزور ایمان رکھنے والا اکثر اللہ تعالیٰ سے ٹھوس فائدے مانگتا ہے، جیسے اچھی صحت، اچھا گھر اور اچھا پیشہ۔ جیسا کہ اسلام ان چیزوں کی ضمانت نہیں دیتا، شیطان اکثر لوگوں کو مکمل طور پر ایمان سے یا کم از کم ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے باز رکھتا ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ یہ حقیقت ایک امتحان ہے جس میں ایک مسلمان کو مضبوط ایمان حاصل کر کے کامیابی سے گزرنا چاہیے۔ اس میں اسلامی علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا شامل ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دونوں جہانوں میں حاصل ہونے والے ان گنت فوائد کا یقین ہو جائے۔

اس کے علاوہ، کسی کو ہمیشہ یہ سمجھ کر اپنی عقل کا استعمال کرنا چاہیے کہ حقیقی فائدہ اکثر ٹھوس نہیں ہوتا، جیسے کہ کسی کی ذہنی صحت اور تندرستی میں مثبت تبدیلی۔ ایک شخص جس کے قدموں میں دنیا ہے وہ اس غیر محسوس فائدے کے لیے خوشی خوشی اسے ترک کر دے گا۔ لہٰذا ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے ٹھوس فوائد حاصل کرنے کے لیے بیوقوف نہیں بنایا جانا چاہیے، کیونکہ ان

کی ضمانت نہیں دی گئی ہے۔ ایسا کرنا کسی کو اس کی فرمانبرداری سے مزید دور دھکیل سکتا ہے، جب کسی کو مطلوبہ فائدہ نہیں ملتا۔ اس سے دونوں جہانوں میں نقصان ہوتا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 11:

" اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔ اگر اسے اچھائی چھو جاتی ہے، تو اسے تسلی ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ آزمائش میں مبتلا ہو جائے تو وہ منہ پھیر لیتا ہے۔ اس نے دنیا اور آخرت کھو دی ہے۔ یہی صریح نقصان ہے۔‘‘

# ایمان کو مضبوط کرنا - 124

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ قرآن پاک میں دو قسم کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں جو اسلام کی حقانیت کی نشاندہی کرتی ہیں۔ ایک قسم کی نشانیاں قرآن کریم کی آیات ہیں اور دوسری قسم کی نشانیاں مخلوق کے اندر پائی جاتی ہیں۔ ہر شخص سے گزارش ہے کہ وہ ان دونوں قسم کی نشانیوں پر غور کرے تاکہ اپنے لیے اسلام کی سچائی کا اندازہ لگا سکے۔ مثال کے طور پر، جب کوئی کائنات کے اندر ایک سے زیادہ کامل نظاموں پر غور کرتا ہے، جیسے زمین کا سورج سے کامل فاصلہ، سمندروں کی کامل کثافت، جو بحری جہازوں کو ان پر چلنے اور سمندری زندگی کو اپنے اندر پھلنے پھولنے دیتی ہے، پانی کا چکر، اور بہت کچھ، وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا نتیجہ نکالیں گے۔ یہ تمام نشانیاں، جب پہچانی جاتی ہیں، اسلام کے مختلف پہلوؤں، جیسے اللہ کی وحدانیت، بلندی، قیامت وغیرہ پر کسی کے ایمان کو مضبوط کرتی ہیں۔

اکثر، کائنات کے اندر یہ نشانیاں سائنس کے تعاون سے ہوتی ہیں، جو ان پر کسی کے یقین کو مزید مضبوط کرتی ہیں۔ اگرچہ اسلام کو سائنس کے ذریعے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن جب ایسا ہوتا ہے تو کوئی بھی تعریف کر سکتا ہے۔

مثال کے طور پر، سائنسدانوں نے ثابت کیا ہے کہ جب کوئی ستارہ اپنی زندگی کے اختتام کو پہنچتا ہے تو وہ پھیلتا ہے اور سرخ ہو جاتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ قیامت کے دن جو کہ کائنات کا خاتمہ ہے، آسمان کا رنگ سرخی مائل نظر آئے گا، جو سورج کا رنگ سرخ ہونے کی صورت میں ہو گا۔ باب 55 الرحمن، آیت 37:

"جب آسمان پھٹ جائے اور سرخی مائل ہو جائے، جیسے سرخ رنگ کا۔"

اس کے علاوہ قیامت کے دن سورج کو تخلیق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 2864 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ سورج کی یہ حرکت اس وقت ہو سکتی ہے جب وہ اپنی عمر کے آخر میں سائز میں پھیل جائے۔

سائنسدانوں نے یہ بھی اندازہ لگایا ہے کہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے۔ کوئی تصور کر سکتا ہے کہ جب کوئی چیز مسلسل پھیلتی رہے گی اور بالآخر اپنے ٹوٹنے کے مقام پر پہنچ جائے گی تو وہ چیز پھٹ جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ مختلف سمتوں میں بکھر جائے گا۔ قرآن مجید میں کائنات کے خاتمے کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ باب 82 الانفتار، آیات 1-2:

"جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب ستارے گر کر بکھر جائیں گے۔"

یہ حیرت انگیز ہے کہ سائنس نے 1400 سال پہلے نازل ہونے والی اسلام کی تعلیمات پر کیسے اتفاق کیا ہے۔

ایک مسلمان کو دونوں قسم کی نشانیوں پر دھیان دینا چاہیے تاکہ وہ اپنے ایمان کو مضبوط کریں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت پر قائم رہیں گے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس پر درود ہو۔ اس سے دماغ اور جسم دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

ان نشانیوں کو نظر انداز کرنا ایمان کی کمزوری اور عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا باعث بنتا ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 105:

‘‘آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ گزرتے ہیں اور ان سے غافل ہیں۔’’

اس سے دونوں جہانوں میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے " قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

# ایمان کو مضبوط کرنا - 125

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں اس دنیا میں مسلمانوں کی مختلف اقسام اور ان کے طرز عمل پر غور کر رہا تھا۔ اس فکر کے مطابق مسلمانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا گروہ سب سے بہتر اور مسلمانوں پر مشتمل ہے جو اپنی جان و مال اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں اور اس طرح اپنی تخلیق کا مقصد پورا کرتے ہیں۔ وہ مادی دنیا سے صرف اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے لیتے ہیں اور اپنی باقی کوشش علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے وقف کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے ایمان کو مضبوط کر سکیں اور دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکیں۔ ظاہری طور پر وہ گویا اس دنیا کی زندگی سے لطف اندوز نہیں ہوتے لیکن درحقیقت اس میں انہیں دوسری قسم کے مسلمانوں سے زیادہ سکون ملتا ہے۔ قیامت کے دن ان کا حساب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آسان ہو گا۔

دوسرا گروہ ان مسلمانوں پر مشتمل ہے جو اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے ہیں اور جو کچھ بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات ہیں، وہ اسلامی علم حاصل کرنے یا اس پر عمل کرنے میں زیادہ محنت کیے بغیر سامنے آتے ہیں۔ وہ اپنی کوششوں کی اکثریت اس دنیا کی حلال لذتوں کو حاصل کرنے اور ان سے لطف اندوز ہونے کے لیے وقف کرتے ہیں۔ جب وہ حرام سے اجتناب کرتے ہیں تو امید کی جاتی ہے کہ وہ اگلے جہان میں اللہ تعالیٰ کی بخشش حاصل کر لیں گے۔ لیکن جب وہ مادی دنیا میں شامل ہو گئے تو ان کا احتساب طویل ہو جائے گا۔ اور جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6536 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ جس کے اعمال کی چھان بین ہوگی اسے سزا دی جائے گی۔ دنیا میں لطف اندوز ہونے کی وجہ سے قیامت کے دن کی ہولناکیوں کو زیادہ دیر تک کھڑے رہنا عذاب کی ایک شکل ہے۔

مسلمانوں کا آخری گروہ بدترین قسم کا ہے کیونکہ وہ بہترین گروہ کی طرح اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے لیے وقف نہیں کرتے بلکہ دوسرے گروہ کی طرح مادی دنیا کی حلال لذتوں سے بھی لطف اندوز نہیں ہوتے۔ یہ لوگ اپنی جائز خواہشات کو پورا کیے بغیر حاصل ہونے والی دنیاوی چیزوں کو جمع کر لیتے ہیں۔ یہ رویہ انہیں دوسرے دو گروہوں کے درمیان کھڑا کر دیتا ہے، یعنی وہ دنیا کی حلال

چیزوں سے لطف اندوز نہیں ہوں گے اور نہ ہی روزِ قیامت ان کو حاصل ہونے والی دنیاوی چیزوں کا حساب دینا آسان ہو گا۔

اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس حتمی گروہ میں شامل نہ ہوں کیونکہ یہ واضح نقصان ہے۔ ایک مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ بہترین گروہ سے تعلق رکھتا ہو لیکن اگر وہ واقعی اس کا انتظام نہیں کر سکتا تو کم از کم اپنے فرض کو ادا کرتے ہوئے دوسرے گروہ میں شامل ہو جائے، دنیا کی صرف حلال لذتوں سے لطف اندوز ہو اور اللہ کی بخشش اور رحمت کی امید رکھے۔ اعلیٰ

# ایمان کو مضبوط کرنا - 126

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جب کوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا مشاہدہ کرے گا تو وہ واضح طور پر دیکھے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے ہر قدم پر آزمائے گئے حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین مخلوق تھے۔ لہٰذا، آزمائش اور مشکل ایک لعنت یا بدحال زندگی کی علامت نہیں ہے۔ یہ درحقیقت ایک شخص کے لیے چمکنے کا ایک موقع ہے اور بہت زیادہ انعام جمع کرتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 10:

مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا ]یعنی حد[۔

جب بھی انہیں آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اسے ذہن میں رکھنا چاہیے تاکہ وہ صبر اور شکر گزار رہیں، جیسا کہ اس نے کیا تھا۔

مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلسل مشکلات اور آزمائشوں کا سامنا کرنے کے باوجود ہر مرحلے میں آپ کے دل کو سکون ملا۔ یہ سکون اس لیے حاصل ہوا کہ اس نے جو نعمتیں عطا کی تھیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کیا۔ باب 13 الرعد، آیت 28:

‘‘بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔’’

باب 16 النحل آیت 97 اور:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

لیکن جو اس کی تقلید میں ناکام رہتا ہے اسے تاریک اور گھٹن والی زندگی کے سوا کچھ نہیں ملے گا، چاہے ان کے قدموں میں دنیا ہی کیوں نہ ہو۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

لیکن جو میری نصیحت سے روگردانی کرے گا یقیناً اس کی زندگی بدحالی ہوگی‘‘۔ ’’

اس لیے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرنا ذہنی سکون حاصل کرنے اور دکھی زندگی کے درمیان فرق ہے، خواہ کسی کو مشکلات یا آسانی کے وقت کا سامنا ہو۔

اس کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے وقف کر دی۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلیں، جو آپ کے انتقال کے بعد آپ کی تعلیمات پر ثابت قدم رہے۔ تمام مسلمان آخرت میں اس کی صحبت کے خواہاں ہیں لیکن وہ اسے صرف اس صورت میں حاصل کریں گے جب وہ اس کے راستے پر چلیں گے۔ ایک شخص اپنے ساتھی کے ساتھ ختم نہیں ہوگا جس نے ایک مخصوص راستے پر سفر کیا تھا اگر وہ مختلف راستے پر چلتے ہیں۔ اسی طرح اگر مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور راستے پر چلیں گے تو آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل نہیں ہوں گے۔ یہ ان کی بابرکت زندگی اور تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سے کسی نے بھی محض اپنے قول سے عقیدہ کا اعلان نہیں کیا اور عملی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے گریز کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ رویہ

انہیں آخرت میں آپ کے ساتھ شامل ہونے سے روک دے گا۔ درحقیقت یہ دوسری قوموں کا رویہ تھا جو اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت کا دعویٰ تو کرتی ہیں لیکن عملی طور پر ان کی پیروی میں ناکام رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آخرت میں اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ شامل نہیں ہوں گے۔

نیز جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیات مبارکہ کا مشاہدہ کیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایک ہی راستہ ہے جس سے کوئی شخص بامعنی اور قیمتی ہو سکتا ہے۔ اور بامقصد وجود ان کی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے سے ہے۔ باب 51 ذریات، آیت 56:

‘‘اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔’’

یہ صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اس کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جن کی وضاحت قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے ہوتی ہے۔ محض جسمانی اعمال سے اس کی تائید کیے بغیر محض زبانی طور پر ایمان کا اعلان کرنا اس گلدان کی طرح ہے جو ظاہری طور پر خوبصورت نظر آتا ہے لیکن اندر سے کھوکھلا ہے۔ یہ اس زندگی میں بامعنی وجود کا باعث نہیں بنے گا، چاہے وہ آخرت میں جنت میں ہی کیوں نہ جائے۔ اس کا اشارہ التبرانی، المعجم الکبیر، حدیث 182، جلد 20 میں موجود ایک حدیث سے ملتا ہے، جس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ جنت میں انسان کو صرف وہی چیز پچھتائے گی جو زمین پر اپنی زندگی کے دوران وہ اوقات ہیں جب اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا۔ ، عالی۔ یعنی اپنی زندگی کے اوقات میں انہوں نے جو نعمتیں عطا کی تھیں ان کو صحیح طریقے سے استعمال کرکے تخلیق کا مقصد پورا نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مسلمان، جو صرف بنیادی فرائض کی ادائیگی کرتے ہیں، پھر بھی اپنی زندگی میں ایک خلاء محسوس کرتے ہیں، ایک ایسا خلا جسے مکمل طور پر اور عملی طور پر اپنے مقصد کو قبول کرنے کے علاوہ کوئی چیز پوری نہیں کر سکتی۔

اس کے علاوہ، عام طور پر، لوگ خوش ہو جاتے ہیں جب وہ دنیاوی چیزیں، جیسے دوسروں سے مال و دولت کے وارث ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لیے وراثت کے لیے مال نہیں چھوڑا۔ آپ نے بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح علم کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 223 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر مسلمان اس کے حقیقی وارث بننا چاہتے ہیں تو انہیں اس وراثت میں سے حصہ لینا چاہیے۔

آخر میں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اس بات کا بہترین نمونہ ہے کہ کس طرح ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے لیے اپنے فرائض کو پورا کرنا چاہیے۔ وہ قرآن کریم کی عملی نمائندگی ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو اپنے فرائض کی صحیح ادائیگی کے لیے ان کی بابرکت زندگی کا مطالعہ اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اس کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21:

’’یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔‘‘

اور باب 3 علی عمران، آیت 31:

’’کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔‘‘

اور باب 4 النساء آیت 80:

‘‘جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔’’

اور باب 59 الحشر، آیت 7:

‘‘اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔’’

# ایمان کو مضبوط کرنا - 127

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بے شمار اسباق جو مسلمان کی دینی اور دنیاوی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں قرآن پاک سے سیکھے جا سکتے ہیں۔ لیکن پہلی بات یہ ہے کہ اس کا فائدہ صرف وہی ہوگا جو اس کے تینوں پہلوؤں کو اخلاص کے ساتھ پورا کرے۔ پہلا پہلو صدق دل سے اسے صحیح اور باقاعدگی سے پڑھنا ہے۔ دوسرا پہلو اسے سمجھنا ہے۔ اور آخری پہلو یہ ہے کہ اس کی تعلیمات پر خلوص دل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق عمل کیا جائے۔

قرآن کریم کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کو سمجھنا اور اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرنا، یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرنا۔

ایک غیر مسلم کے حوالے سے جب کوئی اس مقصد کو پہچاننے میں ناکام ہو جاتا ہے تو وہ یہ نہیں سمجھ پاتا کہ وہ اس زمین پر کیوں بنائے گئے اور کیوں رکھے گئے۔ اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں چیزوں اور لوگوں کو غلط طریقے سے ترجیح دیں گے۔ وہ ان چیزوں کو اہمیت دیں گے جو اتنی اہم نہیں ہیں۔ وہ اپنی زندگی ان چیزوں کے لیے وقف کر دیں گے، جو بڑی تصویر کے لحاظ سے بے معنی ہیں۔ ان کا کھانا پینا، خوشی اور غم انہی چیزوں کے گرد گھومے گا۔ بعض اس قدر نچلی سطح پر پہنچ جائیں گے کہ دوسرے غیر مسلم بھی یہ اعلان کریں گے کہ ان کی زندگی بے مقصد ہے اور ان کا کوئی حقیقی مقصد یا معنی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر، بہت سے لوگ اپنی زندگی اور اپنی کوششیں ڈرامے، تفریح، کھیل، جانوروں، پودوں اور اپنے کیریئر کے لیے وقف کرتے ہیں۔ اگرچہ کسی کی کوششوں کو قانونی کیریئر کے لیے وقف کرنا ایک اچھی چیز ہے لیکن اسے زندگی میں کبھی بھی کسی کا حتمی مقصد نہیں بننا چاہیے۔ اس قسم کا شخص اپنا مقصد پورا نہیں کرے گا اور اس کے بجائے بے مقصد اور خالی زندگی گزارے گا۔ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں جو انہیں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے سے روکتی ہیں۔ یہ ایک اہم وجہ ہے کہ جن لوگوں نے بہت زیادہ دنیاوی کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ افسردہ اور خودکشی کر لیتے ہیں۔ جو اپنی زندگی کو قیمتی اور بامعنی سمجھتا ہے وہ کبھی خودکشی پر غور نہیں کرے گا۔ یہ غور و

فکر اپنے آپ میں اس بات کا ثبوت ہے کہ اس قسم کے لوگوں کی زندگی بے مقصد ہوتی ہے، خواہ انہیں دنیاوی کامیابیاں ہی کیوں نہ ملیں، جیسا کہ انہوں نے اپنی تخلیق کے مقصد کو نہ سمجھا اور نہ ہی اسے پورا کیا۔ باب 59 الحشر، آیت 19:

"اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اس نے انہیں اپنے آپ کو بھلا دیا۔ یہی لوگ نافرمان ہیں۔"

اور باب 20 طہ، آیت 124:

’’لیکن جو میری یاد سے منہ موڑے گا یقیناً اس کی زندگی تنگ ہوگی‘‘۔

ان مسلمانوں کے حوالے سے جو صرف اسلام کے بنیادی فریضہ کو پورا کرتے ہیں اور قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطالعہ اور اس پر عمل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، وہ اپنے مقصد کو صحیح معنوں میں سمجھنے میں ناکام رہیں گے۔ اس زمین پر تخلیق اور ان کا مقصد، کیونکہ یہ بنیادی واجبات کے ذریعے نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کے نتیجے میں وہ دن کے ایک گھنٹہ سے بھی کم وقت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کے لیے وقف کریں گے، کیونکہ واجبات کو پورا ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ یہاں تک کہ یہ، زیادہ تر معاملات میں، دوسروں جیسے ان کے خاندان کی اندھی تقلید پر مبنی ہے۔ وہ صحیح معنوں میں نہیں سمجھ پائیں گے کہ وہ علم کی کمی اور ایمان کی کمزوری کی وجہ سے یہ فرائض کیوں ادا کرتے ہیں۔

قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے بغیر ان کی توجہ صرف اور صرف اس دنیا پر ہوگی اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے کیونکہ انہیں اس دنیا کے سوا کچھ نظر

نہیں آتا۔ پھر اس لحاظ سے ان میں اور غیر مسلموں میں زیادہ فرق نہیں ہے کیونکہ ان کی تمنائیں، امیدیں، خوف، تمنائیں، اغراض و مقاصد ایک ہی ہوں گے۔ یہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی اس قسم کے مسلمانوں اور ان کے فرائض کے درمیان ان کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔ درحقیقت جب انہوں نے اپنے فرض کو پورا کیا اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا تو امید ہے کہ انہیں جنت ملے گی۔ لیکن اس رویہ، معنی، کو سمجھنے اور اپنے مقصد کے لیے کام کرنے میں ناکام رہنے کی وجہ سے، وہ اس دنیا میں کبھی بھی حقیقی سکون نہیں پا سکیں گے کیونکہ وہ اپنی دنیوی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کر پائیں گے، چاہے وہ ان کو حلال طریقوں سے استعمال کریں۔ ساری توجہ صرف اور صرف اس دنیا اور اس کی لذتوں پر ہے کیونکہ انہیں اس دنیا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 124:

’’لیکن جو میری یاد سے منہ موڑے گا یقیناً اس کی زندگی تنگ ہوگی‘‘۔

اس یاد میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب انسان اپنے مقصد اور دنیاوی نعمتوں کے مقصد کو سمجھے جو اسے عطا کی گئی ہے۔

اس طرز عمل میں کوتاہی ہی اس کی بنیادی وجہ ہے کہ بہت سے مسلمان جو اپنے فرض کو پورا کرتے ہیں وہ اکثر ذہنی پریشانیوں جیسے ڈپریشن کی شکایت کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو صحیح طریقے سے یاد نہیں کیا جس سے دونوں جہانوں میں امن قائم ہوتا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28:

’’بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔‘‘

یہاں تک کہ اگر یہ مسلمان جنت میں ہی کیوں نہ جائیں، اپنے رویے کی وجہ سے وہ اس بات سے بالکل ہی بھول گئے کہ انہیں اس زمین پر کیوں رکھا گیا ہے۔ ان کی مثال ان طلباء کی ہے جنہیں ان کے استاد نے فرضی امتحان دیا ہے۔ کچھ طلبہ اس کی تیاری کے لیے تندہی سے کام کرتے ہیں، جب کہ دیگر طلبہ اسے سنجیدگی سے نہیں لیتے اور بمشکل اس پر نظر ثانی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر دونوں قسم کے طلباء امتحان پاس کر لیتے ہیں تو استاد صرف ان لوگوں سے خوش ہوتا ہے جو اس کے لیے تیاری کرتے ہیں، کیونکہ وہ اکیلے ہی فرضی امتحان کے مقصد کو سمجھ چکے ہیں۔ اس کا مقصد طلبہ کو صحیح ذہن میں رکھنا تھا تاکہ وہ اپنے حقیقی امتحانات سے نمٹنے کے لیے تیار ہوں۔ جو لوگ اپنے فرضی امتحانات کی تیاری میں ناکام رہے وہ شاید پاس ہو گئے ہوں گے لیکن وہ فرضی امتحان کے نقطہ اور مقصد سے پوری طرح محروم رہ گئے ہیں۔ یہ ان مسلمانوں کی مثال ہے جو اس زمین پر رہنے کے مقصد کو نہیں سمجھتے لیکن دوسروں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہ خوبصورتی سے سجے ہوئے گلدان کی طرح ہیں جو اندر سے کھوکھلا ہے۔ اپنی پست دنیاوی خواہشات کی وجہ سے وہ وہ عظیم مقام اور مقصد حاصل نہیں کر پاتے جو انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا۔ باب 95 ٹن میں، آیات 4-6:

"یقیناً ہم نے انسان کو بہترین قد و قامت پر پیدا کیا ہے۔ پھر ہم اسے پست سے نیچے کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے..."

یہ انہیں اس دنیا میں امن حاصل کرنے سے روکتا ہے، کیونکہ جو شخص کم تر خواہشات رکھتا ہے وہ چھوٹی چھوٹی اور غیر اہم چیزوں پر دباؤ ڈالتا ہے۔ وہ اپنی زیادہ تر کوششیں دنیاوی فائدے کے لیے وقف کر دیں گے، جس کا انہیں نہ دنیا میں فائدہ ہو گا اور نہ ہی آخرت میں۔ باب 18 الکہف، آیات 103-104:

’’کہہ دو، کیا ہم تمہیں ان کے اعمال کے لحاظ سے سب سے بڑے خسارے میں رہنے والوں کے بارے میں بتائیں؟ وہ لوگ ہیں جن کی محنت دنیاوی زندگی میں ضائع ہو جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کام میں اچھا کر رہے ہیں۔"

ان لوگوں کے احترام میں جو قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا مطالعہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں ایک خاص ادراک عطا کیا جائے گا جس میں دنیا اور اس میں ان کے وجود کو دیکھنا ہے۔ یہ خیال انہیں اپنی تخلیق کا مقصد اور اس زمین پر اپنے مقصد کو دیکھنے کی اجازت دے گا۔ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرنا۔ یہ ادراک انہیں سمجھائے گا کہ یہ دنیا اور اس کی نعمتیں صرف ایک ذریعہ ہیں جس سے وہ محفوظ طریقے سے آخرت تک پہنچ سکتے ہیں۔ یعنی دنیا اور اس میں موجود چیزیں اپنے آپ میں ختم نہیں ہیں۔ یہ انہیں ہر اس نعمت کا استعمال کرنے کی ترغیب دے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی صرف اسی میں مضمر ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جو کوئی نیکی کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، اور وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی سے نوازیں گے۔"

وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح طریقے سے ترجیح دیں گے۔ وہ اس چیز کو اہمیت دیں گے جو قیمتی ہے اور جس چیز کو نظرانداز کیا جانا چاہئے اسے نظر انداز کریں گے۔ ان کی مثال ایک لائبریرین کی ہے جو اپنی کتابوں کی عظیم لائبریری کو صحیح ترتیب سے ترتیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی مرضی کی کتاب بغیر کسی دباؤ کے آسانی سے تلاش کر سکیں۔ جبکہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی میں چیزوں اور لوگوں کو صحیح طور پر ترجیح نہ دینے والا لائبریرین کی طرح ہے جو اپنی کتابوں کے بڑے ذخیرے کو بے ترتیب ترتیب سے ترتیب دیتا ہے۔ نتیجتاً ایک کتاب تلاش کرنا ان کے لیے ایک ڈراؤنا خواب اور تناؤ کا باعث بن جاتا ہے، کیونکہ انھوں نے اپنی تمام کتابوں کو غلط جگہ دی تھی۔ اسی طرح جو شخص دنیاوی نعمتوں جیسے کہ مال و دولت اور لوگوں کو جو عطا کی گئی ہیں ان کو ضائع کر دے اسے ان سے تناؤ کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ یہ وہ ہے جو اس زمین پر ان کی تخلیق اور ان کے مقصد کو نہیں سمجھتا۔ یہ وہ ہے جس کو آخرت کا ادراک نہیں ہے خواہ وہ بنیادی واجبات کو پورا کرے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ قرآن پاک ایک شخص کو جو ادراک عطا کرتا ہے وہ اسے سمجھائے گا کہ وہ تمام دنیاوی نعمتیں جو اسے عطا کی گئی ہیں وہ اپنے آپ میں ختم ہونے کا ذریعہ نہیں ہیں۔ لہٰذا، وہ اس دنیا میں جو کچھ حاصل کرتے ہیں، کھوتے ہیں یا حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، اس سے وہ کبھی بھی بری طرح متاثر نہیں ہوں گے، کیونکہ تمام چیزیں صرف ایک ذریعہ ہیں۔ ذرائع اہم نہیں ہیں، صرف اختتام ہے۔ ان لوگوں کے برعکس جو قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے صحیح ادراک کو اپنانے میں ناکام رہتے ہیں، وہ ان چیزوں سے پریشان نہیں ہوں گے جو انہیں اس دنیا میں حاصل نہیں ہوتیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ بھی انہیں اس دنیا میں نہیں ملے گا وہ انہیں آخرت میں کامل اور مستقل طور پر دیا جائے گا۔ یہ تصور انہیں دنیا کا اس طرح مشاہدہ کرنے کی اجازت دے گا کہ گویا یہ آخرت کے نہ ختم ہونے والے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 4108 کی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لہٰذا، اگر وہ قطرہ کھو دیں تو انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوگی کیونکہ وہ لفظی طور پر ایک سمندر کے کنارے کھڑے ہیں، یعنی آخرت۔ باب النساء آیت 77 4:

کہہ دیجئے کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے‘‘۔ ’’

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس قسم کے لوگ دنیا کو چھوڑ دیتے ہیں۔ بلکہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اس طرح دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

درحقیقت اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں جڑا یہی تصور ہے جس نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشناس کرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے افضل ہیں، جیسا کہ انہوں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیوں پیدا کیا اور اس کی تکمیل کے لیے سخت محنت کی۔ عظیم صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تصدیق کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ

عنہ سب سے افضل تھے کیونکہ وہ مادی دنیا سے کسی دوسرے سے زیادہ لاتعلق تھے اور آخرت کے زیادہ خواہشمند تھے۔ کوئی دوسرا .اس پر امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، ہلیۃ الاولیاء والطبقات الاصفیہ، روایت 278 میں بحث کی گئی ہے۔

اس ادراک اور ادراک سے ان کی زندگی مکمل، بامقصد اور بامعنی بن گئی۔ ان کے ادراک سے ان کی آرزوئیں آسمانوں کو چھو گئیں اور اس کے نتیجے میں وہ عظیم بن گئے جیسا کہ انہوں نے اپنی تخلیق کے مقصد کو سمجھا اور اس کی تکمیل کی کوشش کی۔ باب 6 الانعام، آیت 162:

‘‘کہہ دو بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔’ ’

جبکہ جن کی نظریں اس پست دنیا تک محدود تھیں وہ سب کچھ حاصل کر کے بھی پست ہو گئے۔ باب یونس، آیت 24 10:

" دنیوی زندگی کی مثال اس بارش کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے برسایا جسے زمین کے پودے جذب کر لیتے ہیں، جن کو انسان اور مویشی کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین اپنی زینت اختیار کر لے۔ مزین کیا جاتا ہے اور اس کے لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس پر قدرت رکھتے ہیں، اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو آتا ہے، اور ہم اسے کھیتی کی طرح بنا دیتے ہیں، جیسے وہ کل نہیں پھلی تھی۔ اسی طرح ہم غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا یہی ادراک اور سمجھنا اس شخص کو عطا کرتا ہے جو ان کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی مخلصانہ کوشش کرتا ہے۔ جو اس سے محروم

رہتا ہے وہ اپنی تخلیق کے مقصد اور اس زمین پر ہونے کے مقصد کو سمجھنے میں ناکام رہتا ہے، خواہ وہ آخرت میں جنت حاصل کر لے۔

اوپر جن تین قسم کے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کا خلاصہ قرآن پاک میں بھی آیا ہے۔ باب 56 الواقعہ، آیات 1-11:

جب واقعہ ہوتا ہے...اور آپ تین قسم کے ہو جاتے ہیں۔ پھر اصحابِ حق ‘اصحابِ حق کیا ہیں؟ اور " بائیں بازو کے ساتھی - بائیں بازو کے ساتھی کیا ہیں؟ اور پیش رو، پیش رو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ]اللہ کے [نزدیک لائے گئے ہیں۔

آخر میں یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ قرآن کریم کی تعلیمات کا خلاصہ باب 1 فاتحہ میں ہے۔ اور باب 1 الفاتحہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے نعمتیں عطا کی ہیں۔ جو شخص ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرے گا وہ دونوں جہانوں میں امن و کامیابی حاصل کرے گا۔ جبکہ ان کا غلط استعمال کرنے والا غضب الٰہی حاصل کرے گا اور آخرکار دونوں جہانوں میں ہار جائے گا۔ جب کوئی اسلامی تعلیمات کے ذریعے صحیح تصور کو اپناتا ہے تو یہ سبق واضح ہوجاتا ہے۔ باب 1 الفاتحہ، آیات 6-7:

ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ کہ ان کا " جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔"

لہٰذا قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھنے اور اس پر عمل کرتے ہوئے اس ادراک اور فہم کو اپناتے ہوئے پیشواؤں کو پکڑنے کی کوشش کریں کیونکہ اس دنیا میں وقت محدود ہے اور رخصتی کی دعوت ہے۔ ہاتھ میں .باب 10 یونس، آیت 45:

‘‘اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا باقی نہیں رہے تھے۔ ’’

اور باب 3 علی عمران، آیت 185:

ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تمہیں تمہارا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا۔ پس " جس کو آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا اس نے ]اپنی خواہش [کو حاصل کرلیا۔ اور دنیا کی زندگی دھوکے کے مزے کے سوا کیا ہے۔

# آزادی - 1

صحیح بخاری نمبر 6470 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص دوسروں سے مانگنے سے باز رہے گا اسے آزادی دی جائے گی۔

ضرورت پڑنے پر دوسروں سے مدد مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن مسلمان کو یہ عادت نہیں ڈالنی چاہیے کیونکہ اس سے عزت نفس کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ خطرناک ہو سکتا ہے کیونکہ جو شخص عزت نفس کھو دیتا ہے اس کے گناہوں کا زیادہ امکان ہوتا ہے کیونکہ وہ اس بات کی پرواہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے ان کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ غیر ضروری طور پر دوسروں سے مانگنے والا بھی ان کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے بجائے ان کی مدد کے لیے دوسروں پر بھروسہ کرنے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو ذرائع حلال طریقے سے عطا کیے گئے ہیں ان کو استعمال کریں اور پھر اس کے نتیجے پر یقین کریں، جسے اللہ تعالیٰ اکیلے منتخب کرتا ہے، اس میں شامل ہر فرد کے لیے بہترین ہوگا۔ اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی مدد کے لیے رجوع کرنے سے پہلے ان تمام وسائل کو بروئے کار لانے کی کوشش کرے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اسے اللہ تعالیٰ لوگوں کی آزادی عطا فرمائے گا۔

# آزادی - 2

صحیح مسلم نمبر 7432 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے جو مخلوق سے بے نیاز ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اسباب مثلاً اپنی جسمانی طاقت کو پوری طرح استعمال کرے۔ انہیں سستی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے اور لوگوں سے غیر ضروری چیزوں کی تلاش نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ عادت ان پر انحصار کا باعث بنتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ پر توکل کم ہوجاتا ہے۔ اس بات پر پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، جو کچھ بھی ان کا مقدر ہے وہ زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص کر دیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ ایک مسلمان کو اپنے وسائل جیسے کہ اپنی جسمانی طاقت کو استعمال کرنے پر توجہ دینی چاہیے اور اس بات پر بھروسہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں وہی عطا کرے گا جو ان کے لیے بہتر ہے۔ مذہبی نقطہ نظر سے، کوئی شخص دوسروں پر غلط طور پر انحصار کر سکتا ہے جب وہ یہ مانے کہ کوئی شخص، جیسا کہ ایک مذہبی اور روحانی استاد، ان کی دعاؤں اور شفاعت سے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ رویہ صرف سستی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، جیسا کہ کسی کا ماننا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق برتاؤ کرنے کے لیے آزاد ہیں اور پھر بھی اپنے روحانی استاد کے ذریعے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کریں گے۔ ایک مسلمان کو اس گمراہی سے بچنا چاہیے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنا چاہیے، جنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل کی، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خلوص نیت سے محنت کی۔ ، ان نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اس کی خوشنودی کے طریقوں سے عطا کی گئی تھیں۔ یہی صحیح رویہ ہے جسے اپنانا چاہیے۔

# آزادی - 3

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگوں کا دوسروں پر انحصار کرنا بہت عام ہے، جیسے کہ ان کا خاندان۔ اگرچہ لوگوں سے امید رکھنا کوئی گناہ نہیں ہے لیکن چونکہ وہ نامکمل ہیں ایک مسلمان ہمیشہ مایوس ہونے کا خطرہ مول لیتا ہے، درحقیقت یہ ناگزیر ہے۔ اس کے بجائے انہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ صرف اس کی اطاعت سے اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ ایک مسلمان نافرمان اللہ تعالیٰ پر انحصار نہیں کرتا۔ پھر انہیں چاہیے کہ وہ مخلوق کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کو ان سے بدلے میں کسی چیز کی توقع یا امید رکھے بغیر پورا کریں۔ اس سے ان پر انحصار ختم کرنے میں مدد ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر واضح کر دیا ہے کہ جو شخص اس کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے اس پر صحیح طور پر انحصار کرتا ہے وہ دونوں جہانوں میں پیش آنے والی تمام پریشانیوں سے کافی ہے۔ باب 65 میں طلاق، آیت 3:

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہے‘‘۔’’

جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں پر قائم ہے جب کوئی اس پر بھروسا کرے گا تو وہ بھی مشکلات کا سامنا کرنے پر ثابت قدم اور ثابت قدم ہو جائیں گے۔ لیکن اگر وہ ایسے لوگوں پر بھروسہ کرتے ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ تبدیلی کا شکار ہوتے ہیں تو وہ چست ہو جائیں گے اور ثابت قدم رہنے میں ناکام ہو جائیں گے۔

کسی کا مددگار اور پناہ گاہ جتنا مضبوط ہوگا وہ اتنا ہی مضبوط ہوگا۔ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے، سچی اطاعت کے ذریعے، وہ تمام مشکلات پر قابو پانے کی طاقت حاصل کر لے گا۔ لیکن اگر وہ پناہ مانگیں اور ایسے لوگوں پر انحصار کریں جو اپنی فطرت کے اعتبار سے کمزور ہیں تو وہ بھی مشکلات میں کمزور ہو جائیں گے۔ یہ اس شخص کی طرح ہے

جو طوفان کے دوران مضبوط قلعہ میں پناہ لیتا ہے اور دوسرا جو کہ تنکے کی جھونپڑی میں پناہ لیتا ہے۔ یہ طے کرنے کے لیے کسی ذہانت کی ضرورت نہیں ہے کہ طوفان کی مشکل پر کامیابی سے قابو پانے کے لیے کون زیادہ امکان رکھتا ہے۔

# آسانی کا مذہب - 1

صحیح بخاری نمبر 39 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ دین سادہ اور سیدھا ہے۔ اور مسلمان کو اپنے اوپر بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے کیونکہ وہ اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو ہمیشہ سادہ دینی اور دنیاوی زندگی گزارنی چاہیے۔ اسلام مسلمانوں سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ اعمال صالحہ کی ادائیگی میں اپنے اوپر بوجھ ڈالیں۔ لیکن درحقیقت یہ سادگی سکھاتا ہے جو کہ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پیارا دین ہے، امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 287 میں موجود ایک حدیث کے مطابق۔ ایک مسلمان کو سب سے پہلے اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے کوشش کرنی چاہیے، جو بلاشبہ اس کے اندر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے طور پر پورا کرنے کی ان کی طاقت کسی مسلمان پر ان کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتی۔ :اس کی تصدیق قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 286 میں ہوتی ہے

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

اس کے بعد انہیں چاہیے کہ وہ اپنے دن میں سے کچھ وقت اسلامی تعلیمات کے مطالعہ کے لیے نکالیں تاکہ وہ اپنی طاقت کے مطابق قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات پر عمل کر سکیں۔ صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود حدیث کے مطابق یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو راغب کرتا ہے۔

اگر کوئی مسلمان اس طرز عمل پر قائم رہے تو ان پر ایسی رحمت نازل کی جائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنے تمام فرائض ادا کریں گے اور اس دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے وقت نکالیں گے اور اسراف کے بغیر۔

اس طرح ایک مسلمان اپنے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ اور اگر ان کے زیر کفالت افراد ہوں، جیسے کہ بچے، تو انہیں چاہیے کہ انہیں بھی یہی سکھائیں، اس طرح ان کے لیے بھی آسانیاں پیدا ہوں۔ خود پر زیادہ بوجھ ڈالنا چیزوں کو مشکل بنا دیتا ہے اور کسی کو مکمل طور پر چھوڑنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ اور بہت زیادہ آرام کرنا چیزوں کو مشکل بنا دے گا کیونکہ انسان سستی کی وجہ سے دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جائے گا۔ اس لیے توازن بہترین ہے جس کی اسلام ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

جیسا کہ اسلام سادہ ہے، حلال اور حرام واضح، سمجھنے میں آسان اور عمل کرنے میں آسان ہے۔ لہٰذا کسی کو اپنے یا اپنے زیر کفالت افراد کے لیے دینی علم کی تحقیق اور اس پر عمل کر کے ایسی چیزوں کو پیچیدہ نہیں کرنا چاہیے جس کی جڑیں ہدایت کے دو ماخذ قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں نہ ہوں۔ جب کوئی ان دونوں ذرائع پر سختی سے عمل کرے گا تو وہ اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں آسانی محسوس کرے گا۔

آخر میں، توسیع کے ذریعہ انسان کو اپنی دنیاوی زندگی کو سادہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی اسراف اور فضول خرچی سے گریز کرتے ہوئے اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کے مطابق حلال مال جیسی مادی دنیا کے لیے کوشش کرتا ہے۔ جو جتنا زیادہ اس پر عمل کرے گا اس کی دنیاوی زندگی اتنی ہی پر سکون ہوتی جائے گی۔ جب یہ ان کے سادہ مذہب کے ساتھ جوڑا جاتا ہے، تو یہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی کا باعث بنتا ہے۔

# آسانی کا مذہب - 2

صحیح بخاری نمبر 6125 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کے لیے مشکل بنانے کی بجائے آسان بنانے کی تلقین فرمائی۔ اور دوسروں کو خوشخبری دینا اور نہ ڈرانا۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ چیزوں کو آسان بنائے، سب سے پہلے اپنے لیے اسلامی علم سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے، تاکہ وہ اپنے واجبات کو پورا کر سکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات پر عمل کر سکے اور اپنی ضروریات پوری کر سکے۔ اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات۔ اس سے انہیں فضول خرچی یا اسراف کے بغیر حلال چیزوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے کافی وقت ملے گا۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق عمل صالح کے لیے کرے نہ کہ اپنے اوپر بوجھ ڈالے، کیونکہ اسلام میں یہ ناپسندیدہ ہے۔ صحیح بخاری نمبر 6465 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ متوازن طرز عمل ہمیشہ بہترین ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کریں، خاص طور پر مذہبی معاملات میں، تاکہ لوگ اسلام سے نفرت نہ کریں، یہ مانتے ہوئے کہ یہ ایک بوجھل مذہب ہے جبکہ یہ ایک سادہ اور آسان مذہب ہے۔ اس کی تصدیق امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 287 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ دوسروں کو، خصوصاً بچوں کو سکھانا ضروری ہے۔ اگر بچے غلط طور پر مانتے ہیں کہ اسلام ایک مشکل مذہب ہے تو وہ بڑے ہو کر اس سے منہ موڑ لیں گے۔ بچوں کو سکھایا جائے کہ اسلام میں کچھ ذمہ داریاں ہیں جنہیں پورا کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا اور وہ اچھے اور صحت مند طریقوں سے تفریح کے لیے کافی وقت چھوڑ دیتے ہیں۔

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ دینی معاملات میں اپنے یا دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک مسلمان کاہل ہو جائے اور دوسروں کو کاہل ہونا سکھائے، کیونکہ کم از کم فرائض کو ہر وقت پورا کرنا ضروری ہے، الا یہ کہ اسلام اس سے مستثنیٰ ہو۔ سستی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتا، صرف اپنی خواہشات کو مانتا ہے۔

دوسروں کے لیے چیزوں کو آسان بنانے کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسروں سے اپنے مکمل حقوق کا مطالبہ نہیں کرتا ہے۔ اس کے بجائے، انہیں اپنی مدد کرنے اور دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کے لیے ان کی جسمانی یا مالی طاقت جیسے وسائل کا استعمال کرنا چاہیے۔ بعض صورتوں میں دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں ناکامی سزا کا باعث بنتی ہے۔ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کے لیے ایک مسلمان کو صرف بعض صورتوں میں اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرے جن پر ان کے حقوق ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک والدین اپنے بالغ بچے کو گھر کے کسی خاص کام سے عذر کر سکتے ہیں اور یہ کام خود کر سکتے ہیں، اگر ان کے پاس بغیر کسی پریشانی کے ایسا کرنے کا ذریعہ ہے، خاص طور پر اگر وہ بچہ کام سے تھک کر گھر لوٹتا ہے۔ یہ نرمی اور رحم نہ صرف اللہ تعالیٰ کو ان پر زیادہ رحم کرنے کا باعث بنے گا بلکہ اس سے لوگوں میں ان کے لیے محبت اور احترام بھی بڑھے گا۔ جو ہمیشہ اپنے پورے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے وہ گنہگار نہیں ہے لیکن اگر وہ اس طرح کا برتاؤ کریں گے تو وہ اس اجر و ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کریں اور امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانیاں پیدا کرے گا۔ لیکن جو لوگ دوسروں کے لیے مشکلیں پیدا کرتے ہیں وہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے دونوں جہانوں میں مشکلیں پیدا کرتا ہے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں اور عظیم انعامات کی یاد دلائے جو وہ مسلمانوں کو اس دنیا اور آخرت میں عطا کرتا ہے جو اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرتے ہوئے اور تقدیر کا سامنا کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ یہ

طریقہ زیادہ تر معاملات میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف ترغیب دینے میں زیادہ کارگر ہے۔ صرف بعض صورتوں میں جب کوئی شخص خواہش مندانہ سوچ میں مبتلا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہا ہو، اس امید کے ساتھ کہ وہ کامیاب ہو جائے گا، کیا کسی مسلمان کو ان کے اس عمل کے نتائج سے خبردار کرنا چاہیے، اور ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنا چاہیے۔

ایک توازن بہترین ہے جس کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ پر امید رکھتا ہے، اس کی اطاعت اور اس سے ڈرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ گناہوں سے بچا جا سکے۔ اور جب بھی کوئی عدم توازن محسوس کرتا ہے یا دوسروں کو دیکھتا ہے جو عدم توازن کا شکار ہو چکے ہیں تو ایک مسلمان کو اپنے آپ کو اور دوسروں کو صحیح درمیانی راستے پر لانے کے لیے مناسب طریقے سے عمل کرنا چاہیے۔

# آسانی کا مذہب - 3

صحیح مسلم نمبر 7129 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دینی مسائل پر گفتگو کرتے وقت صحیح وقت کا انتخاب کرتے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں چاہتے تھے۔ زیادہ بوجھ یا ان کو برداشت کرنا۔

حالانکہ ایک مسلمان کے پاس اس کے سوا کوئی عذر نہیں ہے کہ وہ اپنے فرض کو پورا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات کو سیکھے اور اس پر عمل کرے، کیونکہ یہ اس کے ایمان کے دعویٰ کا عملی ثبوت ہے، اس سے کم نہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی ذہنی اور جسمانی قوت کے مطابق عمل کرے اور دوسروں کے ساتھ ان کی ذہنی اور جسمانی طاقت کے مطابق سلوک کرے تاکہ وہ خود بھی تنگ نہ ہوں اور نہ ہی دوسروں کو اسلام سے تنگ کریں۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ہر شخص کو منفرد بنایا گیا ہے اور اسے مختلف نعمتیں اور تحفے دیئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر، کچھ لوگوں میں زیادہ رضاکارانہ روزے رکھنے کی طاقت ہوتی ہے جبکہ دوسروں میں نہیں۔ کچھ کے پاس دماغی طاقت ہوتی ہے کہ وہ دن بھر قرآن پاک اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ میں گزار سکیں، جب کہ دوسروں کے پاس نہیں۔ کچھ لوگ خوشی سے سارا دن دوسروں کے ساتھ مذہبی مسائل پر گفتگو کر سکتے ہیں، جبکہ دوسروں کے پاس ایسا کرنے کے لیے توجہ یا ذہنی طاقت نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو لوگ ان کاموں کی طاقت نہیں رکھتے وہ برے مسلمان ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی صلاحیت، طاقت، نیت اور اس کے اعمال کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ اس بحث کا مطلب یہ ہے کہ جب رضاکارانہ مذہبی معاملات میں جدوجہد کرنے کی بات آتی ہے تو مسلمانوں کو اپنے آپ یا دوسروں پر زیادہ سخت نہیں ہونا چاہئے۔ ایک مسلمان کو اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ وہ تنگ نہ ہوں اور مکمل طور پر ہار نہ ماننے کے لیے تھوڑی بہت کوشش کریں۔ اگر کسی مسلمان کو رضاکارانہ دینی معاملات میں کوشش کرنے کی طاقت دی گئی ہے تو انہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں، جیسا کہ اس نے انہیں عطا کیا ہے۔ اس کو سمجھنا غرور کے مہلک گناہ کو روک دے گا، جس کی قیمت ایک ایٹم کو

جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

دوسروں کے لیے چیزوں کو آسان بنانا چاہیے، خاص طور پر بچوں کے لیے، تاکہ وہ سمجھیں کہ اسلام ایک سادہ اور آسان مذہب ہے، جس میں چند ذمہ داریاں ہیں، جن کا مقصد دونوں جہانوں میں کامیابی اور امن کے حصول میں ان کی مدد کرنا ہے۔

# آسانی کا مذہب - 4

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر دیکھی جس پر مختصراً بات کی جائے گی۔ اس نے ایک کامیاب غیر مسلم تاجر کے بارے میں اطلاع دی۔ اس میں بتایا گیا کہ اس نے اپنے کاروبار کے آغاز میں کس طرح جدوجہد کی اور کتنے سالوں کی محنت، تناؤ اور قربانی نے ملٹی ملین پاؤنڈ کا کامیاب کاروبار کیا۔ اس سے مجھے قرآن پاک کی ایک آیت یاد آئی جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی کوششوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ باب 11 ہود، آیت 115:

‘‘اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔’’

یہ آیت امید فراہم کرتی ہے کہ جب تک کوئی حلال اور فائدہ مند کام کرنے کی کوشش کرے گا اس کی کوششیں ضائع نہیں ہوں گی۔ اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی کوششوں کو ضائع نہیں کرتا جو اس پر ایمان بھی نہیں رکھتے تو وہ ان مسلمانوں کی حمایت کیوں نہیں کرے گا جو اس کی وحدانیت اور ربوبیت پر یقین رکھتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ مادی دنیا کے لیے لوگوں کی کوششوں کو ضائع نہیں کرتا تو آخرت کی بھلائی کے لیے کوشش کرنے والوں کی کوششوں کو کیسے ضائع کر سکتا ہے؟

لہٰذا لوگوں کو دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہیے۔ بدقسمتی سے، کچھ مسلمانوں نے کچھ مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد حلال آمدنی حاصل کرنے کی جدوجہد ترک کردی ہے۔ اس کے بجائے وہ سماجی فوائد حاصل کرنے کا انتخاب کرتے ہیں اور معاشرے پر بوجھ بن جاتے ہیں۔ جو لوگ وظائف حاصل کرنے کے حقدار ہیں وہ ان سے استفادہ کرتے رہیں کیونکہ یہ ان کا حق ہے۔ لیکن جو اپنے لیے کمانے کی استطاعت رکھتے ہیں وہ ایسا کریں اور معاشرے میں اپنا حصہ ڈالیں۔

یہ آیت مسلمانوں کو دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے کی ترغیب بھی دیتی ہے، چاہے وہ ان کی کوششوں کی قدر نہ کریں۔ اگر کوئی خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرے تو اسے یقین ہونا چاہیے کہ ان کی کاوشیں درج ہو چکی ہیں اور اس کا اجر دونوں جہانوں میں ملے گا۔

نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان جو بھی حلال عمل کرے، خواہ وہ دنیاوی ہو، جیسے کاروبار کا موقع ہو، یا وہ کوئی دینی کام انجام دے، اسے اس میں پوری کوشش کرنی چاہیے، یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور ان کو عطا فرمائے گا۔ کامیابی، جلد یا بدیر.

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل اور صحابہ کرام پر درود و سلام ہو۔

## اچھے کردار پر 400 سے زیادہ مفت ای بکس

400 سے زیادہ مفت ای بکس: https://shaykhpod.com/books/
eBooks/AudioBooks کے لیے بیک اپ سائٹ:
https://archive.org/details/@shaykhpod

شیخ پوڈ ای بکس کے براہ راست پی ڈی ایف لنکس:
https://spebooks1.files.wordpress.com/2024/05/shaykhpod-books-direct-pdf-links-v2.pdf

https://archive.org/download/shaykh-pod-books-direct-pdf-links/ShaykhPod%20Books%20Direct%20PDF%20Links%20V2.pdf

## دیگر شیخ پوڈ میڈیا

آڈیو بکس: https://shaykhpod.com/books/#audio
روزانہ بلاگز: https://shaykhpod.com/blogs/
تصویریں: https://shaykhpod.com/pics/
جنرل پوڈکاسٹ: https://shaykhpod.com/general-podcasts/
PodWoman: https://shaykhpod.com/podwoman/
PodKid: https://shaykhpod.com/podkid /
اردو پوڈکاسٹ: https://shaykhpod.com/urdu-podcasts/
لائیو پوڈکاسٹ: https://shaykhpod.com/live/

ڈیلی بلاگز، ای بکس، تصویروں اور پوڈکاسٹوں کے لیے گمنام طور پر واٹس ایپ چینل کو فالو کریں:
https://whatsapp.com/channel/0029VaDDhdwJ93wYa8dgJY1t

ای میل کے ذریعے روزانہ بلاگز اور اپ ڈیٹس حاصل کرنے کے لیے سبسکرائب کریں:
http://shaykhpod.com/subscribe